بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نہاد

ارادہ ہو گیا ہے کہ پیام اسلام کو ایسا تعلیمی مجلہ بنا دیا جائے جو مدرسۃ البنات کی طالبات کے لئے مفید اور عام عربی پڑھنے والے طالبعلموں اور عربی زبان سیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے کار آمد ہو سکے۔ اپنے لئے تو یہ کام سخت دشوار ہے۔ ہاں اگر اللہ کی توفیق رفیق ہو تو بیڑا پار ہے۔ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

آج اپریل ۱۹۶۲ء کی انیسویں تاریخ ہے۔ اور اسکی اشاعت کی تاریخ یکم مئی ہے۔ اس تنگ تر وقت میں جو کچھ ہو سکیگا حاضر کر دیا جائیگا اور آیندہ کوشش کی جائیگی کہ رسالہ بہتر ترتیب کے ساتھ مرتب ہو کر نکلے۔ اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ الِاتْمَامُ مِنَ اللہِ۔

اس خصوص میں جو معاونین کرام ہماری اعانت فرما سکیں ان کی عنایات کے ہم شکر گزار رہیں گے۔ اور اللہ انھیں اجر دیگا +

عبدالحق عباس

قرآن حکیم

اور اس کا اثر لغت و علم اور اجتماع و اخلاق پر

استاد محمد احمد جاد مولیٰ بک (انسپکٹر آف پبلک انسٹرکشن) مندوب حکومت مصریہ کی تقریر جو انھوں نے بمقام آکسفورڈ مستشرقین کی کانفرنس میں فرمائی۔ کانفرنس مذکور میں ۷۰۰ علما نے شرکت کی تھی، جن میں سے ۲۰۰ مختلف حکومتوں اور یونیورسٹیوں کے نمائندے تھے اور باقی ممبر تھے۔ ۴۴ تقریریں مصر اور اسلام کے موضوع پر ہوئی تھیں۔ اور مصر سے مراد مصر قدیم اور مصرِ جدید تھی۔ جرمنی سے تقریباً ۷۰ علماء شامل ہوئے۔ یہ تقریر اگست ۱۹۲۸ء کے آخری جمعہ کو انگلستان کے شہر آکسفورڈ میں ہوئی تھی۔ معمول یہ تھا کہ ہر تقریر کے بعد اس کے مضمون پر بحث بھی ہوا کرتی تھی۔ لیکن استادِ مذکور کی اس تقریر کو عام پسندیدگی کی سند حاصل ہوئی تھی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب ستائش اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود و سلام ہمارے سردار محمدؐ پر جو سب انبیاء کے خاتم ہیں۔

تقریر کے عنوان :-

(۱) قرآن کے اوصاف (۲) قرآن کے مضامین (۳) قرآن کا اثر زبانِ عربی (۴) قرآن کا اثر اجتماعی، خُلقی اور علمی حالات پر

قرآن کے اوصاف

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کی آیتوں کو ایک حکیم و خبیر کے پاس سے
ملی اور پھر تفصیل و وضاحت دی گئی ہے۔ وہ اللہ کی دائمی آیت اور ابدی حجت ہے۔
طل اس کے پاس نہ تو اس کے آگے سے آسکتا ہے، نہ اس کے پیچھے سے راہ پا سکتا ہے
وہ ایک ستودہ کار حکیم کی تنزیل ہے۔ الم۔ یہ ایک کتاب ہے جس میں کسی شک و شبہ
کی گنجائش نہیں ہے۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان رکھتے، نماز
درستی کے ساتھ پڑھتے، اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے
ہیں۔ اور جو لوگ اس پر جو ہم نے تیری طرف اتارا اور اس پر جو ہم نے تجھ سے پہلے اتارا
ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر وہی یقین کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف
سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

قرآن کے مضامین

قرآن میں وہ تمام مضامین موجود ہیں جن کی انسان کو اپنی معاش و معاد میں ضرورت
رہتی ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کمی
نہیں رکھی۔ ان مضامین کا حصر ہم بطریق ذیل کر سکتے ہیں :-

(۱) عقاید :

ان کا بیان ان آیات میں پایا جاتا ہے جن میں خدائے واحد پر، اس کے فرشتوں پر،
اس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر، اور روز آخر پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا ہے جیسے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ	کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ سب
الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝	کا مقصود سب سے بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے جنا نہ وہ
وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝	جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ؛	ہمارا یہ پیغمبر، جو کچھ اس پر اسکے رب کی طرف سے اتارا گیا، اس پر ایمان لے آیا اور سارے ایمان لانے والے (ایمان لے آئے)۔ سب نے اللہ کو، اسکے فرشتوں کو، اسکے نوشتوں کو، اور اسکے پیغمبروں کو مان لیا، ہم لوگ اسکے پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور وہ کہنے لگے: ہم نے سن لیا، اور تسلیم کیا، اے ہمارے رب تیری مغفرت ہو، اور تیری ہی طرف ٹھکانا ہے۔

(۲) فرائض دینیہ :

ان کی تشریح ان آیتوں میں مذکور ہے جو نماز و روزہ اور حج وغیرہ کو واجب کرتی ہیں جیسے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ (البقرہ)	اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھی نیکی اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے۔ اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ ط وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرہ)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا لکھا گیا جس طرح ان لوگوں پر لکھا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار رہو ٥ چند گنتی کے دنوں میں (پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو کچھ اور دنوں میں گنتی پوری کرے (اور ان لوگوں پر جو اس میں مشقت پائیں فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا (پھر جو کوئی اپنی خوشی سے کوئی بھلائی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے، اور یہ تمھارے لئے بہتر ہے کہ تم روزہ رکھو اگر تمھیں آگاہی ہو

وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۵ (آل عمران)

اور اللہ کے لئے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا ہے، اس پر جسے وہاں تک پہنچنے کا مقدور ہو۔ اور جو شخص ناقدری کرے تو اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔

(۳) اوامر و نواہی:

یہ ان آیتوں میں مذکور ہیں جو معقول باتوں کا حکم اور ناسزا کاموں سے منع کرتی ہیں، جیسے:۔

وَ لْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵ (آل عمران)

اور تم میں ایک ایسی جماعت رہنی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دیتے، معقول کاموں کا امر، اور ناشائستہ باتوں سے نہی کرتے رہیں اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب رہیں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۵ (سورۃ النحل)

اللہ عدل و احسان کرنے اور قرابت والوں کو دینے کا حکم کرتا ہے، اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے جو تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم دھیان رکھو۔

(۴) انذار و تبشیر:

یہ ان آیتوں میں ہے جن میں یہ ذکر مذکور ہے کہ مومنوں کے لئے کیا کیا تیار کیا گیا ہے۔ اور کافروں کے لئے کیا کیا تیار کیا گیا ہے۔ مثلاً

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۵ (سورۃ النحل)

جو کوئی شائستہ کام کرے گا، نر ہو یا مادہ ہو، اور ہو وہ ایماندار، تو ہم اسے ضرور ایک ایسی زندگی عطا کریں گے جو پاکیزہ زندگی ہوگی اور ہم ان کو ان کے اجر ان کے بہتر کاموں کے مطابق جو وہ کرتے رہے عطا کریں گے۔

اور مثلاً

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۵ (النساء)

اور جو کوئی اللہ کی اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کریگا۔ اور اس کی حدوں سے آگے نکلیگا وہ اس کو ایک آگ میں داخل کریگا جس میں وہ پڑا رہے اور اس کو خوار کرنیوالا عذاب ہوتا رہے گا۔

(۵) جدل و تحدی:

یہ ان آیتوں میں سے جن میں مخالفوں کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ آیات قرآنیہ کے مقابلے دیں آیات گھڑ کرلے آئیں۔ مثلاً

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۵

اور اگر تم اس (کلام) سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا، کسی طرح کے شک میں ہو تو تم بھی اس کی مانند کوئی سورت لے آؤ، اگر سچے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۵ (سورۃ البقر)

پھر اگر تم یہ نہ کرو اور کر بھی نہ سکو گے تو اس آگ سے اپنا بچاؤ کرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں تیار کر رکھی ہے منکروں کے لئے۔

اور مثلاً

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۵ (ہود)

یا وہ کہتے ہیں اس نے قرآن کو دل سے گھڑ لیا ہے تو ایسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بھی لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ جسے بلا سکو بلا بھی لو۔ اگر تم سچے

اور مثلاً

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۵ (الاسراء)

کہہ دو، اگر انسان اور جن سب ملکر اس پر کل جائیں کہ اس قرآن کی مانند (قرآن) لے آئیں تو ایسا قرآن نہ لا سکیں گے اگرچہ انکے بعض بعض کے

(۶) قصص :

جیسے وہ آیتیں جو نبیوں، پیغمبروں، ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (سبا)

اور ہم نے داود کو اپنی جانب سے بڑائی دے رکھی تھی۔ اے پہاڑو! تم اس کے ساتھ مل کر تسبیح کرو اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ اور اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ کہ پوری پوری زرہیں بنا اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑ اور صلاحیت کے ساتھ عمل کرو کہ میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہوں۔

اور مثلاً

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا

کتاب میں مریم کا حال بیان کر: جب وہ اپنے لوگوں سے ایک جگہ میں جو پورب کی طرف تھی الگ ہو گئی اور ان کے درے ایک پردہ ڈال لیا، تب ہم نے اس کے پاس اپنا (روح) فرشتہ بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک سڈول آدمی کے روپ میں نمودار ہوا۔ مریم نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ لیتی ہوں گر تو پرہیزگار رہو۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا آیا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ نہ تو کسی مرد نے مجھے ہاتھ لگایا ہے اور نہ میں بدکار رہی ہوں۔ فرشتے نے کہا: یونہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا یہ مجھ پر آسان ہے اور اس لئے ہے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی طرف سے مہربانی بنائیں۔ اور یہ ایک امر تھا جو مقرر ہو چکا تھا۔ پس وہ حاملہ ہوئی اور اس کو لئے گئی

قَصِيًّا ۝ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ
جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ
قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ۝
فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ
رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّي إِلَيْكِ
بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ
فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي
إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ
الْيَوْمَ إِنسِيًّا ۝ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ
قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝
يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ
سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَأَشَارَتْ
إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ
فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ
اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝
وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَ
أَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ
مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي
وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلَامُ
عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ
أُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ
قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝

دور مقام پر چلی گئی۔ پھر درد اسے کھجور کے پیڑ کے پاس لایا۔ کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مرچکتی اور بھول بسر گئی ہوتی۔ تب فرشتے نے اس کو اس کے پائین سے آواز دی: غمناک نہ ہو کہ تیرے رب نے تیرے لئے پائین میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔ اور کھجور کے پیڑ کو اپنی طرف ہلا تجھ پر پکی پکی تازہ کھجوریں گر پڑینگی سو کھا پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر، پھر جو تو کبھی کسی بشر کو دیکھے تو کہہ دیجیو کہ میں نے رحمٰن کے نام کا روزہ مانا ہوا ہے سو آج میں کسی انسان سے کلام نہ کروں گی۔ پھر وہ اسکو گود میں لئے اپنی قوم کے یہاں لائی۔ وہ کہنے لگے اے مریم! تونے یہ ناسزا حرکت کی ہے۔ اے خواہر ہارون! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ تب مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کہنے لگے اس بچے سے کیا بات کریں جو پنگوڑے میں پڑا ہو۔ وہ بچہ بول اٹھا۔ میں اللہ کا پرستار ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اور مجھے جہاں کہیں رہوں مبارک ٹھہرایا اور مجھے تاکید کی کہ جب تک جیوں صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند اور اپنی ماں کا خدمت گزار رہوں اور مجھے سرکش اور بد بخت نہیں کیا۔ اور مجھ پر سلامتی جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں یہ ہے عیسےٰ مریم کا بیٹا وہ سچی بات جس میں جھگڑا کرتے ہیں۔

(۷) قانون اجتماعی :

یہ ان آیتوں میں مذکور ہے جن میں زکوٰۃ کا مستحقوں کے لئے نکالنا واجب کیا گیا ہے۔ مثلاً

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسَاكِيْنِ وَ الْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبہ)

صدقات (یعنی زکوٰۃ) تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو اس محکمہ میں ملازم ہوں اور جن کی تالیف قلوب مقصود ہو اور غلاموں کی آزادی اور قرضداروں کی رہائی اور راہ خدا میں بعد راہ گیروں کے کام آنے کے لئے۔ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی ہے۔ اور اللہ بڑا دانا پختہ کار ہے۔

اور مثلاً

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ)

پوچھتے ہیں کیا دیا کریں۔ کہہ دے جو خیرات دینے لگو سو ماں باپ کو قرابتداروں کو اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کو دیا کرو۔ جو خیرات تم کرو گے سو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

(۸) قانون سیاسی :

یہ ان آیتوں میں آیا ہے جن میں اللہ نے حکام کی اطاعت اور معاہدوں کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے جیسے آیات ذیل میں :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے پیغمبر اور اپنے فرمانرواؤں کے حکم پر چلو۔ پھر اگر کسی معاملے میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتے ہو اور یہ بات بہت اچھی ہے اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (النحل)

اور جب تم معاہدہ کرو تو اللہ کا عہد پورا کرو اور اپنے حلفی بیان پختہ کر لینے کے بعد توڑ نہ ڈالا کرو اور جبکہ اللہ کو اپنا ضامن بھی کر چکے ہو۔ یقیناً جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔

(۹) قانون جنائی فوجداری:

یہ ان آیتوں میں مذکور ہے جن میں حدود و قصاص کا بیان ہے۔ مثلاً

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدہ)

اور ہم نے ان پر توراۃ میں یہ بھی لکھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ، اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان، اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم ہیں۔ اور جو کوئی بدلہ معاف کر دے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی ظالم ہیں۔

(۱۰) قانون مدنی:

جو ربا اور میراث کی آیتوں میں مذکور اور جسکا اشارہ ذیل کی آیات میں پایا جاتا ہے:۔

وَ مَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (الروم)

اور جو تم بیاج دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھوتی ہو، سو وہ بڑھوتی اللہ کے نزدیک تو ہوتی نہیں۔ او جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اللہ کی خوشی چاہتے ہوئے۔ سو ایسے ہی لوگ ہیں جو بڑھا رہے ہیں۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ (البقرہ)

اللہ بیاج کو مٹاتا اور زکوٰۃ کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناسپاس گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ
كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ
ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ
وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۗ وَ لِاَبَوَيْهِ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ
اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ
الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ
بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ
لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ
لَكُمْ نَفْعًا ۗ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ
كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ
مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَ لَهُنَّ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ
فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ

اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے حصہ کی بابت یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے پھر اگر لڑکیاں ہی ہوں اور وہ دو یا دو سے اوپر ہوں تو ان کو ترکہ کی دو تہائی ملے گی۔ اور اگر لڑکی ایک ہو تو اس کو آدھا ترکہ ملیگا۔ اگر میت کے کوئی اولاد بھی ہو تو اس کے ماں باپ کو ان میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملیگا۔ پھر اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس کی ماں کو تہائی ملیگا (باقی باپ کا ہوگا) پھر اگر (اولاد نہ ہونے کی صورت میں) میت کے کچھ بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملیگا۔ یہ میت کی وصیت پوری کرلے اور قرض ادا کرنے کے بعد ہوگا۔ باپ تمھارے اور بیٹے تمھارے ہیں تم نہیں جانتے کہ ان میں نفع کے پہلو سے کون تمھارے زیادہ قریب ہے۔ یہ اللہ کا فریضہ ہے۔ اور بیشک اللہ علیم و حکیم ہے اور تمھاری بیویوں کے ترکے میں سے تم کو نصف ملیگا۔ اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملیگا وصیت پوری کرنے کے بعد جو وہ کر مری ہوں یا قرض چکا دینے کے بعد۔ اور ان کو (یعنی تمھاری بیویوں کو تمھارے ترکے کا چہارم حصہ ملیگا۔ اگر تمھارے کوئی بھی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر تمھارے اولاد ہو تو ان کو تمھاری کی ہوئی وصیت پوری کرنے یا قرض چکانے کے بعد تمھارے ترکے کا آٹھواں حصہ

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ

ملیگا۔ اگر کوئی مرد یا عورت جس کے وارث ہو سکتے ہوں کلالہ ہو اور اسکا کوئی بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا۔ پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔ قرض ادا اور وصیت جو کی گئی ہو اسے پورا کرنے کے بعد بغیر اس کے کہ کسی کو نقصان پہنچے۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا بردبار ہے۔

(۱۱) قانون حربی :

اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے جن میں لڑائی کی اجازت، صلح کا ارشاد، قیدیوں کے معاملے، اور فے کے بانٹنے کا بیان ہے۔ مثلاً

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۞ وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ۞ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۞ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۞ (انفال)

اور جو کبھی تجھ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد برابر سرا برا ان کی طرف پھینک مارا جو لوگ کافر ہوئے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ قابو سے نکل گئے وہ عاجز نہ کر سکیں گے۔ اور ان کے مقابلے کے لئے قدر قوت کی بہم رسانی اور گھوڑوں کی فراہمی کر سکو تیار رکھو کہ اس سے اپنے دشمن اور خدا کے دشمن پر دھاک بٹھا سکو ان کے سوا ان پر بھی جن کو تم تو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ تم کو ملے گا اور تم کو کم نہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ صلح پر مائل ہوں تو تو بھی مائل ہو جا اور اللہ پر بھروسہ کر کہ وہ سنتا جانتا ہے

(۱۲) مواعظ و ارشاد :

ان کا بیان ان آیات میں ہے جو تمثیلوں اور حکایتوں پر مشتمل ہیں جیسے آیات ذیل ہیں :۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ (ابراہیم)

دیکھا نہیں اللہ نے کیسی مثال بیان کی ہے۔ ایک پاکیزہ بات پاکیزہ درخت کی مانند ہے کہ جڑ اس کی مضبوط اور شاخیں اس کی آسمان میں ہیں۔ وہ رب کی اجازت سے ہر وقت اپنا کو پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سمجھیں۔ اور ناپاک کلام کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے۔ جو جو زمین کے اوپر اکھاڑ لیا گیا۔ اس کو کچھ بھی جماؤ نہیں۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ بُرا داؤ اسی پر پڑتا ہے جو کرتا ہے۔
(فاطر)

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ کہہ ہر شخص اپنے ڈھب پر کام کرتا ہے۔
(الاسراء)

وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

قریب ہے کہ تم کوئی شے ناپسند کرو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور قریب ہے کہ تم کوئی شے پسند کرو اور وہی تمہیں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(البقرہ)

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (المدثر) ہر شخص اپنی کرتوت کے سبب گروی ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ) اللہ کسی جان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی اس کی سمائی ہوتی ہے۔

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ اور ایسے فتنے سے بچتے رہو جو تم میں سے خاص ان ہی

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥ (الانفال)
کو ہی پہنچیگا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا۔ اور جان لو کہ اللہ کڑی سزا دینے والا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ٥ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥ (آل عمران)
کبھی نیکی کو نہ پاؤگے جبتک اس چیز میں سے نہ دو جس کو تم چاہتے ہو اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو اللہ اس سے آگاہ ہے۔

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ٥ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ٥ (النجم)
اور انسان کو وہی ملتا ہے جو وہ کوشش کرتا ہے اور اس کی کوشش دیکھی جائیگی

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ٥ (الرعد)
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔

(باقی آئندہ)

حاشیہ مختصر ابن ابی جمرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَقَّ حَمْدِہٖ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ الْخِیَرَۃِ مِنْ خَلْقِہٖ وَ عَلَی الصَّحَابَۃِ الْمُخْتَارِیْنَ لِصُحْبَتِہٖ۔

اما بعد کتاب "جواہر البخاری" اور کتاب "مختار الامام مسلم" مدرسۃ البنات (جالندھر) کے نصاب تعلیم میں شامل ہیں۔ لیکن اس سال جنگ عظیم کی وجہ سے یہ کتابیں ملک مصر سے منگوائی نہ جا سکیں۔ اس لئے اوّل الذکر کتاب کی جگہ کتاب "مختصر ابن ابی جمرہ" طبع کرا کر داخل درس کر لی گئی۔ یہ اسی کتاب کا حاشیہ ہے جو بذریعہ پیام اسلام شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ طالبات مدرسہ کے لئے مطالعہ میں معین و مفید ہو۔

یہ کتاب، صحیح بخاری کی ۲۹۲ حدیثوں کا مجموعہ ہے اور اس کا اصل نام جَمْعُ النِّھَایَۃِ فِیْ اَصْلِ الْخَیْرِ وَ غَایَۃٍ ہے۔ مؤلف کا نام شیخ ابو محمد عبداللہ بن سعد بن ابی جمرۃ الازدی ہے۔ یہ اولیاء اللہ میں سے تھے اور مجاب الدعوات تھے۔

حاشیہ مختصر ابن ابی جمرۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنَ الْوَحْیِ

عَنْ عَائِشَۃَ: اَیْ رُوِیَ عَنْ عَائِشَۃَ یعنی عائشہ رضؓ سے مروی ہے

عَائِشَۃَ (جینے والی) حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی دختر اور حضرت رسولؐ خدا کی بیوی تھیں اور آپ کی بیویوں میں سب سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ

اپنا آدھا دین اس حُمَیراء (سُرخ رنگ والی) سے حاصل کرو۔ آنحضرتؐ کے ساتھ دس

برس رہیں۔

اُمُّ المُؤمِنِینَ: (ایمان والوں کی ماں) احترام، تعظیم اور نکاح حرام ہونے کی جہت سے، نہ اس جہت سے کہ ان کی طرف نگاہ کرنا جائز، اور ان کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے۔

اَنَّهَا قَالَتْ (کہ اس نے کہا) اَنَّ مفسِّرہ (حرفِ تفسیر۔ یعنی کے معنوں میں) کَر هَا ضمیر متصل واحد مؤنث غائب کے لئے قَالَتْ: تَلَفَّظَتْ۔ تَكَلَّمَتْ۔ اس نے کہا فعل ماضی صیغہ واحدہ غائبہ۔ بَاب قَالَ يَقُوْلُ قَوْلاً وَ قَالاً وَ قِيْلاً و قَوْلَةً وَ مَقَالاً وَ مَقَالَةً کہنا۔

بظاہر یہ حدیث موقوف ہے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ نے اس قصے کو نہیں پایا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے یہ قصہ آنحضرتؐ سے سنا ہو جیسا کہ قَالَ فَاَخَذَنِی سے ظاہر ہے

اَوَّلُ مَا بُدِئَ الخ: اَوَّلُ مبتدا ہے۔ مَا موصولہ ہے یا نکرہ ہے۔ اور بُدِئَ صفت یا صلہ ہے۔ مِنَ الوَحْیِ بیان ہے مَا کا۔ اور الرُّؤیا خبر ہے۔ یعنی وہ پہلی وحی جس سے رسول خدا کی رسالت کی ابتدا ہوئی سچے خواب تھے۔

بُدِئَ: آغاز ہوا۔ شروع کیا گیا۔ فعل ماضی مجہول۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ بَ بَدْأً وَ اِبْتَدَأَ وَ تَبَدَّأَ الشَّیْءَ وَ بِالشَّیْءِ اِفْتَتَحَهُ وَ قَدَّمَهُ فِی العمل

مِنَ الْوَحْیِ: مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔ تبعیضیہ ہو تو ہونگے مِنْ اَقْسَامِ الوَحْیِ یعنی وحی کی قسموں سے۔ اور بیانیہ ہو تو معنی ہونگے ا جس وحی سے رسول اللہؐ کی رسالت کی ابتدا ہوئی۔

وحی کے لغوی معنی ہیں۔ اَلْاِعْلَامُ فِیْ خِفَاءٍ پوشیدگی میں آگاہ کرنا اور کرنا۔ اور شرعاً وحی کے معنے ہیں اللہ کا اپنے انبیاء کو کسی شے سے آگاہ کرنا کتاب یا فرشتے کے، یا رویائے صالحہ یا الہام کے ذریعے۔ اور الہام ہے کسی بات کا دا ڈالنا جس سے وہ مطمئن ہو جائے۔

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ۔ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ

رُؤْيَا: خواب۔ صَالِحَةٌ: صادق۔ سچے۔ فِي النَّوْمِ: نیند میں سوتے ہوئے۔

ترجمہ: مومنوں کی ماں عائشہ سے (اللہ ان سے خوش ہے) روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اول جس وحی سے (یا جس قسم کی وحی سے پیغمبر خدا (کی پیغمبری) کا آغاز ہوا (وہ) سچے خواب تھے سوتے (کی حالت) میں

فَ: سو۔ كَانَ: تھا۔ كَانَ لَا يَرٰى: نہیں دیکھتا تھا۔ ماضی استمراری۔ رَاٰ يَرٰى۔ رَأْيًا وَ رُؤْيَةً وَ رَاءَةً وَ رِئْيَانًا۔

اِلَّا: مگر۔ حرف استثنا۔ جَاءَتْ: آئی فعلِ ماضی۔ صیغہ واحدہ غائبہ۔

مِثْلَ: مانند۔ جَاءَتْ کے فاعل سے حال ہے۔ اَیْ جَاءَتْ مشبهة فَلَقَ الصُّبْحِ۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے۔ اَیْ جَاءَتْ مَجِيْئًا مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔

فَلَقِ الصُّبْحِ ضیاء الصبح، نور صبح، صبح کی روشنی۔ یعنی خواب نہایت صاف طور پر پورے ہوتے۔

ترجمہ: سو (آنحضرت) نہیں دیکھتے تھے کوئی خواب مگر آتا صبح کی روشنی کی مانند۔

ترجمہ: سو وہ کوئی ایسا خواب نہ دیکھتے جو صبح کی روشنی مانند (صادق) نہ آتا۔

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُوْا بِغَارِ حِرَاءٍ

ثُمَّ: حرف عطف، ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے۔ پھر۔ تب۔ بعد ازاں۔

حُبِّبَ اِلٰى: محبوب بنایا گیا۔ پیارا بنایا گیا۔ پسند کرایا گیا۔ حُبِّبَ اِلَيْهِ: اس کو پسند کرایا گیا۔

فعلِ ماضی مجہول از بابِ تفعیل: حَبَّبَ يُحَبِّبُ تَحْبِيْبًا فَهُوَ مُحَبِّبٌ وَ حُبِّبَ يُحَبَّبُ فَذَاكَ مُحَبَّبٌ۔ فاعل کا نام یا تو اس لئے نہیں لایا گیا کہ اس کا باعث

ثابت نہ تھا۔ یا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ باعث بشریت تھا۔

خَلَاءَ : خلوت ۔ تنہائی ۔ بمعنی اختلا ، اکیلا ہونا ۔ تنہائی کی زندگی گزارنا ۔

ترجمہ : پھر ان کو گوشہ نشینی اور خلوت گزینی پسند کرائی گئی ۔

وَ : اور ۔ کَانَ : تھا ۔ یَخْلُوْ تنہا رہتا ہے ۔ خَلَا یَخْلُوْ خَلْوَةً وَخَلْوٌ وَخَلَاءً ۔

کَانَ یَخْلُوْا : فعل ماضی استمراری صیغہ واحد غائب ۔ اکیلا رہتا تھا ۔

اَلْغَارُ اَلنَّقَبُ فِی الجَبَلِ ۔ سوراخ ۔ کھو ۔ غار ۔ جَمْعُهٗ : اَغْوَار ۔ غِیْرَان

حِرَاء ایک پہاڑ ہے جو مکہ سے منا کو جاتے ہوئے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور بائیں ہاتھ پڑتا ہے ۔ اور اب جَبَلُ النُّوْر کے نام سے مشہور ہے ۔ اور وہ خلوت نشیں رہتے غارِ حرا میں ۔

فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ (وَهُوَ التَّعَبُّدُ) اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ العَدَدِ قَبْلَ اَنْ یَنْزِعَ اِلٰی اَهْلِهٖ

فَ : حرف عطف ، یَتَحَنَّثُ معطوف یَخْلُوْ پر

یَتَحَنَّثُ یَتَعَبَّدُ عبادت کرتا ہے ۔ یَاْنَفُ الاِثْمَ وَ یَتْرُکُ الحِنْثَ ناک چڑھاتا گناہ سے اور چھوڑتا ہے گناہ کو ۔ بتوں سے الگ ہوتا ، ان کی عبادت ترک کرتا ہے ۔ کَانَ یَتَحَنَّثُ : عبادت کرتے تھے ۔ فعل ماضی استمراری ۔ صیغہ واحد غائب ۔

فِیْهِ : اس میں اَیْ فِی الغَارِ ہ ضمیر واحد غائب راجع ہے غار کی طرف ۔

وَ هُوَ یعنی تَحَنُّثْ (عبادۃ کرنا) جو یَتَحَنَّثُ سے مفہوم ہوتا ہے ۔

اَلتَّعَبُّدُ تَعَبُّدْ ہے ۔ یعنی اس کے معنے تعبُّد کے ہیں ۔ یہ جملہ زھری کا ہے جو حدیث کے راوی ہیں ۔ حضرت عائشہ کا نہیں ہے ۔

لَیَالِی : جمع لَیل ۔ راتیں ۔ اَللَّیَالِی منصوب عَلَی الظرفیۃ ہے ۔ متعلق ہے فعل یَتَحَنَّثُ سے ۔ اور راتوں کے ساتھ دن بھی شامل ہیں ۔ راتوں کو مخصوص اس لئے کیا گیا ، کہ رات

کو خوب خاطر جمعی سے عبادت ہوتی ہے

ذَوَات : والیاں، واحد ذَاتٌ: والی۔ عَدَدٌ گنتی۔ ذَوَاتِ الْعَدَدِ گنتی کی۔ صفت ہے اَللَّيَالِي کی اور منصوب ہے بالکسر، اشارہ کرتی ہے ان کی کثرت کی طرف۔ قبل: پہلے۔ اَنْ: کہ۔ قَبْلَ اَنْ: اس سے پہلے کہ يَنْزِعَ اِلٰى يَذْهَبُ وَيَشْتَاقُ۔ نَزَعَ اِلٰی۔ گیا۔ مشتاق ہوا۔ و نَزَعَ عنهٗ اس سے باز رہا۔ اِلٰی اَھْلِہٖ يَنْزِعَ سے متعلق ہے۔ اور اہل سے مراد عیال ہیں۔

وَ يَتَزَوَّدُ لِذَالِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَ هُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ

وَ يَتَزَوَّدُ معطوف ہے يَتَحَنَّثُ یا يَخْلُوْ پر۔ اَىْ يَتَّخِذُ زَادًا: زاد لیتا ہے توشہ لیتا ہے۔ فعل مضارع باب تَفَعُّل صیغہ واحد غائب وَكَانَ زَادُهُ الْكَعكَ وَالزَّبِيبَ۔ لِ: لئے۔ واسطے۔ حرف جار۔ ذَالِكَ: وہ، اسم اشارہ بعیدہ۔ لِذَالِكَ اس کے لئے۔ یعنی خَلَاءِ وَ تَعَبُّدٌ کے لئے۔

ثُمَّ يَرْجِعُ معطوف ہے يَتَحَنَّث پر۔ پھر وہ لوٹ آتے۔ ثابت ہوا کہ ہمیشہ اہل و عیال سے الگ رہنا خلاف سنت ہے۔ اِلٰى خَدِيْجَةَ: خدیجہ کیطرف۔ خدیجہ کے پاس۔ فَيَتَزَوَّدُ اَىْ يَتَّخِذُ زَادًا۔ لِمِثْلِهَا۔ لِ: لئے حرف جار متعلق بہ يَتَزَوَّدُ۔ مِثْل: مانند مضاف ھا ضمیر واحدہ غائبہ مضاف الیہ۔ لیالی کی طرف راجع ترجمہ: اور وہ اس (خلوت وعبادت) کے لئے زاد لیتے پھر خدیجہ کے پاس لوٹ آتے اور ان کی مانند (راتوں) کے لئے زاد لے جاتے۔

حَتّٰى: یہانتک جَاءَ: آیا۔ هٗ: ان کے پاس۔ یہ غایت ہے يَتَحَنَّث کی یعنی آنحضرتؐ کی عبادت کی یہی کیفیت رہی یہانتک کہ ان کے پاس حق آیا۔

اَلْحَقُّ صفت ہے موصوف اس کا محذوف ہے: وَالتَّقْدِيْرُ الْاَمْرُ الْحَقُّ اور یہ امر حق کا آنا رمضان کی سولھویں کو ہوا تھا اور سن شریف اس وقت چالیس برس کا تھا۔

وَ هُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ: اور وہ غار حرا ہی ہیں تھے۔ جملہ حالیہ ہے۔ فعل جَاءَ کے

مفعول ہے ۔

فَجَاءَهُ الْمَلَكُ، فَقَالَ اقْرَأْ، قَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ

فَ : تفسیریہ ہے جیسا کہ فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ میں کہ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ کی تفسیر ہے ۔
جَاءَ: آیا فعلِ ماضی واحد غائب یَجِیْءُ مَجِیْئًا جَیْئًا جَیْأَۃً : آنا ۔ پہنچنا ۔ کرنا ۔
الْمَلَکُ : فرشتہ ۔ سو فرشتہ آنحضرت کے پاس آیا ۔
فَ قَالَ: اور کہا (فرشتے نے)
اِقْرَأْ: پڑھ فعل امر واحد مخاطب ۔ قَالَ: فرمایا (آنحضرت نے) ۔ مَا: نہیں ۔ اَنَا: میں ۔ ضمیر واحد متکلم بِ قَارِئٍ پڑھا ہوا ۔ ترجمہ یعنی فرشتہ آنحضرت کے پاس آیا، اور اس نے کہا پڑھ ۔ فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ۔

قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ

قَالَ : (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا ۔ فَ: تب ۔ اَخَذَ: اس نے پکڑا ، اَخَذَنِیْ: اس نے مجھے پکڑا ۔ فَ: اور ۔ غَطَّ ضَمَّ وَعَصَرَ دبایا ۔ بھینچا ۔ فَغَطَّنِیْ : اور مجھ کو دبایا ۔ حَتّٰی: یہاں تک کہ بَلَغَ (اَلْمَلَکُ) وَصَلَ پہنچا ۔ بَلَغَ ۔ یَبْلُغُ ۔ بُلُوْغًا و بلاغًا مِنِّیْ مجھے میری ۔ اَلْجَهْدَ: قوت ۔

مطلب یہ کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت کو اتنا دبایا کہ آپ کی قوت تک پہنچ گیا ۔ اور آپ میں کوئی قوت باقی نہ رہی اَلْجَهْدَ کے بجائے اَلْجُهْدُ کی روایت بھی آئی ہے ۔ اس صورت میں اَلْجُهْدُ فاعل بَلَغَ کا فاعل اور مفعول محذوف بایں تقدیر کہ حَتّٰی بَلَغَ الْجُهْدُ مَبْلَغًا عَظِیْمًا یہاں تک کہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی

ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ : اِقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ ، فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّانِیَةَ

ثُمَّ: پھر۔ اَرْسَلَ: اَطْلَقَ۔ اس نے چھوڑا۔ اَرْسَلَ یُرْسِلُ اِرْسَالًا باب افعال
فَ: پھر۔ قَالَ: کہا۔ اِقْرَأْ: پڑھ۔ فعل امر۔ از قَرَأَ یَقْرَأُ قَرْأً وَ قِرَاءَةً وَ قُرْاٰنًا وَ اِقْتَرَأَ۔ فَ: تب۔ قُلْتُ: میں نے کہا۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں
فَاَخَذَنِی الخ: تب اس نے مجھے دوبارہ پکڑ کر دبایا۔

حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِی فَقَالَ اقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ، فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّالِثَةَ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

یہانتک کہ میری قوت تک پہنچ گیا (اور مجھ میں سکت باقی نہ رہی) پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ تو میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تب اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَأْ: پڑھ۔ بِ: سے۔ ساتھ۔ اِسْمِ: نام۔ رَبِّ: پالنے والا۔ كَ: تیرا۔ ضمیر واحد مخاطب۔ ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے (اپنے رب کا نام لے کر)۔ اَلَّذِیْ: وہ کہ جس نے۔ اسم موصول۔ واحد مذکر۔ خَلَقَ: اس نے پیدا کیا، بنایا۔ ترجمہ: جس نے (سب کچھ) پیدا کیا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ

خَلَقَ: پیدا کیا فعل ماضی صیغہ واحد غائب۔ خَلَقَ۔ یَخْلُقُ۔ خَلْقًا وَ خِلْقَةً۔ اَلْاِنْسَانَ: انسان کو ج اُنَاسٌ۔ اَنَاسِیُّ۔ مِنْ: سے۔ حرف جار۔ عَلَقٍ: خون بستہ جونک
ترجمہ: انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔
اِقْرَأْ: پڑھ۔ وَ: اور۔ رَبُّكَ: تیرا پروردگار۔ اَلْاَكْرَمُ: اَلزَّائِدُ فِی الْكَرَمِ عَلٰی كُلِّ كَرِیْمٍ۔ نہایت بزرگ بڑا فیاض۔ ترجمہ پڑھ اور تیرا رب ہی بڑا فیاض ہے۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (۵) جس نے قلم کے ذریعے تعلیم کیا (۴) انسان کو تعلیم کیا جو کچھ وہ نہیں جانتا (۵) مناسب تھا کہ راوی یہ دونو آیتیں بھی روایت

اَلدَّرْسُ الْاَوَّلُ

المحادثة الاولیٰ

(١) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا كِتَابٌ
(٢) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا قَلَمٌ
(٣) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا قِرْطَاسٌ
(٤) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا مَقْعَدٌ
(٥) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا مَكْتَبٌ
(٦) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا لَوْحٌ
(٧) مَا هٰذَا ؟ هٰذَا كُرْسِيٌّ

تنبیہ : كِتَابٌ - قَلَمٌ - قِرْطَاسٌ (کاغذ) - مَقْعَدٌ (بنچ) - مَكْتَبٌ (ڈسک) - لَوْحٌ (تختی) - كُرْسِيٌّ اور ان کے سوا اور جتنے لفظ ہمارے منہ سے نکلتے ہیں، جن کا مطلب ہم سمجھ سکتے ہیں ان کو کَلِمے کہتے ہیں۔ جو کلمہ کسی چیز کا نام ہوتا ہے اس کو اِسْم کہتے ہیں۔ لَوْح - قَلَم - قِرْطَاس وغیرہ اوپر لکھے ہوئے جتنے کلمے ہیں۔ ان میں سے ہر کَلِمہ کسی چیز کا نام ہے۔ اِس لئے ان میں سے ہر کلمہ اسم ہے۔

جب تم کسی چیز کو نہیں جانتے اور جاننا چاہتے ہو تو کسی دوسرے شخص سے اُس چیز کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہو

یہ کیا ہے ؟ یہ کیا چیز ہے ؟

عربی زبان میں 'یہ' کی جگہ هٰذَا بولتے ہیں اور 'کیا ہے ؟' 'کیا چیز ہے ؟' کی جگہ مَا - دوسرا شخص جواب میں 'یہ' یا 'یہ چیز' کہہ کر آگے اسکا نام لیتا ہے۔ پوچھنے اور بتانے کی یہ صورت ہو جاتی ہے : مَا هٰذَا ؟ هٰذَا كِتَابٌ -

اَلدَّرسُ الثَّانِی

مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا صُنْدُوْقٌ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا دَفْتَرٌ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا قَلَمُ الْحَجَرِ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا لَوْحُ حَجَرٍ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا وَرَقٌ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذَا حِبْرٌ

تنبیہ: جس چیز کا نام (اسم) ہم نہیں جانتے اور جاننا چاہتے ہیں تو مَا کا کلمہ بول کر اور لفظ هٰذَا کے ساتھ اس چیز کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں مَا کو اسم الاستفہام کہتے ہیں، یعنی پوچھنے کا اسم۔ یعنی ایسا لفظ جس کے ذریعے ہم کسی چیز کے متعلق پوچھتے ہیں۔

هٰذَا کو اسم اشارہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس اسم کو بول کر اشارہ کیا جاتا ہے

لفظوں کے معنے: دَفْتَر (کاپی)۔ قَلَمُ الْحَجَرِ (سلیٹ پنسل)۔ لَوْحُ الْحَجَرِ (سلیٹ)۔ حِبْرٌ (سیاہی) +

اَلدَّرسُ الثَّالِثُ

رِیْشَةٌ (نب)۔ طَاوِلَةٌ (میز)۔ حَصِیْرَةٌ (ٹاٹ)۔ مِحْبَرَةٌ (دوات)۔ سَبُّوْرَةٌ (تختہ سیاہ)۔ مِمْسَحَةٌ (جھاڑن)۔ نَشَّافَةٌ (سیاہی چوس)۔ مِمْحَاةٌ (ربڑ) +

مَا	هٰذَا	؟	هٰذِهٖ مِحْبَرَةٌ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذِهٖ رِیْشَةٌ
مَا	هٰذَا	؟	هٰذِهٖ طَاوِلَةٌ

مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ حَصِيْرَةٌ
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ سَبُّوْرَةٌ
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ نَشَّافَةٌ
أَ هٰذَا نَشَّافَةٌ ؟ لَا هٰذِهٖ مِمْحَاةٌ

تنبیہ : جس طرح انسانوں اور حیوانوں میں نر اور مادہ ہیں اسی طرح اسم اور کلمے بھی نر و مادہ ہوتے ہیں۔ نر کو مذکّر اور مادہ کو مؤنث کہتے ہیں۔
هٰذَا مذکر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔
هٰذِهٖ مؤنث کے لئے اور ایسے کلمہ کے لئے جس کے پیچھے ۃ لگی ہو۔

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ

نقشہ : خَرِيْطَةٌ ۔ تصویر: صُوْرَةٌ ۔ پائنٹر: مُؤَشِّرٌ ۔
رُولر : مِسْطَرَةٌ ۔ میپ سٹینڈ : حَامِلُ الْخَرَائِطِ ۔ میخ - وَتَدٌ ۔
سٹول : اِسْكَمْلَةٌ +

عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) یہ میخ ہے۔ (۲) یہ پائنٹر ہے۔ (۳) یہ نقشہ ہے۔
(۴) یہ تصویر ہے۔ (۵) یہ میپ سٹینڈ ہے۔ (۶) یہ تختہ سیاہ ہے۔
(۷) یہ رولر ہے۔ (۸) یہ کاغذ ہے (۹) یہ بنچ ہے
(۱۰) یہ ڈسک ہے (۱۱) یہ چٹائی ہے۔ (۱۲) یہ سیاہی چوس ہے۔
(۱۳) یہ ڈسٹر ہے۔ (۱۴) یہ ربڑ ہے۔ (۱۵) یہ میز ہے۔

اَلدَّرْسُ الْخَامِسُ

قَلَمُ حِبْرٍ ۔ قَلَمُ رَصَاصٍ ۔ بَابٌ ۔ شُبَّاكٌ ۔ جِدَارٌ ۔
فَرْشٌ ۔ سَقْفٌ ۔ ذٰلِكَ ۔ تِلْكَ +

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ قَلَمُ حِبْرٍ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ قَلَمُ حَجَرٍ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ قَلَمٌ رَصَاصِيٌّ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ بَابٌ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ شُبَّاكٌ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ جِدَارٌ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ فَرْشٌ

مَا ذَالِكَ ؟ ذَالِكَ سَقْفٌ

تنبیہ : هٰذَا و ذَالِكَ دونوں لفظ ہیں۔ اس لئے کہ جو ٹکڑا بات کا منہ سے نکلتا ہے لفظ کہلاتا ہے۔ دونو کلمے ہیں۔ اس لئے کہ دونو بامعنے ہیں۔ دونو اسم ہیں اس لئے کہ دونو کسی چیز کو ظاہر کرتے ہیں۔ دونو اسم اشارہ ہیں۔ اس لئے کہ دونو کسی شے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہیں۔ فرق ان میں یہ ہے کہ هٰذَا قریب شے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے اور ذَالِكَ بعید شے کی طرف

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ

طَاوِلَةٌ - مِنْضَدَةٌ (میز) - طَلَّاسَةٌ (جھاڑن) -
مِمْسَحَةٌ - مِحْفَظَةٌ (جزدان) - مِقْلَمَةٌ (قلم تراش) - مِرْوَحَةٌ
(پنکھا) - حُجْرَةٌ (کمرہ) - قَاعَةٌ ( ) - فَرَنْدَةٌ (برآمدہ)

تنبیہ

مَا تِلْكَ ؟ تِلْكَ مِنْضَدَةٌ

مَا تِلْكَ ؟ تِلْكَ طَلَّاسَةٌ

مَا تِلْكَ ؟ تِلْكَ مِحْفَظَةٌ

مَا تِلْكَ ؟ تِلْكَ مِقْلَمَةٌ

مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ مِرْوَحَةٌ
مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ حُجْرَةٌ
مَا هٰذِهٖ ؟	هٰذِهٖ قَاعَةٌ
مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ فَرَنْدَةٌ

تنبیہ: معلوم ہو چکا کہ ذَالِكَ اسمِ اشارۂ بعیدہ ہے۔ یعنی ذَالِكَ سے دور شے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہی تِلْكَ کا حال ہے۔ یعنی تِلْكَ سے بھی دُور کا اشارہ کیا جاتا ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ جیسے هٰذَا اسمِ اشارۂ قریبہ مذکر کے لئے اور هٰذِهٖ مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ذَالِكَ سے مذکر بعید کی طرف اور تِلْكَ سے مؤنث بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے +

اَلدَّرْسُ السَّابِعُ

شَجَرَةٌ (درخت)۔ طَرِيْقٌ (راستہ)۔ حَقْلٌ (کھیت)۔ بَيْتٌ (گھر)۔ دُكَّانٌ۔ دَرَّاجَةٌ (بائیسکل)۔ كَرُّوسَةٌ (کاپی)۔ سَيَّارَةٌ (موٹر) +

مَا ذَالِكَ ؟	ذَالِكَ طَرِيْقٌ
مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ شَجَرَةٌ
مَا هٰذَا ؟	هٰذَا بَيْتٌ
مَا ذَالِكَ ؟	ذَالِكَ حَقْلٌ
مَا ذَالِكَ ؟	ذَالِكَ دُكَّانٌ
مَا هٰذِهٖ ؟	هٰذِهٖ دَرَّاجَةٌ
مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ كَرُّوسَةٌ
مَا تِلْكَ ؟	تِلْكَ سَيَّارَةٌ

اَلدَّرْسُ الثَّامِنُ

مُعَلِّمٌ (استاد) - تِلْمِیْذٌ (شاگرد) - مُتَعَلِّمٌ (طالب علم) - هُوَ (وہ) اَنَا (میں) - اَنْتَ (تُو) +

مَنْ هُوَ ؟	هُوَ مُعَلِّمٌ
مَنْ هُوَ ؟	هُوَ تِلْمِیْذٌ
مَنْ هُوَ ؟	هُوَ مُتَعَلِّمٌ
مَنْ اَنْتَ ؟	اَنَا مُتَعَلِّمٌ
مَنْ اَنْتَ ؟	اَنَا تِلْمِیْذٌ
مَنْ اَنَا ؟	اَنْتَ مُتَعَلِّمٌ
مَنْ اَنَا ؟	اَنْتَ مُعَلِّمٌ

تنبیہ : بے جان یا بے عقل چیزوں کی ذات یا صفات پوچھنی ہوں تو کلمہ مَا سے پوچھی جاتی ہیں ۔ با عقل شخصوں کے متعلق سوال کرنا ہو تو کلمہ مَنْ سے کیا جاتا ہے ۔ مَا کا ترجمہ اردو میں کیا اور مَنْ کا کون ہوگا ۔

هُوَ ۔ اَنَا ۔ اَنْتَ یعنی وہ ۔ میں ۔ تُو وغیرہ چھوٹے چھوٹے کلمے جو اسموں کی جگہ بولے جاتے ہیں ضمائر کہلاتے ہیں ۔

اَلدَّرْسُ التَّاسِعُ

وَلَدٌ (لڑکا) - رَجُلٌ (مرد) - بِنْتٌ (لڑکی) - هُوَ (وہ) - هِیَ (وہ)

مَنْ هُوَ ؟	هُوَ رَجُلٌ
مَنْ هُوَ ؟	هُوَ وَلَدٌ
مَنْ اَنْتَ ؟	اَنَا تِلْمِیْذٌ
مَنْ اَنْتَ ؟	اَنَا وَلَدٌ

مَنْ اَنَا ؟ اَنْتَ رَجُلٌ
مَنْ اَنَا ؟ اَنْتَ وَلَدٌ
مَنْ هِیَ ؟ هِیَ بِنْتٌ

هُوَ (وہ) مذکر۔ هِیَ (وہ) مؤنث۔ اَنَا (میں) مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے۔ اَنْتَ (تو) مذکر کے لئے۔

اَلدَّرْسُ الْعَاشِرُ

هُمْ (وہ)۔ اَنْتُمْ (تم)۔ نَحْنُ (ہم)۔ رِجَالٌ (مرد)۔ اَوْلَادٌ (لڑکے) تَلَامِذَةٌ (شاگرد)۔ مُعَلِّمُوْنَ (استاد)۔ مُدَرِّسُوْنَ (استاد)۔ مُدَرِّسَاتٌ (استانیاں) +

مَنْ هُمْ ؟ هُمْ رِجَالٌ
مَنْ اَنْتُمْ ؟ نَحْنُ رِجَالٌ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُمْ رِجَالٌ
مَنْ هُمْ ؟ هُمْ اَوْلَادٌ
مَنْ هُمْ ؟ هُمْ مُعَلِّمُوْنَ
مَنْ هُمْ ؟ هُمْ مُدَرِّسُوْنَ
مَنْ اَنْتُمْ ؟ نَحْنُ اَوْلَادٌ
مَنْ اَنْتُمْ ؟ نَحْنُ مُعَلِّمُوْنَ
مَنْ اَنْتُمْ ؟ نَحْنُ مُدَرِّسُوْنَ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُمْ اَوْلَادٌ
مَنْ نَحْنُ ؟ . . . .
مَنْ نَحْنُ ؟ . . . .
مَنْ اَنْتُمْ ؟ . . . .

تنبیہ: جو کلمہ ایک کو ظاہر کرے اس کو واحد، جو تین یا تین سے زیادہ شخصوں یا چیزوں کو ظاہر کرے اس کو جمع کہتے ہیں

هُوَ : وہ (مذکر) واحد ہے۔ هُمْ: وہ (مذکر) جمع

اَنَا : مَیں (مذکر و مؤنث) واحد ہے۔ نَحْنُ: ہم (مذکر و مؤنث) جمع

اَنْتَ : تُو (مذکر) واحد ہے۔ اَنْتُمْ: تم (مذکر) جمع

اسی طرح : رَجُلٌ واحد ۔۔ رِجَالٌ جمع

وَلَدٌ واحد ۔ اَوْلَادٌ جمع

تِلْمِیْذٌ واحد۔ تَلَامِذَہ جمع

مُعَلِّمٌ واحد ۔ مُعَلِّمُوْنَ جمع

مُدَرِّسٌ واحد۔ مُدَرِّسُوْنَ جمع

مُدَرِّسَۃٌ واحد۔ مُدَرِّسَاتٌ جمع

اَلدَّرْسُ الْحَادِیْ عَشَرَ

اِمْرَأَۃٌ (عورت) + نِسَاءٌ ۔ نِسْوَۃٌ (عورتیں) + بَنَاتٌ (لڑکیاں) + مُعَلِّمَاتٌ (استانیاں) + مُتَعَلِّمَاتٌ (طالبات) ۔ (مُدَرِّسَاتٌ (استانیاں) + تِلْمِیْذَاتٌ (طالبات) + هُنَّ (وہ) + اَنْتُنَّ (تم) + نَحْنُ (ہم)

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ نَحْنُ بَنَاتٌ

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ نَحْنُ نِسَاءٌ (نِسْوَۃٌ)

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ نَحْنُ مُعَلِّمَاتٌ

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ . . . .

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ . . . .

مَنْ اَنْتُنَّ ؟ . . . .

مَنْ هُنَّ ؟ هُنَّ بَنَاتٌ

مَنْ هُنَّ ؟ هُنَّ تِلْمِيْذَاتٌ
مَنْ هُنَّ ؟ هُنَّ مُتَعَلِّمَاتٌ
مَنْ هُنَّ ؟ . . . .
مَنْ هُنَّ ؟ . . . .
مَنْ هُنَّ ؟ . . . .
مَنْ نَحْنُ ؟ نَحْنُ مُدَرِّسَاتٌ
مَنْ نَحْنُ ؟ نَحْنُ بَنَاتٌ
مَنْ نَحْنُ ؟ نَحْنُ نِسَاءٌ
مَنْ نَحْنُ ؟ . . . .
مَنْ نَحْنُ ؟ . . . .
مَنْ نَحْنُ ؟ . . . .

تنبیہ : هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب
أَنْتُنَّ ضمیر جمع مؤنث مخاطب
نَحْنُ ضمیر جمع مذکر و مؤنث متکلم

قواعد التدریس

اس عنوان کے تحت چند اسباق درجہ خصوصیہ ثانیہ کی طالبات کیلئے درج کئے جاتے ہیں۔ معلمات کی تشریحات کے ساتھ کارآمد ثابت ہونگے۔

محادثہ

محادثہ کے سکھانے میں کیا کیا اغراض ملحوظ رہنی چاہئیں

(۱) طلبہ کے دلوں میں جو جو کچھ آتا ہے، اور جن جن چیزوں کا احساس ان کو اپنے حواس کے ذریعے ہوتا ہے اس کو صحیح عبارتوں میں ظاہر کرنے کی قدرت ان میں پیدا کرنا۔

(۲) ان کے خیالات و افکار کو درست ترتیب و تنظیم میں منظم کرنا۔

(۳) خطابت و تقریر کے لئے ان کی استعداد بڑھانا۔

(۴) ان کے پاس صحیح لفظوں اور درست ترکیبوں کا ذخیرہ جمع کرنا، ان کو ان کے استعمال کی مشق کرانا، اور ان کی امداد سے زبان کے قاعدے ذہن نشین کرنا۔

(۵) ان کے حواس کو ترقی دینا، اور نظر و فکر کی پرورش کرنا۔

(۶) ان میں انشاء کے لئے آمادگی پیدا کرنا۔

تدریس محادثہ کے عام قاعدے

(۱) محادثہ کا موضوع تلامذہ کے مدرکات کے موافق ہو، محدود ہو، ان کو محبوب و مرغوب ہو، اُن کے ملاحظات کو بڑھانیوالا ہو، اور ان چیزوں میں سے ہو جو انکے حواس کے تحت آتی ہیں۔

(۲) محادثہ کے موضوعات میں گوناگونی، توی، اور تازگی ہو۔

(۳) محادثہ اور اسکے موضوعوں کو پسند کرنے میں سہل سے صعب، آسان سے دشوار کی طرف درجہ بدرجہ ترقی ہو، پہلے پہل تلامذہ سے ان اشیاء پر گفتگو کرائی جائے جنکا ادراک انکو آسان

ہو، اور چھوٹے چھوٹے آسان جملے ہی ان سے نکلوائے جائیں، اور پھر اونچے اونچے موضوعوں اور لمبے لمبے جملوں تک آہستہ آہستہ ان کو پہنچایا جائے۔

(۴) مدرس طلبہ سے سوال اور گفتگو کرنے میں ہمیشہ صحیح لغت استعمال کرے۔

(۵) مدرس کو سوال اور بات چیت کرتے وقت شاگردوں کی استعداد کے برابر آجانا چاہیئے تاکہ وہ اس کی گفتگو سمجھ سکیں اور اس کی نقل کر سکیں۔

(۶) تلامذہ سے سوالوں کا جواب لینا، اور پورے اور درست جملوں میں جواب لینا۔

(۷) پوری بیداری سے شاگردوں کے جوابات سننا، انکی غلطیوں کو درست کرنا۔

(۸) متقدمین تلامذہ کے محادثہ میں ان سے ایک مطلب کو مختلف عبارتوں میں اداکرانا، اور ایسے الفاظ سے انکی امداد کرنا جو اس غرض کیلئے کارآمد ہوں۔ لیکن مبتدیوں سے ہر مطلب کیلئے ایک ہی جملہ بس ہے، کیونکہ تعبیر کی رنگارنگی ان کی طاقت سے بالا ہے۔ انکے سامنے کثرت تعبیر کا میدان کشادہ کرنیکے لئے معلم کو کتاب پڑھاتے وقت کوشش کرنی چاہیئے۔

(۹) محادثہ کے آغاز کار میں معلم کو چاہیئے کہ متعلمین سے انکے صحیح جوابات کا متعدد مرتبہ تکرار کرائے تاکہ انکی زبانوں کو صحیح الفاظ اور صحیح جملوں کے ادا کرنے کی بخوبی مشق ہوجائے اور وہ ان کے ذہن نشین ہوکر ان کے لغوی خزانے کی بنیاد بن جائیں۔

(۱۰) متقدمین کے ساتھ ایک ہی شئے سے تعلق رکھنے والے افکار و معانی کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔

(۱۱) تلامذہ میں سے متقدمین کو انکے محادثات میں نحو کے مشہور ابواب کے استعمال کی مشق کرائی جائے جیسے، اسماء اشارہ، اسماء موصولہ، افعال، صفات وغیرہ۔

(۱۲) شاگردوں کو ان کی عام بول چال میں کلام صحیح سے خوگر کرنا نہ صرف لغت عربیہ کے حصول میں بلکہ تمام حصوں میں، تاکہ انکو نطق صحیح کا سلیقہ حاصل ہوجائے۔

(۱۳) محادثہ کے اسباق کو جہاں تک ہوسکے کھیلوں کے سانچے میں ڈھالنا۔

طریقہ تدریس

دروس محادثہ کے تین مرحلے ہیں، ہر مرحلے کا ایک خاص طریقہ ہے، بیان اسکا حسب ذیل ہے

پہلا مرحلہ

غرض اس مرحلہ کی اطفال کو کلام پر جرأت دلانا۔ اور ان کو ایسے درست الفاظ اور صحیح جملے مہیا کرنا جن کی انھیں ضرورت ہو۔ اور کلام صحیح کا دروازہ ان پر کھولنا اور عملی طور پر انھیں بتانا کہ دیکھی چیزوں کو بیان کیسے کیا جاتا ہے :-

اس مرحلہ پر دروس محادثہ متنوع ہونے چاہئیں اور انکی تنوع میں مندرجہ ذیل ترتیب ہونی چاہئے :-

اول: ایسے دروس (اسباق) جو مدرس یا شاگردوں کے لیے مختلف اعمال پر قائم ہوں جو جماعت کے لئے شوق انگیز ہوں ۔ مدرس ان اعمال کی تعبیر کرے ۔ پھر ان میں سے ایک سے زیادہ ہر فعل کی تعبیر کی نقل کرنے کا حکم دے ۔

ثانی: جو سبق اس کے بعد آئیں وہ اس پر مبنی ہوں کہ مدرس یا بعض طالب علم مختلف اعمال بجا لائیں اور اُن سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ ان اعمال کو صحیح جملوں میں بیان کریں جیسا کہ انھوں نے مدرس کو نوع اول میں کرتے دیکھا تھا ۔

ثالثاً: ایسے درس ہوں جن میں مالوف اشیا کو طالب العلموں کے سامنے کرے اور اُن پر اُن سے بحیثیت ان کے ناموں وصفوں موقعوں اور بلحاظ ان کاموں کے جو ان کے سامنے ان اشیا پر کئے جائیں ان سے مکالمہ کرے ۔ اور صرف چھوٹے چھوٹے صحیح جملوں پر اکتفا کرے ۔

اب یہاں اس نوع کے درس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس سبق کو کس طرح چلانا چاہئے ۔

موضوع درس كُرَةُ اليَد ہوگا ۔

مدرس کو چاہئے کہ مختلف رنگوں کی گولیاں مہیا کرے جو ایک خوبصورت ڈبے میں رکھی ہوئی ہوں اور درس کو طریق ذیل پر چلائے :-

پہلا قدم

مدرس : ایک سفید گولی (کرة بیضا) سامنے کرکے پوچھے : مَا هٰذِهٖ ؟

تِلمیذ : هٰذِهٖ كُرَةٌ ۔
مُدرّس : مَا لَوْنُهَا ؟
تِلمیذ : اَبْيَضُ
مُدرس : جواب میں ایک ہی کلمہ نہ بولو۔ اپنا کلام کلمہ لَوْن سے شروع کرو۔
تلمیذ : لَوْنُ الكُرَةِ اَبْيَضُ
مدرس : لَوْن کا لفظ چھوڑ دو ۔ الکرۃ کے لفظ سے کلام شروع کرو۔
تلمیذ : اَلْكُرَةُ بَيْضَاءُ ۔
مدرس کُرہ کو صندوق میں رکھ کر پوچھتا ہے : مَا ذَا فَعَلْتُ ؟
تلمیذ : وَضَعْتَ الْكُرَةَ فِي الصُّنْدُوْقِ ۔
مدرس : اُذْكُرْ كَلِمَةَ " المُعَلِّم " فِي كَلَامِكَ ۔
تلمیذ : وَضَعَ المُعَلِّمُ الْكُرَةَ فِي الصُّنْدُوْقِ ۔
اسی طرح باقی کُرات کے متعلق اُن سے محادثہ کرے ۔

دوسرا قدم

مُدرّس (ایک طالب علم کو اس کا نام مختار سہی ۔ مثلاً ۔ کُرہ دیکر) مَا ذَا فَعَلْتُ ؟
تلمیذ : اَعْطَيْتَ مُخْتَارًا الْكُرَةَ ۔
المدرس : اُذْكُرْ كَلِمَةَ " المُدَرِّس " فِي كَلَامِكَ ۔
تلمیذ : اَلْمُدَرِّسُ اَعْطَى مُخْتَارًا الْكُرَةَ ۔
المدرس يَأْمُرُ تِلْمِيْذًا آخَرَ وَ لْيَكُنْ "سَعِيْدًا" بِاَخْذِ كُرَةٍ مِنَ الصُّنْدُوْقِ ثُمَّ يَسْأَلُ :
مَا ذَا عَمِلَ سَعِيْدٌ ؟
التلميذ : اَخَذَ الْكُرَةَ مِنَ الصُّنْدُوْقِ ۔
المدرس : مَنْ اَخَذَ الْكُرَةَ ؟
التلميذ : سَعِيْد ۔

المدرس: قُلْتُ لَا تَذْكُرْ كَلِمَةً وَاحِدَةً فِي إِجَابَتِكَ۔ أُذْكُرْ كَلِمَةً "أَخَذَ"۔

التلميذ: أَخَذَ سَعِيْدٌ الْكُرَةَ۔

وَ هٰكَذَا يُفْعَلُ فِي بَاقِي الْكُرَاتِ۔

تیسرا قدم

المدرس: جن تلامذہ نے کُرات لیئے تھے وہ کھڑے ہوجائیں اور دوسرے ان کی گنتی کے مطابق مناسب فاصلہ پر اُن کے بالمقابل کھڑے ہوں، پھر معلم جن کے پاس گولیاں ہیں ان میں سے پہلے کو (اس کا نام شفیق سمجھ لو) حکم دے کہ اپنی گولی اپنے مقابل کی طرف پھینکے، اس مقابل کا نام عزیز فرض کر لو۔

شَفِيْقٌ يَرْمِي الْكُرَةَ فَيَلْتَقِطُهَا عَزِيْزٌ۔

المدرس: مَاذَا فَعَلَ شَفِيْقٌ؟

التلميذ: رَمٰى شَفِيْقٌ الْكُرَةَ۔

المدرس: وَ مَا ذَا فَعَلَ عَزِيْزٌ؟

التلميذ: لَقَطَ عَزِيْزٌ الْكُرَةَ۔

المدرس: يَأْمُرُ التِّلْمِيْذُ الثَّانِيْ وَ نُيَكْنُ "تَوْفِيْقًا" بِوَضْعِ الْكُرَةِ عَلَى الْمِسْطَرَةِ بِحَذَرٍ حَتّٰى لَا تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ۔

تَوْفِيْقٌ يَضَعُ الْكُرَةَ عَلَى الْمِسْطَرَةِ فِي حَذْرٍ۔

المدرس: (يَسْأَلُ) أَيْنَ الْكُرَةُ؟

التلميذ: اَلْكُرَةُ عَلَى الْمِسْطَرَةِ۔

المدرس: مَنْ وَضَعَهَا عَلَى الْمِسْطَرَةِ؟

التلميذ: وَضَعَهَا تَوْفِيْقٌ۔

المدرس يَأْمُرُ تَوْفِيْقًا بِرَمْيِ الْكُرَةِ إِلَى الْمُقَابِلِ لَهٗ وَ لْيَكُنْ كَامِلًا۔ تَوْفِيْقٌ يُهِمُّ بِمُنَاوَلَةِ الْكُرَةِ لِكَامِلٍ فَتَقَعَ عَلَى

الْاَرْضِ ۔
المدرس : مَاذَا حَدَثَ لِلْكُرَةِ ؟
التلمیذ : وَقَعَتِ الْكُرَةُ عَلَى الْاَرْضِ ۔
المدرس : مَنِ الَّذِی اَوْقَعَهَا ؟
التلمیذ : اَوْقَعَهَا تَوْفِیقٌ
المدرس : اذن یخرج تَوْفِیق مِنَ اللَّعَبِ ثُمَّ یَأْمُرُهٗ برفق
و لین و فی مظهر من السرور و الضحک بالبعد قلیلا
عن الصف ۔
المدرس : مَاذَا عَمِلَ تَوْفِیقٌ ؟
التلمیذ : خَرَجَ مِنَ الصَّفِّ اَوْ بَعُدَ عَنِ الصَّفِّ ۔
المدرس یَأْمُرُ التِلْمِیذَ الثَّالِثَ وَ لْیَکُنْ "حَامِدًا" بِمَدِّ یَدِہٖ
الیُسْرٰی جَاعِلًا ظَهْرَهَا اِلٰی اَعْلٰی ثُمَّ یَسْأَلُ :
مَاذَا فَعَلَ حَامِد ؟
التلمیذ : مَدَّ یَدَهٗ ۔
المدرس یَأْمُرُ حَامِدًا بِوَضْعِ کُرَتِہٖ عَلٰی ظَهْرِ یَدِہٖ ثُمَّ یَسْأَلُ
مَاذَا فَعَلَ حَامِد ؟
التلمیذ : وَضَعَ الْکُرَةَ عَلٰی یَدِہٖ ۔
المدرس یَأْمُرُ حَامِدًا بِرَمْیِ الْکُرَةِ اِلٰی صَاحِبِہٖ رُشْدِی
حَامِد یَرْمِی الْکُرَةَ بِنَجَاحٍ فَتَقَعُ فِی یَدِ رُشْدِی ۔
المدرس یَأْمُرُ التَّلَامِیْذُ بِالتَّصْفِیْقِ ، اِعْجَابًا بِهٰذَیْنِ
التِلْمِیذَیْنِ ثُمَّ یَسْئَلُ : مَاذَا فَعَلَ التَّلَامِیْذُ ؟
التَّلَامِیْذُ : صَفَّقُوْا ۔
المدرس : صَفَّقُوْا لِمَنْ ؟

التلمیذ : صَفَّقُوْا لِرُشْدِی وَحَامِد۔
المدرس : مَاذَا فَعَلَ حَامِد ؟
التلمیذ : رَمَی الکُرَةَ إِلَی رُشْدِی۔
المدرس : وَ اَیْنَ وَقَعَ الکُرَةُ ؟
التلمیذ : وَقَعَتِ الکُرَةُ فِي يَدِ رُشْدِی۔
المدرس يَأمُرُ التِّلْمِیْذَ الرَّابِعَ الَّذِی مَعَهُ الکُرَةُ الرَّابِعَةُ
وَ لْيَكُنْ "حِلْمِيًا" بِدَحْرَجَتِهَا عَلَی الاَرْضِ ثُمَّ يَسْأَلُ،
مَاذَا فَعَلَ حِلْمِیْ ؟
التلمیذ : دَحْرَجَ حِلْمِی الکُرَةَ عَلَی الاَرْضِ۔
المدرس يَأمُرُ بِتِلْمِيذٍ آخَرَ وَ لْيَكُنْ "نَصْرًا" بِضَرْبِ الکُرَةِ
بِمِضْرَبٍ صَغِيرٍ ثُمَّ يَسْئَلُ :
مَاذَا فَعَلَ نَصْرُ ؟
التلمیذ : ضَرَبَ نَصْرُ الکُرَةَ ۔
المدرس : بِمَاذَا ضَرَبَهَا ؟
التلمیذ : ضَرَبَهَا بِالمِضْرَبِ ۔

چوتھا قدم

المدرس يَأمُرُ التَّلَامِيْذَ بِالجُلُوسِ، ثُمَّ يَعْرِضُ عَلَيْهِمُ الصُّنْدُوقَ، وَيَسْأَلُ:
مَا هٰذَا ؟
التلمیذ : هٰذَا صُنْدُوقٌ ۔
المدرس يَعْرِضُ غِطَاءَ الصُّنْدُوقِ وَ يَسْأَلُ :
مَا هٰذَا ؟
التلمیذ : هٰذَا غِطَاءُ الصُّنْدُوقِ ۔
المدرس يَأمُرُ كُلَّ تِلْمِيذٍ بِوَضْعِ كُرَتِهٖ فِي الصُّنْدُوقِ ثُمَّ يَسْأَلُ :

مَاذَا فَعَلَ التَّلَامِيذُ ؟

التلميذ : وَضَعُوا الكُرَاتِ فِي الصُّنْدُوقِ -

المدرس يَسْتَدْعِي تَوْفِيقاً وَ يَأْمُرُهُ بِتَغْطِيَةِ الصُّنْدُوقِ ثُمَّ يَسْئَلُ :

مَاذَا عَمِلَ تَوْفِيقُ ؟

التلميذ : غَطَّى تَوْفِيقُ الصُّنْدُوقَ -

تنبیہ : اس مثال سے معلم پر روشن ہوگا :

۱ ـ ان چھوٹے بچوں کے لئے ایسے سوالات کس طرح تیار کئے جاتے ہیں جن سے حسب مراد جملے نکالے جاسکیں -

۲ ـ شاگردوں کو کیسے آمادہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ پورے جملوں میں جواب دیں -

۳ ـ ان جملوں کی مقدار جن پر مدرس اس مرحلے میں اکتفا کرتا ہے -

۴ ـ کس طرح محادثہ کو کھیل کا رنگ دیکر عملی صورت میں لایا جاسکتا ہے -

۵ ـ متنوع جوابات حاصل کرنے کے لئے سوالات کی تنویع -

دوسرا مرحلہ

اس مرحلہ کی اہم غرض ان اشیاء کے ادراک میں جو تلامذہ کے آس پاس موجود ہوں ان کے دائرۂ ملاحظہ کی توسیع ، تنویع عبارات پر ان کی تمرین ، الفاظ کا جملہ میں ان کے مناسب مواضع پر استعمال ، پہلے مرحلے کے جملوں سے دراز تر جملوں میں ہے گفتگو اور اس کے لئے واجب ہے کہ ان میں محادثہ کے لیسے موضوعات منتخب کئے جائیں جو پہلے مرحلہ کے جملوں سے زیادہ بلند ہوں ، اور ان چیزوں کے متعلق ہوں ، جو ان کے مختلف ماحولوں میں ان کے زیرِ نگاہ رہتی ہوں ، مثلاً السبورۃ ، الحقیبہ ، القمطر ، کوب الماء (کوزۂ آب) ادوات المائدہ بعض طیور ، انواع الحیوان مثلاً قط ، بقرہ ، حمامہ وغیرہ ، اور ان کے متعلق گفتگو کرنے میں اسماء وصفات پر مزید کچھ فوائد و خصائص وغیرہ بھی گوناگوں عبارتوں میں بیان ہوں -

اور اس مرحلہ کے دروس میں چلنے کی کیفیت کا ملخص یوں ہو سکتا ہے کہ مدرس وہ شے پیش کرے جس کی بات کرنا مطلوب ہو اور تلامذہ کے ساتھ اس کے نام، صفات، محل وقوع اور خصائص و منافع پر مراعات ذیل کو ملحوظ رکھ کر گفتگو کرے:

ا۔ خصائص و منافع کے استقصا میں تکلف اور مبالغہ نہ ہو، تلامذہ جس قدر ان کا ادراک کر سکتے ہوں اسی پر اکتفا کرے۔

ب۔ ایک ہی مطلب کا اظہار طلبہ سے متعدد عبارتوں میں کرائے۔ کبھی عبارت کے الفاظ کے موقع بدل کر اور گاہے مرادف الفاظ کا استعمال کرا کر۔

ج۔ ان عبارتوں میں جو تلامذہ بیان کریں کسی وصف یا معطوف یا مضاف یا مضاف الیہ وغیرہ کے استنباط سے طوالت پیدا کرے اور تلامذہ کو ارشاد کرے کہ انھیں جملہ کے مناسب مقام پر چسپاں کرو۔

ذیل میں ایک نمونے کا سبق پیش کیا جاتا ہے، جس کا موضوع ہے

سَبُّورَةُ الفَصْلِ

المدرس: (تختہ سیاہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مَا اسْمُ هٰذِهٖ؟

التلميذ: هٰذِهٖ سَبُّورَةُ الفَصْلِ۔

المدرس: عَلٰی اَيِّ شَيْءٍ هِيَ اَلآنَ؟

التلميذ: اَلسَّبُّورَةُ عَلَى الحَائِطِ۔

المدرس: إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "مثبتة" فِي كَلَامِكَ؟

التلميذ: اَلسَّبُّورَةُ مثبتة فِي الحَائِطِ۔

المدرس: إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "تثبت"؟

التلميذ: تثبت السَّبُّورَةُ فِي الحَائِطِ۔

المدرس: بِمَاذَا تثبت؟

التلميذ: تثبت بِالمسامير۔

المدرس : زِدْ كَلِمَةَ مَسَامير عَلَى الجُمْلَةِ السَّابِقَةِ ؟
التلميذ : تثبت السَّبُّورَةُ فِي المَسَامِيْرِ -
المدرس : اين مكانها مِنَ التَّلَامِيْذِ ؟
التلميذ : أَمَامُ التَّلَامِيْذِ -
المدرس : لَا ، إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ السَّبُّورَةِ لِتَكُونَ جُمْلَةً ؟
التلميذ : السَّبُّورَةُ أَمَامُ التَّلَامِيْذِ -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَتَيْ "تثبت" وَ "مَسَامِيْر" فِي الجُمْلَةِ السَّابِقَةِ ؟
التلميذ : تثبت السَّبُّورَةُ فِي الحَائِطِ أَمَامُ التَّلَامِيْذِ بِالمَسَامِيْرِ -
المدرس يَطْلُبُ تَكْرَارَ هٰذِهِ الجُمْلَةِ مِنْ تلاميذ آخَرِيْنَ -

(باقی باقی)

دشمنوں کی کھلی شکست

("الکوثر" کی رُو سے)

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ ٥ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ٥

ترجمہ: ہم نے تجھے "الکوثر" عطا کیا۔ پس تو اپنے رب کی عبادت کر اور اسکے لئے قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن "ابتر" ہوگا۔

یوں تو ہم رات دن اپنی ذاتی بہبودی، جماعتی ترقی، سیاسی کامیابی، مذہبی فتح اور مخالفین کی شکست کے نت نئے دماغی پروگرام بناتے رہتے ہیں۔ اُن پر عمل بھی کرتے ہیں۔ کبھی کامیاب ہوتے ہیں۔ مگر اکثر و بیشتر منہ کی کھاتے ہیں۔

آؤ آج قرآن عزیز کی اس مختصر ترین سورۂ مبارکہ پر تدبر کریں اور اس آئینہ میں اپنے دماغی پروگراموں اور خدائی فرمودہ حقیقتوں کا موازنہ کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ روز پروگرام بنا بنا کر اور لیڈروں سے ناقابل عمل دستور العمل سُن سُن کر ہم بددل سے ہوگئے ہیں مگر آؤ! آج ایک بار پھر اس زندہ حقیقت سے جستجوئے کیمیا کریں۔

سورۃ الکوثر قرآن عزیز کی مختصر ترین سورت ہے جسکی کل تین آیات ہیں جو دس الفاظ پر مشتمل ہیں لیکن یہ آیات معانی و مطالب کے لحاظ سے حقائق و بینات کا ایک بحر بیکراں اپنے دامن الفاظ میں لئے ہوئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے ایک بہت بڑے عطیہ کا ذکر، دشمنوں کی شکست کا عملی پروگرام، نہ صرف پروگرام بلکہ اس کا لازمی نتیجہ اور زندہ مثال بھی انھیں معدودے چند الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ مختصر یہ کہ امت مسلمہ کی تقدیر کا نقشہ مستقبل، ماضی و حال کے روشن آئینہ کے پہلو بہ پہلو مرقوم و مسطور رہے۔

"الکوثر" کیا ہے؟ الکوثر کے لغظی معنی "کثیر" یعنی "بہت زیادہ" ہیں۔ اسکے اصطلاحی معنی بیان کرنے کیلئے مفسرین کرام کے اقوال مبارکہ پیش کرتا ہوں:۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر میں مفسرین کے مندرجہ ذیل اقوال نقل کئے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابن عباس الکوثر سے مراد خیر کثیر لیتے ہیں۔ جسکا بہترین نمونہ قرآنِ عزیز ہے" حضرت عکرمہؓ نے الکوثر کا مفہوم نبوت قرآن اور مفید باتیں بیان کیا ہے"۔ ابن ابی حاتم قرآن عزیز مراد لیتے ہیں (تفسیر السیوطی الجزء الساد س صفحہ ۴۰۳ مطبوعہ مصر) ایک مفسر کے نزدیک الکوثر کا مفہوم کثرت علم وعمل۔ دنیا اور آخرت کی بزرگی ہے۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۸۰۶ مطبوعہ مصر) یہی بزرگ ایک دوسرے موقعہ پر الکوثر کو اولاد۔ امت۔ علماء اور قرآن عزیز سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اسکی تفسیر میں بیت اللہ (خانہ کعبہ شریف) کو ترجیح دی ہے۔

عام مفسرین کی اکثریت کا خیال ہے کہ الکوثر سے مراد حوض کوثر ہے۔

زمانۂ حاضرہ کے ایک مفکر قاضی سلیمان منصور پوری نے تمام معانی میں کثرتِ امت کو ترجیح دی ہے

بہرحال آپ اِن آرائے صائبہ میں سے کسی کو پسند فرمائیں۔ لیکن ہمارے نزدیک سب درست ہیں چونکہ اصل الاصول قرآنِ عزیز ہے باقی جملہ معانی اس کے فروع و نتائج ہیں۔ اور تمسّک بالقرآن کا لازمی اور لابدی ثمرہ ہیں۔ "خیر کثیر" کا سرچشمہ قرآن عزیز ہے۔ "نبوت" کا مدار اس پر ہے۔ "مفید باتیں" اسی سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔ "علم وعمل کی کثرت کے لئے قرآن عزیز سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں"۔ دنیا اور آخرت کی بزرگی کا انحصار بھی اسی قرآن پر ہے نبی کی "اولاد" اور "امت" وہ ہے جو عمل بالقرآن اور ایمان بالقرآن سے مشرف ہے۔ "علماء وہ ہیں جو قرآن عزیز پیش کریں۔ "بیت اللہ" نفاذ قرآنی اور خلافت الٰہی کے مرکز کا نام ہے۔

یہ تو الکوثر کے متعلق لفظی بحث تھی، اب ذرا عملی دنیا میں دیکھئے ہیں کہ نبی اکرم صلعم کو کونسی کوثر ملی۔

کوثر کے زندہ آثار:

دنیا جانتی ہے کہ آپکو خیر کثیر ملی اور مختلف رنگوں میں ملی۔ باوجود امّی ہونے کے نبوت ملی۔ باوجود تبلیغی ذرائع محدود اور مسدود ہونے کے کثیر امت ملی۔ مخالفت اور مقابلہ کے ہوتے ہوئے دنیائے اسلام کا قدیم مرکز بیت اللہ ملا۔ دنیا جہان کی ہدایتوں کا سرچشمہ قرآن عزیز ملا۔ رحمۃ للعالمین کا لقب ملا۔ اور وہ حوض کوثر ملی جو تشنہ کاموں کیلئے مایہ سیرابی اور باعث طمانیت ہوگی۔

آپ کی نبوت بھی وہ نبوت جہاں رسالت ونبوت کو کمال عروج حاصل ہوگیا۔ جہاں تقدیر امم کے آخری فیصلے کردئے گئے: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (القرآن ۵: ۳) کی نوید ربانی ملی اور خاتم النبیین کا معزز خطاب عطا ہوا۔

آپکی امت بھی ایسی سرفروش اور جانباز امت جس نے تین سو تیرہ کی قلیل تعداد میں بھی بڑے بڑے میدان مارے اور قرآن عزیز کے اس دعوے کو اپنے عمل سے ثابت کردیا۔ "منکرو! بگوش ہوش سن رکھو۔ اور مومنو! مطمئن رہو کہ

خدائی فوج ہی اس دنیا میں غالب آکر رہے گی اور فلاح پائے گی۔ (القرآن ۵ : ۵۶) ایسی مجاہد امت جو آن کی آن میں تمام روئے زمین پر پھیل گئی جس نے قیصر وکسریٰ کے تخت پاؤں تلے روند دئے۔

آنحضرتؐ کو ایک قدیم ترین مرکز بیت اللہ ملا جو دنیا کے عین وسط میں برکتوں کا ملجا اور رحمتوں کا ماویٰ ہے جس کی تاسیس حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے کی جسکی تعمیر میں حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نے خون پانی ایک کیا۔ وہی کعبہ جو تمام اقوام عالم کے لئے آخری ٹھکانہ اور امن وامان کا مامن بنا۔ (القرآن ۲ : ۱۲۵) وہی کعبہ جسکی حفاظت کیلئے ابرہہ جیسے مغرور شہنشاہوں کا خاک وخون میں تڑپایا گیا۔

آپ پر قرآنِ عزیز نازل ہوا۔ جو دنیا کی فلاح۔ اقوام کی نجات۔ افراد کی اصلاح کا آخری مکمل قانون ہے جو دین و دنیا۔ سیاست ومعیشت۔ تمدن وتہذیب۔ اقتصاد و اخلاقیات غرض ہر ایک شعبۂ زندگی میں ہادی اور رہنما ہے۔ جس کے الفاظ تحریف وتنسیخ سے محفوظ۔ جس کی نظیر ومثال ناپید وناممکن۔ یہی قرآن عزیز ذکر للعٰلمین ہے اور یہی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہے۔ اپنی صداقت اور اپنے دعاوی کا خود ہی شاہد عادل ہے۔

حضور اکرم صلعم کو حوض کوثر کی عطا جس کی بشارت آپ نے افرادِ امت کو ان الفاظ میں دی :۔

"میں حوض کوثر پر تمہارا پیشرو ہوں گا۔ جو شخص میرے ہاں آئے گا سیراب ہوگا۔ پھر کبھی تشنہ کام نہ ہوگا۔ ہاں بعض اقوام آئیں گی۔ میں بھی انھیں پہچان لونگا۔ اور وہ بھی مجھے پہچانیں گی۔ لیکن میرے اور ان کے درمیان حجاب ڈالدیا جائے گا۔ ان کو میرے پاس نہ آنے دیا جائے گا۔

میں کہونگا یہ لوگ تو میری امت سے ہیں۔ موکلانِ خداوندی جواب دینگے۔ حضور آپ کو معلوم نہیں آپ کے بعد انھوں نے کیا کیا ایجادات کرلی تھیں۔ میں کہونگا جس شخص نے میرے بعد دین میں تغیر وتبدل کیا اس کو ہٹادو۔ اس کو ہٹادو" (الحدیث)

شکرانہ نعمت :۔ یہ تو آپ نے پڑھ لیا کہ عطیہ الٰہی کیا تھا۔ اب یہ دیکھیں کہ اس عطیہ کا شکریہ کیا مقرر ہوا۔ دوسری آیت بتلاتی ہے۔

"پس تو اپنے رب کی عبادت کر اور اس کیلئے قربانی کر"

یعنی دو فرائض مقرر ہوئے۔ پہلا قیام صلوٰۃ۔ دوسرا نحر (قربانی) اس سے پہلے کہ ان دونو الفاظ کی تشریح کروں شکریہ کے متعلق بھی چند سطور پڑھ لیجئے۔ اور ذرا اس نکتہ پر غور کیجئے کہ عطیہ ایک تھا۔ اور فرائض دو مقرر

ہوئے۔ وہ بھی عملی۔ ہم تو حصول نعمت پر رب الارباب کو بھول ہی جاتے ہیں۔ اگر یاد آیا بھی تو الحمد للہ کہا اور بس۔

یاد رکھئے شکر نعمت کے صحیح استعمال کو کہتے ہیں نہ کہ زبانی جمع خرچ کو۔ مثلاً اگر آپ عالم ہیں تو اپنے علم کو صرف کفر کے فتووں کی مشین نہ بنائیں۔ بلکہ طالبان حق کو اس چشمہ صافی سے سیراب کریں اور دوسروں کیلئے علم و عمل کا بہترین نمونہ بنیں۔ اگر مضمون نویس ہیں تو اس سے ملک و ملت کی خدمت مطمع نظر ہو اور حق کی آواز بلند کرنا مقصود ہو۔ نہ کہ صرف جلبِ منفعت اور حصولِ شہرت۔

اگر آپ مدیر ہیں تو اس ادارت سے مذہب و دین کا صحیح تخیل پیش کریں۔ بجا رہنمائی کریں۔ اگر آپ میونسپلٹی کے ممبر یا اسمبلی کے رکن ہیں تو اس کا شکریہ یہی ہے کہ آپکا ووٹ حق کے لئے ہو۔ رائے سچائی اور صداقت کے ساتھ ہو۔ اگر آپ قوم کے لیڈر ہیں تو قوم کے لئے ٹھوس اور عملی پروگرام پیش کرنا خود نمونہ بن کر تحریک عمل کرنا ہی شکر ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ کھانے کا شکریہ ہے کہ اپنے اس قلب و جگر۔ دل و دماغ سے درست کام لیں جسکو کھانے سے تقویت پہنچی ہے۔ کتاب ملنے کا شکریہ ہے کہ اسکو پڑھیں اور عمل کیلئے سبق حاصل کریں۔ اسی کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۵
"اگر تم حصولِ نعمت پر شکر بجالائے تو نعمت اور زیادہ دونگا۔ لیکن اگر ناشکری کی۔ غلط استعمال کیا۔ تو یاد رکھو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے"۔

شکر کے بدلہ میں ازدیادِ نعمت اور ناشکری کی سزا میں عذاب" کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ہم اپنا مال اچھی تجارت میں لگائیں تو ضرور منفعت ہوگی۔ اور اگر عیاشی یا زر پرستی میں پڑ گئے تو نہ صرف دولت ضائع ہوگی بلکہ سینکڑوں مصائب و تکالیف سر آپڑینگی۔ بہرحال الکوثر کے عطیہ پر دو شکر مقرر ہوئے ایک قیام صلوٰۃ۔ دوسرا نحر (قربانی)

شکست کا پروگرام:۔ (۱) الصلوٰۃ کیا ہے؟ ایک خدائی نظام ہے۔ جس کے ماتحت ایک محلہ کے تمام کلمہ گو افراد ۲۴ گھنٹہ میں پانچ بار باہمدیگر مرکز اسلامی (محلہ کی مسجد) میں جمع ہوتے ہیں اور رب کعبہ کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار مسجد جامع میں تمام شہر کا اجتماع ہوتا ہے۔ امام اپنے خطبہ میں گذشتہ ہفتہ کی رپورٹ پڑھتا ہے اور آئندہ ہفتہ کے لئے پروگرام پیش کرتا ہے۔ احکام نافذ کرتا ہے۔ سال میں دو بار شہر سے باہر میدانِ عید میں مجلسِ کبیر منعقد ہوتی ہے۔ شہر و مضافات کے لئے امام اعلیٰ احکام ربانی پیش کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ اور تمام مسلمان مالک الملک کی درگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے

ہیں۔ نیز سال میں ایک بار تمام عالم اسلام مرکز قدیم (بیت اللہ) میں مجتمع ہو کر اخوت اسلامی اور اتحاد و محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

قیام صلوٰۃ کیا ہے؟ اخوت و اتحاد کا مظاہرہ۔ مساوات و برابری کی مثال۔ اطاعت امیر کا درس۔ انتخاب امیر کا سبق۔ دستور العمل بنانے کی تحریک۔ نظام ربانی کی تشکیل۔ دل پاک کرنے کا خیال۔ جسم و پوشاک کی طہارت کا نظام۔ قبلہ رو ہونے کا طریق۔ محبوب خدا بننے کا آئین۔ منکرات و فواحش سے بچنے کا دستور۔ اور دشمنوں کی شکست۔ ظالموں کی پسپائی کا دستور العمل۔

نحر (قربانی) کیونکر ہوتی ہے؟ نحر کے لفظی معنی اونٹ کو ذبح کرنا ہیں۔ عربی محاورہ میں کسی چیز میں کمال پیدا کرنے کو بھی نحر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں نحر سے مراد مطلق قربانی ہے۔ وہ قربانی جسکی ابتداء ابراہیم خلیل اللہؑ نے کی اور جسکی روشن مثال امام علیہ السلام نے قائم کی۔

حکم خداوندی ہوا "اے ابراہیمؑ! قربانی دے" خدا کا پیارا اٹھا اونٹ ذبح کرنے لگا۔ اونٹ محبوب مال تھا مگر مقبول نہ ہوا۔ مزید حکم آیا "قربانی دے" دس اونٹ ذبح کئے۔ بیس کئے۔ سو کئے۔ ہزار کئے۔ لیکن پھر وہی حکم "اے ابراہیم! قربانی دے، محبوب ترین شے درکار ہے۔ اور وہ ہے تیرا پیارا لخت جگر اسمٰعیلؑ"۔ شفیق مگر حنیف باپ نے فرزند رشید کو بلایا "بیٹا خواب میں دیکھا ہے تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ کہو کیا خیال ہے؟ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ قربانی کا متوالا فرزند برجستہ گویا ہوا" پدر مشفق! حکم خداوندی بجا لاؤ۔ تاخیر کیوں؟ میں یقیناً صبر و سکون سے قربانی دوں گا۔ باپ نے آستین چڑھائی چھری ہاتھ میں لی۔ بیٹے نے گردن جھکائی اور قربانی دی۔ ملاء اعلیٰ سے ندا آئی۔ "قربانی مقبول ہوئی اور امامت سپرد ہوئی"۔ (اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔)

دیکھا آپ نے یہ ہے شرطِ امامت اور یہ ہے شرطِ خلافت۔ کہاں ہیں زندہ روحیں جو اپنے پاک خون سے امامت و خلافت کی بنیاد رکھ کر ایک بار پھر خلافت ربانی اور آسمانی حکومت کے قیام سے زندگی جاوید حاصل کریں۔ اسی قربانی کی ایک جھلک تھی جو آتش نمرود میں خلیل اللہؑ نے کود کر دکھلائی تھی ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ؞ عقل ابھی محو تماشا تھی لب بام کھڑی

اسی امامت و خلافت کی ناموس تھی جس کے لئے شہیدوں کے سرتاجؑ نے باطل کے مقابلہ میں سرزمین کربلا کو خون سے لالہ زار بنایا۔ اعزہ و اقربا اور معصوم بچوں کے پاک خونی قطرات سے فرات کو جوئے خون بنایا۔

وہ قربانی ہی تھی کہ اویس قرنیؓ نے اقتدائے حبیب کے جذبہ سے مجبور ہو کر دندانِ مبارک شہید کر ڈالے۔

صدیق اکبر نے محبت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سارا مال و منال محبوب خدا کے قدموں میں ڈالدیا اور کہا ؎

پروانہ کو ہے شمع، عنادل کو پھول بس ٭ صدیق کو خدا اور خدا کا رسول بس

سلطان ٹیپوؒ نے یادگار اسلامی کی بجھتی ہوئی شمع کو روشن رکھنے کی خاطر جان پیش کر دی۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ نے آزادیٔ ہند اور خلافتِ الٰہی کی خاطر کشمیر کی وادیوں میں جہاد کرتے ہوئے جان عزیز جہاں آفریں کے سپرد کر دی۔ کل ہی کچھ زندہ نوجوانوں نے ایک حقیقت کبریٰ کی خاطر سرزمین لاہور کو اپنے خون سے رنگ دیا۔

معاندینِ اسلام کی شکست:- شکست کا پروگرام کیا تھا؟ قیام صلوٰۃ اور ادائے قربانی بہ الفاظ دیگر انفرادی تکمیل اور ذاتی طہارت کے بعد جماعت کا قیام اور پھر جہاد۔ اور قربانی۔ چنانچہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمل کیا۔ نتیجہ تیسری آیت نے ان الفاظ میں بتلا دیا۔

"یقیناً تیرا دشمن "ابتر" ہوگا۔

"ابتر" کہتے ہیں اس شخص کو جسکی اولاد نہ ہو۔ جس کی نسل نہ چلے اور جس کا ذکر خیر بعد میں باقی نہ رہے تاریخ اسلامی بتلاتی ہے کہ نبی اکرم محمد صلعم کے تین لڑکے ہوئے جو کم سنی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان معصوموں کی وفات پر دشمنان رسول اور معاندین اسلام نے گھی کے چراغ جلائے۔

عاص بن وائل۔ ولید بن عقبہ۔ عبداللہ ابن ابی۔ ابولہب اور دیگر کفار نے یہ معاندانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا "چونکہ پیغمبر علیہ السلام کی نرینہ اولاد نہیں۔ جو آپ کے بعد تحریکِ اسلامی کی باگ ڈور سنبھال سکے۔ اسلئے "خاکم بدہن" آپ کی حیاتِ مقدسہ کے بعد اسلام باقی نہ رہیگا۔ اور (نعوذ باللہ) آپ کے جسم کے ساتھ اسلامی مشن بھی پیوند زمین ہو جائے گا"۔

یہ تھے وہ حالات جب یہ سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ اور رہتی دنیا تک کیلئے ایک عملی پروگرام ساتھ لائی۔ ہاں تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا "اے محمد صلعم! میں نے الکوثر عطا کیا۔ آپ قیام صلوٰۃ کریں اور قربانی دیں۔ یہ دشمنانِ دین و ایمان جو آپ کو "ابتر" ہونیکا طعنہ دیتے ہیں خود ابتر ہو جائیں گے۔ ان کی اولاد مٹ جائے گی۔ نسل ختم ہو جائیگی۔ بدبختوں کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔ یادگاریں باقی نہ رہیں گی۔ ان کے خاندان تک مٹ جائینگے"۔

چنانچہ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ اعلانِ الٰہی درست ثابت ہوا۔ کہاں ہے اِن کفار مکہ کی اولاد؟ کہاں ہے ان کی نسل؟ کہاں گئے ان کے خاندان؟ کیا ہوئے ان کے قبیلے؟ کیا ہو گیا ان کے تذکرے اور ناموں کو؟ کوئی نہیں جو اپنے آپ کو ان کی نسل کا فرد ظاہر کرے۔ کوئی نہیں جو اپنے آپ کو ان کے خاندان

اور قبیلہ سے منسوب کرے۔ کوئی جوان کے نام فخر سے لے۔ کوئی نہیں جو ان کے تذکرے جلی حروف سے لکھے مسلمان یاد کرتا ہے مگر وہ بھی پھٹکار اور لعنت کے لئے۔

دوسری طرف آج بھی ذاتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح آسمانِ ہدایت پر درخشندہ و تابندہ ہے آپکی ضیاپاشیاں اور ہدایت ریزیاں آج بھی اسی طرح ہو رہی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کے مطابق آپ کی سیرتِ طیبہ اور آپکا خلقِ عظیم "قرآن عزیز" اسی طرح موجود ہے۔ چالیس کروڑ کی امتِ عظیمہ بمنزلہ اولاد موجود ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ایسے سید موجود ہیں جو براہِ راست آپ کے خاندان۔ قبیلہ بلکہ آپ کے خون سے تعلق رکھتے ہیں۔

دن میں کروڑوں مرتبہ آپ پر رحمت و درود بھیجا جاتا ہے۔ آپ کا ذکر جمیل کیا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر ایک گوشہ میں اذانیں دی جاتی ہیں اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی صداقت کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کیا کرے :-

آپ نے الکوثر کی تفسیر پڑھ لی۔ عطیاتِ الٰہی اور شکر و امتنان کا طریق پڑھ لیا۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ شکرِ خداوندی کا نتیجہ اور صلوٰۃ و قربانی کا لابدی ثمرہ دشمنوں کی شکست ہے۔ اب یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ سورت ہمیں کیا سکھاتی ہے۔ اگر ہم نماز بھی پڑھتے ہیں اور قربانیاں بھی کرتے ہیں تو دشمنوں کو شکست کیوں نہیں ہوتی۔

یقین کیجئے ہماری نماز وہ "صلوٰۃ" نہیں جس کا حکم دیا گیا تھا۔ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر صرف رسم کے طور پر۔ فرض سر سے ٹالنے کی خاطر۔ اور ایک بوجھ سر سے اتارنے کے خیال سے۔ نمازی موجود ہیں۔ لیکن نہ اخوت ہے نہ اتحاد۔ نہ نظام ہے نہ جماعت۔ نہ مرکز ہے نہ امیر۔ نہ طہارت ہے نہ پاکی۔ نہ انتخاب امیر ہے نہ نظام الاوقات۔ نہ دستور العمل ہے نہ صف بندی۔ نہ پابندیٔ اوقات ہے نہ فوجی سپرٹ۔ نہ تکمیل ذات ہے نہ التزام جماعت۔

یاد رکھئے! عبادت خداوندی اسلام سے پہلے بھی تھی خواہ کسی رنگ میں ہو۔ بلکہ اس وقت سے تھی جب کہ تخلیق جن و ملک ہوئی اور ارض و سما قائم ہوئے۔ لیکن اس عبادت میں قیام جماعت اور التزام جماعت نہ تھا۔ اور مسلمانوں کو یہی حکم ملا وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۔ نماز با جماعت ادا کرو بلکہ ایک زندہ جماعت پیدا کرو چونکہ پیارے نبیؐ کا قول ہے :-

لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَۃِ (قول عمرؓ)

ترجمہ :- "یعنی اگر جماعت نہیں تو یقین رکھو تمہارا اسلام اصلی اسلام نہیں۔"

ضرورت ہے کہ ہم نماز کی حقیقت کو سمجھیں اور وقتی ہنگامی، سطحی مناظروں اور مباحثوں کو چھوڑ کر نمازوں کو زندہ کریں قیامِ صلوٰۃ سے جماعت اور نظامِ اسلامی پیدا کریں۔

ہم قربانی ضرور کرتے ہیں لیکن روح سے خالی اور حقیقت سے عاری۔ عید اضحیٰ کی تقریب پر بکرے مینڈھے اور گائے ضرور ذبح کرتے ہیں۔ لیکن نہ اسماعیلؑ کی قربانی کا خیال آتا ہے نہ حضرت ابراہیمؑ کے ایثار کا تصور ہوتا ہے۔ نہ حضرت حسینؓ کا پروانہ وار نثار ہونا یاد آتا ہے۔ نہ یہ عہد ہی تازہ ہوتا ہے کہ قربانی کا مقصد جانور ذبح کرنا اور اس کی کھال اور گوشت خیرات کرنا نہیں بلکہ جانور ذبح کرتے کرتے بالآخر خود ذبح ہونا مقصد [illegible] ہے۔

جانور ذبح کرتے وقت ہمارا عہد یہ ہونا چاہیئے:۔

"اے میرے قلب و جگر! میں آج قربانی کا جانور ذبح کر رہا ہوں۔ یہ مثال ایک بہت شاندار یادگار قائم رکھنے اور ایک زبردست یاد تازہ کرنے کے لئے ہے۔ وقت آنے پر بالآخر اپنے آپ بھی شمع رسالت اور رینیان خلافت کے لئے قربان ہو جاؤں گا۔ باطل کے مقابلہ میں شہید کربلا کی طرح جان دوں گا۔ زن و فرزند کو قربان کر دوں گا"

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے ؎ آج پھر کس کو کسی کا امتحاں مقصود ہے

اگر ہم قیامِ صلوٰۃ کے ساتھ قربانی کا مفہوم سمجھ کر زندہ قربانیاں دیں تو یقیناً تمام معاند اور دشمن "ابتر" ہوں گے۔ ایسا ہوتا رہا ہے۔ اور ہو کر رہے گا۔ خلافتِ الٰہی قائم ہو کر رہے گی۔

آؤ ہم بھی اپنا پارٹ ادا کریں !!!

الداعی الی الخیر

حافظ نذیر احمد نگینوی۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن حکیم
اور اس کا اثر لغت و علم اور اجتماع و اخلاق پر

(از استاد محمد احمد جاد مولیٰ بک ۔ مصر)

قرآن کا اثر عربی زبان پر :

۱۔ قریش کو عربی زبان زبان کے لہجوں کو یک آہنگ رکھنے میں بہت بڑا اثر و فضل حاصل تھا، اس لئے کہ انکی سکونت ملک حجاز میں تھی، جو حاجیوں اور تاجروں کا نزول گاہ تھا۔ اور یہاں اکثر عرب کے اشراف اور شعراء و خطباء (از اصنافِ رجال و نساء) حسب و نسب اور فصاحت و بلاغت وغیرہ میں خطیبانہ اور شاعرانہ مقابلوں کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ پس قریش عرب کے لہجات میں سے جو شیریں تر لہجہ ہوتا اس کو اختیار کر لیتے۔ یہانتک کہ ان کا لہجہ لطیف، اسلوب خوش آیند اور زبان کا دائرہ وسیع ہو گیا تاکہ اس میں خیر الکلام نازل ہو۔ اور قرآن کا لغت قریش میں نازل ہونا ایک امر طبعی تھا۔ اسلئے کہ قریش کی زبان، عربی زبان کا خلاصہ ہے اور اس لئے کہ آنحضرت علیہ السلام قرشی تھے، اور اس لئے بھی کہ یہ کلام تمام لہجوں کا سردار ہو۔ قریش کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کو امامت (سرداری) کے بہت سے خصائص میسر تھے۔ اور عرب کو اسکا اقرار تھا، بنا بریں کلام اللہ کے حق میں ایسا ہی اقرار اور بھی ضروری ہونا چاہیئے۔

۲۔ اگر قرآن زبان قریش کے سوا "جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مالوف تھی" کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو قرآن کریم اور کلام نبی کے اسلوبوں میں درست موازنہ نہ ہو سکتا، اور نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ عرب کے ہر قبیلہ کا اس بات میں ایک نیا قول اور جداگانہ مذہب ہوتا جو آپس کی پھوٹ اور تفرقے کا باعث بنا رہتا۔

۳۔ زبان قرآن کی ساخت کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی ہے، کہ سب عرب اس کو وضع ترکیبی میں اپنی فصاحت قائم رکھکر بھی اپنے اپنے لحنوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ اور یہی زبان کی سیاست تھی

جس نے عرب کو ایک گویائی پر جمع کر دیا تاکہ وہ ایک جماعت رہیں۔

۴۔ اسی سبب سے قرآن کریم کو زبان کے ہم آہنگ کرنے پھیلانے اور بلحاظِ اغراض و الفاظ و اسالیب اس کے مرتب کرنے میں بیّن اثر حاصل رہا۔ اور علاوہ ازیں وہ اس کی پاکیزہ زندگی اور درازعمری کا بھی ضامن ہے۔

۵۔ قرآن نے عرب کو یک زبان پر بایں سبب جمع کر لیا کہ اس میں اس زبان کی تمام خوبیاں یکجا ہو گئی تھیں۔ اسی لئے وہ ان کے نزدیک ایک مثل کامل بن گئی تھی، اور مثل کامل کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے طالب اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں۔ خواہ ان کے درمیان کتنے ہی بعض اسباب نے جدائی ڈال رکھی ہو۔ پیشتر ازیں تو ان کا یہ حال تھا کہ ہر قبیلہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اسی کی بولی بہت شستہ و شائستہ ہے۔ اس لئے کہ ان کے پاس موازنہ کے لئے کوئی عام میزان نہیں تھی، اور کسی امرِ معنوی میں قوموں کی توانائی اور ناتوانی کو دریافت کر لینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں جبتک کہ وہ حدِ کمال کو پہنچا ہوا نہ ہو۔ اور چونکہ کمال صرف ذاتِ الٰہی کی شان ہے۔ لہذا اسی کا کلام مثل کامل ہو سکتا ہے۔

۶۔ اگر قرآن کریم نہ ہوتا تو دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ملتا جو یہ جانتا ہوتا کہ عرب کس طرح اپنی زبان میں گفتگو کرتے اور اس کے حروف کو کس طریق پر اور کن مخرجوں سے نکالتے تھے۔ پس یہ قرآن کریم ہی کے ادا کرنے کا تواتر ہے۔ جس نے ہمارے لئے عربی کے ادا کرنے کی کیفیت کو محفوظ رکھا۔

۷۔ مصر، سوریہ، اور بلاد مغرب وغیرہ کے عرب سب عربی ہی بولتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر قبیلے کی زبان دوسرے سے کم وبیش مختلف ہے۔ اور یہ اختلاف کی کمی بیشی درمیانی مسافتوں کی کمی بیشی اور حالات کی گوناگونی پر مبنی ہے۔ اگر قرآن کا وجود نہ ہوتا تو عرب کی کوئی قوم ایک دوسری کی بولی نہ سمجھ سکتی، جیسا کہ لاطینی زبان کی شاخوں میں واقع ہو چکا ہے۔ مثلاً فرانسیسی ہسپانی۔ طلیانی وغیرہ میں۔ مگر زبان عربی کے سخنوروں کا زبانِ قرآنی کا پاس رکھنا اور اپنی تحریروں اور تقریروں کا مرجع اسی کو قرار دینا یہی وہ چیز ہے جس نے ان کی نوخاستہ زبانوں

ایک اصل پر قائم رکھا۔

قرآن کا اثر اجتماعی حالات پر :

قرآن آیا، تو عرب کی یہ حالت تھی، کہ: آپس میں جدائیاں تھیں، الفت کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا، ہم آہنگی مفقود تھی، حالات پریشان تھے۔ ذلت وادبار کا شکار تھے۔ فقر وفاقہ میں گرفتار تھے۔ نہ کوئی ایسی دعوت تھی کہ اس کے پنکھوں تلے آکر اپنا بچاؤ کرتے، اور نہ کوئی سایۂ الفت کہ جس پر اعتماد رکھتے۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔ اتحاد واتفاق کا نام ونشان مفقود تھا۔ اپنی اپنی ڈفلی تھی اپنا اپنا راگ تھا۔ ایک بلائے عظیم مسلط تھی، جہالت کا دور دورہ تھا۔ بیٹیاں زندہ درگور کی جارہی تھیں۔ بت پج رہے تھے، پیوند کٹ رہے تھے۔ غارتگری کا بازار گرم تھا۔ جب ان ہی لوگوں نے قرآن کی روشنی پائی۔ ان کے افکار یکرو، خیالات یکسو، دل درست بازو ہمدست ہو گئے۔ وہ ملتِ قرآن کی طاعت پر کمربستہ اور دعوتِ قرآن پر ہم آہنگ ہوگئے اور ایک غالب وثابت سلطنت کے سایہ میں آرام کرنے لگے؛ اور اطراف زمین پر قابض، اور اکناف عالم پر حکمران ہوگئے اور جن کے زیرنگیں رہ چکے تھے انہی پر فرمانفرمائی کرنے لگے۔

قرآن آیا اور حالت یہ تھی کہ جاہلیت عرب کے رگ وپے میں سرایت کرچکی تھی۔ اب قرآن نے آکر یہی نہیں کیا کہ ان کی عقلوں کو خام ٹھہرایا۔ ان کے بتوں کو اوندھا دیا اور جن باتوں کے وہ خوگر تھے ان میں سے اکثر کا صفایا بول دیا۔ اور ان کو ایسا کردیا کہ گویا کوئی نئی مخلوق ہیں، اور گویا ان کی نشوونما ہی آدابِ قرآنی پر ہوئی ہے، بلکہ وہ گویا وہ بہترین نسلِ انسانی تھے۔ قرآن جن کی سابقہ اولیت میں تھا اور بمصداق حدیث شریف "خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ[1]"۔ وہی وارث تھے، موروث نہیں تھے۔

قرآن کا اثر ان پر یہ ہوا، کہ قرآن نے ان کی مذموم عصبیت دور کر دی۔ اور ان کے عوض اعلیٰ

---

[1] بہتر عہد میرا عہد ہے، پھر ان کا جو ان کے قریب ہیں، پھر ان کا جو ان کے قریب ہیں۔

خصلتوں، ستودہ کاموں، اچھی اچھی باتوں، قابل تعریف صفتوں کی پاسداری ان میں بھر دی۔ مثلاً پڑوس کا پاس، عہد کی وفا، نیکی کی طاعت، تکبر کی نافرمانی، فضیلت کو لینا، بغاوت سے رکنا قتل کی برائی، خلق خدا سے انصاف، غصے کا پی جانا، اور فتنہ و فساد سے پرہیز۔

ان کے دل قرآن سے وابستہ ہوگئے، اور کوشش ان کی گستگی کے واسطے تھے۔ اس کی دعوت کے لئے ان کے سر جھک گئے، اور وہ چاہتے یہی تھے کہ اسے رد کردیں۔ وہ اس سے بھاگ کر ہر طرف دوڑتے مگر پھر پھر کر اسی کی طرف آئے۔ یہ اس لئے کہ قرآن ایسی چیز لے کر آیا تھا جس کا توڑ ان کے پاس نہیں تھا وہ ان کی طبیعتوں پر غالب اور ان کے اور ان کی پرانی رسموں کے بیچ حائل ہوگیا۔

جان کی قسم، اگر قرآن فصیح نہ ہوتا یا اسکی فصاحت معجزہ نہ ہوتی، تو اسکی وہ منزلت نہ ہوتی جو اسکو حاصل ہے، اور اس کا طرز وہی قصیدوں، خطبوں اور قصوں کا طرز ہوتا تو وہ بے مکان اس کی آیت آیت اور کلمہ کلمہ کے پرخچے اڑا کر رکھ دیتے۔

قرآن نے بیان کیا کہ طبیعت (نیچر) ان کے لئے مسخر و تابع ہے، اس لئے ان پر اسکے "اندرون" کا واشگاف اور اسرار کا برآمد کرنا واجب ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔	کہ دے نظر کرو کیا کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔
وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۵	اور آسمانوں میں اور زمین میں کتنی پتے کی چیزیں ہیں جن سے منہ پھیرے ان کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔
وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۔	اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس پر لنگر ڈالے اور اس میں ہر موزوں چیز اگائی۔
وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا	اور ہم نے بار دار ہوائیں بھیجیں پھر آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاسْقَيْنَاكُمُوْهُ وَمَا ۔ ایک طرح کا پانی اتارا پھر وہ (پانی) تمھیں پلایا
اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِيْنَ ٥ ۔ اور تم اس کے خزانہ دار نہیں تھے۔

اور قرآن کریم نے انھیں پکار کر کہا: کہ نبی اپنے قوم، اپنے عمل، اپنی عقل کا فرزند ہے، نہ تو وہ بڑائی جتانے والا ہے۔ نہ وہمی اور نہ شاعر ہے اور انھیں ایسی آیت سے مخاطب کیا جو علم و عمل کی امتوں میں روح ثبات ہے

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ ۔ پھر اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو کہدو مجھ کو میرا عمل اور
وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۔ اَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ مِمَّا ۔ تم کو تمھارا عمل، تم اس سے بیزار جو میں کروں اور
اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ ۔ میں اس سے بیزار جو تم کرتے ہو۔

عرب کی اجتماعی حالت نزول قرآن سے قبل اس درجہ خراب ہو چکی تھی کہ اس کی نظیر تاریخ امم میں مل نہیں سکتی، وہ دین صحیح کے احکام اور سیاست و اجتماع کے قاعدوں سے جاہل مطلق تھے۔ کوئی صنعت و حرفت جو قابل ذکر ہو، ان کو نہیں آتی تھی۔ حکومتوں کے باہمی تعلقات کا ان کو کوئی علم نہیں تھا۔ ہر قبیلہ بجائے خود ایک مستقل قوم تھا جو اپنے پڑوسیوں پر غارتگری کرتا رہتا تھا، اسی اثنا میں قرآن کریم ان کے پاس آیا جس کے احکام ان کے دلوں میں آمیز ہو گئے، اور اس سے ان کی روحیں بیدار ہو گئیں، وہ حق کے طالب بن گئے اور اطراف عالم میں اس کی اشاعت کرنے لگ گئے۔

وہ لوگ عبادت میں اس درجے کو پہنچ گئے کہ تپسیا اور رہبانیت کے علمبرداران کے سامنے مات ہو کر رہ گئے، اور وہ دین میں قوی، نرمی میں ہوشیار، یقین میں مومن، علم میں حریص، بردباری میں دانشمند تونگری میں میانہ رو، عبادت میں خاشع، فاقہ میں با وقار، شدت میں صابر، حلال کے طلبگار، ہدایت میں چست اور طمع سے بیزار ثابت ہوئے، اور روحانیت میں اس درجۂ بلند تک فائز ہونے کے باوجود دنیا اور دنیا کے کاروبار سے دستکش نہیں ہوئے، بلکہ اس کے کاموں کو صدق و اخلاص سے سرانجام دینے لگے، تب اللہ نے ان کی ذلت کو عزت سے، خوف کو امن سے بدل دیا۔ اور ان کو شاہان جہان اور پیشوایان عالم بنا دیا۔

اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ عرب کو یہ ساری شان و شوکت ایک صدی سے کمتر مدت میں نصیب ہوئی اور یہ اس حقیقت پر بیّن دلیل ہے کہ ملکات انسانی کو ترقی دینے اور ان کو دونوں جہانوں کی سعادتوں کے لئے آمادہ کرنے کے لئے قرآن ہی بہترین ہدایت ہے، جس نے امتِ عربیہ کی گردنیں حق کے سامنے جس کے وہ خوگر نہ تھے، خم کر دیں، اور اپنے دل اس کو سپرد کر دے، اور اپنے تمام عادات وحالات میں اس کے مطیع ہو کر رہ گئے۔ قرآنِ کریم پر ایک ہی غائر نگاہ ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ نوعِ انسان کا کوئی ایسا نقص نہیں جس کی اصلاح و درستی کی کفالت اس کی آیتوں میں موجود نہ ہو۔ قرآن انسانیت کا طبیب ہے اور کوئی حاذق سے حاذق طبیب ایسا نہیں ہوا جو ایسا دعوےٰ کر سکے اور اکثر حالتوں میں سخت ترین امراض کا معالجہ فرما سکے۔ یہ قرآن ہی کا کام تھا۔ جس نے عرب جیسے اکھڑ ملک کی کایا پلٹ دی۔ تاریخ میں کسی ایسی اجتماعی سنگت کا سراغ نہیں ملتا۔ جس کو اس پہلی سنگت کے ہم پلہ قرار دیا جا سکے جو صدرِ اسلام میں برآمد ہوئی تھی، جبکہ قرآن ہی ایک ایسا منار تھا جس کی روشنی میں منزل مقصود کی راہ چل سکیں، فلسفہ باوجود اپنی گوناگونیوں کے کسی زمانے میں ایسے لوگ نہیں نکال سکا۔ جیسے قرآن کریم نے نکالے تھے، یہ لوگ علوِ نفس، صفائے طبع، دل کی نرمی، یقین کی پختگی، اخلاق کی پاکیزگی، امانت کی مضبوطی، عدل کی استواری اور حق کی پابندی وغیرہ اعلیٰ فضیلتوں میں اپنا آپ ہی جواب تھے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

حاشیہ مختصر ابن ابی جمرہ

(۲)

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ

تشریح کلمات: رَجَعَ عَادَ۔ واپس ہوا۔ لوٹا؛ رَجَعَ۔ يَرْجِعُ۔ رُجُوْعًا۔ وَ مَرْجِعًا وَ مَرْجِعَةً وَ رُجْعٰى وَ رُجْعَانًا اِلٰى: واپس ہونا۔ لوٹنا۔

بِهَا: بِ۔ ساتھ۔ کو لیکر۔ هَا: اس۔ ان۔ ضمیر واحدۂ غائبہ۔ بِهَا اٰتٰى بِتِلْكَ الْاٰيَاتِ۔

رَسُوْلُ۔ بھیجا ہوا۔ فرستادہ۔ پیغامبر۔ جمع رُسُلٌ، رَسُوْلُ اللّٰهِ: خدا کا پیغمبر

يَرْجُفُ بروزن۔ ينصُرُ بمعنے يَخَافُ و يَرْتَعِدُ وَ يَتَحَرَّكُ وَ يَضْطَرِبُ۔ رَجَفَ (الشَّيْءُ) رَجْفًا وَ رَجَفَانًا وَ رُجُوْفًا: کانپنا۔ تھرانا۔ بہت مضطرب ہونا۔ بے آرام ہونا۔ ڈرنا۔ يَرْجُفُ فعل مضارع، صیغہ واحد غائب، معنے کانپتا ہے۔

فُؤَادُهُ۔ فُؤَادُ: دل۔ هُ اُسکا۔ فاعل ہے يَرْجُفُ کا۔

دَخَلَ ضدِ خَرَجَ۔ معنیٰ اندر آیا، داخل ہوا۔ يَدْخُلُ، دُخُوْلًا وَ مَدْخَلًا۔ دَخَلَ عَلٰى: ملاقات کی۔ باریاب ہوا۔

خَدِيْجَةَ (خَدِيْج جانور کا وہ بچہ جو وقت سے پہلے پیدا ہوا ہو۔ مصدر خِدَاجٌ وقت سے پہلے پیدا ہونا) خویلد کی بیٹی، پیغمبر صلی اللہ علیہ کی پہلی بیوی تھیں۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنہ ۵۹۵ء میں شادی کی آپ بیوہ تھیں۔ اور آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پانچ اولادیں ہوئیں، جن میں سے تین بیٹیاں زندہ رہیں۔ آپ پہلی عورت ہیں جو اسلام لائیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے سنہ ۶۱۹ء میں

وفات پائی۔

بِنْت: بیٹی۔

خُوَیْلِدٍ: اسم علم حضرت خدیجہ کے والد کا۔

پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (گھر کو) لوٹے، آپ کا دل دھڑک رہا تھا، اور خویلد کی بیٹی خدیجہ سے ملے۔

فَقَالَ زَمِّلُوْنِی زَمِّلُوْنِی، فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِیْجَةَ وَ اَخْبَرَهَا الْخَبَرَ، لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِی

فَ۔ قَالَ (النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اور فرمایا۔

زَمِّلُوْنِی ۔ لَفُّوْنِی وَ غَطُّوْنِی مجھے اُڑھادو۔ مجھے ڈھانپ دو۔ زَمَّلَ۔ یُزَمِّلُ تَزْمِیْلاً۔ لپیٹنا، چھپانا۔ مُزَّمِّل کپڑا لپیٹے ہوئے۔

فَ: پس۔ زَمَّلُوْ: انھوں نے لپیٹا یا اوڑھایا۔ هٗ: اُسکو۔ تو انھوں نے ان کو کپڑا اوڑھا دیا۔ عطف ہے مُقَدَّر پر یعنی فَامْتَثَلُوْا فَزَمَّلُوْهُ

حَتّٰی: یہاں تک کہ

ذَهَبَ: جاتا رہا۔

عَنْ: سے۔ هٗ: اس۔ اس سے۔

اَلْ (وہ)۔ رَوْعُ۔ الفَزَعُ: خوف، ڈر۔

فَ۔ قَالَ (النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم) لِ۔ خَدِیْجَةَ: پھر خدیجہ سے کہا۔

وَ: اور۔ اَخْبَرَ: بتلایا۔ هَا: اسکو۔

اَلْخَبَرَ: وہ واقعہ

تب آپ نے خدیجہ سے سارا حال بیان کر کے کہا۔

لَقَدْ - لَ: حرف تاکید۔ قَدْ: حرف تحقیق۔

خَشِیْتُ بمعنی خِفْتُ میں ڈرا۔

عَلٰی نَفْسِیْ - اپنے نفس، اپنی ذات، اپنی جان پر۔ یہ جملہ قسم مقدر کا جواب ہے اور تقدیر اس کی یہ ہے۔ وَ اللہِ لَقَدْ خَشِیْتُ، اور خشیت کا مفعول محذوف ہے۔ بایں تقدیر لَقَدْ خِفْتُ عَلٰی نَفْسِی الْمَوْتَ مِنْ شِدَّۃِ الرُّعْبِ یا خَشِیْتُ اَنْ لَّا اَقْوِیَ عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ وَ لَا اُطِیْقُہٗ۔ مجھے اپنی جان پر رعب یا مرض کی شدت سے موت کا خطرہ ہوگیا ہے یا میں ڈر گیا ہوں کہ میں نہ تو اس امر کی قوت رکھ سکوں گا اور نہ اس کو برداشت کر سکونگا۔

ترجمہ: مجھے اپنی جان کا خوف (پیدا) ہوگیا ہے۔

فَقَالَتْ لَہٗ خَدِیْجَۃُ کَلَّا وَ اللہِ مَا یُخْزِیْكَ اللہُ اَبَدًا، اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ، وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَ تَقْرِی الضَّیْفَ، وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ،

فَقَالَتْ لَہٗ خَدِیْجَۃُ: تب خدیجہ نے اُن سے کہا: کَلَّا (حرفِ نفی و ابعاد) ایسا کہنے سے دور رہ، اور یوں نہ کہ وَ اللہِ (واوِ قسمیہ حرف جار ہے) بخدا - اللہ کی قسم۔ مَا یُخْزِیْكَ اللہُ اَبَدًا: مَا (حرف نفی) نہیں۔ یُخْزِیْ (فعلِ مضارعِ معروف، صیغہ واحد غائب)۔ (خِزْیٌ بمعنے خواری۔ رسوائی۔ بلا میں پڑنا۔ ذلت۔ حیرانی۔ عذاب۔ سزا۔ خِزَایَۃٌ بمعنی شرم داشتن ہے)۔ كَ (اسم ضمیر متصل منصوب واحد مخاطب کے لئے) تجھے۔ تجھ کو۔ اَبَدًا (ظرف زماں) کبھی: اَیْ مَا یَفْضَحُكَ اللہُ وَ یُھِیْنُكَ بمعنی اللہ آپ کو کبھی رسوا و خوار نہ کرے گا۔

اِنَّكَ: اِنَّ (بکسرِ ہمزہ جملہ مستانفہ کی ابتدا میں آنے کے سبب جو سوال مقدر کے جواب میں واقع ہوا ہے) بمعنی بے شک و شبہ یقیناً۔ حقاً۔ سوال مقدر یہ ہے کہ اللہ کیوں اس کو خوار و

زار نہ کرے گا؟ لَ (حرف تاکید، ابتداء کے لئے، جس کے ساتھ اِنَّ کی خبر لگی ہوئی ہے۔ اِنَّ جملے پہ داخل ہوتا ہے۔ اس کے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے)۔ تَصِلُ (فعل مضارع معروف بصیغہ واحد مخاطب۔ از وَصْل بمعنی جوڑنا، ملانا، جمع کرنا)۔ رَحِمْ: خویشی۔ رشتہ داری۔ بچہ دان۔ تَصِلُ الرَّحِمَ: تُحْسِنُ اِلٰی قَرَابَتِكَ: تو اپنے قرابتداروں پہ احسان کرتا ہے۔ ترجمہ: آپ تو اپنے رشتہ داروں سے نیکی کرتے ہیں۔

وَ اور تَحْمِلُ (مضارع معروف بصیغہ واحد مخاطب از حِمْل بسر بر داشتن اٹھا کر لیجانا۔ و حَمْل بار کرنا۔ لادنا) تو اٹھاتا ہے۔

اَلْ۔ کَلَّ (جمع اس کی کُلُوْل آتی ہے) عیال مرد۔ گرانی۔ کَلٌّ اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ اپنی ضروریات فراہم اور اپنا کاروبار سرانجام نہ کر سکے۔ کسی دوسرے شخص پہ بار ہو جو اسکی ضروریات کو پورا کرے۔ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ کا یا تو یہ مطلب ہوا کہ تو عاجز اور اپاہج کی مدد اور اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اور یا یہ کہ تو ثقیل شاق گراں اور دشوار کام سرانجام دیتا ہے۔ ترجمہ: اور آپ اپاہجوں کا بوجھ سنبھالتے ہیں۔ وَ اور تَكْسِبُ (كَسَبَ۔ يَكْسِبُ۔ كَسْبًا وَ كِسْبًا ورزیدن۔ گرد آوردن۔ کمائی کرنا۔ حاصل طلب، جمع کرنا) اَىْ تُعْطِي النَّاسَ الْمَعْدُوْمَ۔ یعنی تو لوگوں کو وہ عطا کرتا ہے۔ جو وہ کسی اور کے پاس نہیں پاتے۔ پس تَكْسِبُ مُتَعَدِّی بہ دو مفعول ہوا۔ جن میں سے پہلا محذوف ہے۔

ال مَعْدُوْم (عَدِمَ۔ يَعْدَمُ۔ عَدَمًا وَ عُدْمًا بمعنے گم کرنا۔ نیست، نابود اور ناقص ہونا سے اسم مفعول = گم شدہ۔ نابود) یا مَعْدُوْم بروزنِ مَحْرُوْم بمعنے عدیم یعنی مفلس و محتاج) بایں معنے مطلب جملہ کا یہ ہوگا اور آپ مفلس کو کما کر کھلاتے ہیں۔

وَ۔ تَقْرِیْ ال ضَيْفَ: تَقْرِیْ (مضارع معروف۔ واحد مخاطب از قَرٰی يَقْرِی۔ قِرًى وَ قَرَاءً مہمان نوازی کرنا۔ مہمان رکھنا) تُو نوازتا ہے: ضَيْف: مہمان۔ جمع: اَضْيَافٌ وَ ضُيُوْفٌ وَ ضِيْنَانٌ وَ اَضَائِفُ۔ وَ تَقْرِی الضَّيْفَ: اور تو

مہمان نوازی کرتا ہے۔ اور آپ مہمان کو نوازتے ہیں۔ اَیْ تُهَيِّئُ لَهٗ طَعَامَهٗ وَ نُزُلَهٗ وَ تُكْرِمُهٗ یعنی تو اس کے لئے خورد و نوش مہیا کرتا اور اس کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ وَ تُعِيْنُ عَلٰى : اور تو مدد دیتا ہے۔ (اَعَانَ يُعِيْنُ اِعَانَةً بصلہ عَلٰى : مدد دینا باب افعال) نَوَائِبَ الْحَقِّ = اَلْحَوَادِثِ الْحَقَّةِ : اضافت ہے موصوف کی صفت کی طرف۔ مناسب، لائق، واجب، سچا، ترجمہ: اور سزاوار (امداد) حادثوں میں مدد دیتے ہیں۔

فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَ كَانَ امْرَءًا تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَ كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكْتُبَ، وَ كَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ

فَ : پھر حرف عطف۔ اِنْطَلَقَتْ فعل ماضی۔ صیغہ واحد غائبہ۔ باب انفعال اِنْطَلَقَ يَنْطَلِقُ اِنْطِلَاقًا، چلی + اِنْطَلَقَتْ بِ لے چلی۔ ہٖ اس کو = اَیْ مَضَتْ مَعَهٗ وَ مُصَاحَبَةً لَهٗ یعنی وہ آپ کو (ساتھ) لے کر چلیں۔ بِ مصاحبت کیلئے ہے۔ خَدِيْجَةُ اِنْطَلَقَتْ کا فاعل، اس لئے مرفوع۔ حَتّٰى فعل اِنْطَلَقَتْ کی غایت بیان کرنے کیلئے ہے۔ اَتَتْ اَتٰى اَتَتْ بِ: لائی۔ ہٖ اسکو آنحضرت ﷺ کو (فاعل، فعل ماضی بصیغہ واحد غائبہ اَتَتْ کا اسکی ضمیر ہے جو خدیجہ پر عائد ہوتی ہے۔ ترجمہ: یہاں تک کہ آپ کو نوفل پسر عبدالعزیٰ کے بیٹے ورقہ کے پاس جو خدیجہ رضؓ کے چچا کے بیٹے تھے لائیں۔ عَمّ: چچا۔ وَ اور كَانَ وہ تھا اِمْرَءًا: ایک مرد تَنَصَّرَ: نصرانی ہوا۔ فِي الْجَاهِلِيَّةِ : جاہلیت (کے زمانے) میں وَ اور كَانَ تھا۔ يَكْتُبُ

وہ لکھتا۔ اَلْكِتَابُ الْعِبْرَانِيَّ عبرانی نوشتہ۔ عبرانی زبان کی کتاب۔ فَ سو۔ يَكْتُبُ وہ لکھتا۔ مِنَ الْاِنْجِيْلِ انجیل میں سے۔ بِالْعِبْرَانِيَّةِ عبرانی میں۔ مَا جو۔ شَاءَ چاہا۔ اَللّٰهُ اللہ نے۔ اَنْ (مصدریہ) کہ۔ يَكْتُبَ وہ لکھے (بِالْعِبْرَانِيَّةِ جار ومجرور متعلق بیکتب) (مَا شَاءَ اللّٰهُ مفعول ہے يَكْتُبُ کا اور اَنْ يَكْتُبَ مفعول ہے شَاءَ کا)۔ ترجمہ: اور وہ عبرانی کتاب لکھا کرتا۔ سو جتنا اس کا لکھنا اللہ کو منظور ہوتا۔ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتا۔ وَ اور كَانَ وہ تھا۔ شَيْخًا بوڑھا۔ كَبِيْرًا بڑی عمر کا۔ قَدْ۔ عَمِيَ نابینا ہوچکا تھا۔ ترجمہ: بڑا بوڑھا آدمی تھا۔ بینائی جاتی رہی تھی۔

فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ! اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ، فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ اَخِيْ! مَاذَا تَرٰى؟ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى۔

فَ تو۔ قَالَتْ کہا (فعل ماضی صیغہ واحد غائبہ)۔ لَهٗ اس سے۔ خَدِيْجَةُ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے۔ يَا اے۔ ابْنَ بیٹے۔ عَمِّ (عَمِّيْ چچا کے۔ یْ میرے)۔ ترجمہ: خدیجہؓ نے اس سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اِسْمَعْ (فعل امر حاضر معروف۔ صیغہ واحد مخاطب۔ از سَمِعَ يَسْمَعُ سَمْعًا وَ سِمَاعًا وَ سَمَاعَةً وَ سَمَاعِيَةً سننا) سن۔ مِنْ سے۔ اِبْنِ بیٹا۔ اَخِيْ بھائی۔ كَ تیرا۔ ترجمہ: اپنے بھائی کے بیٹے سے سن۔ اپنے بھتیجے کی بات سنئے۔ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ تو ورقہ نے آنحضرتؐ سے کہا۔ يَا ابْنَ اَخِيْ! اے بھتیجے! تنبیہ: عرب کی عادت ہے کہ چھوٹے کو بھتیجا اور بڑے کو چچا کہا کرتے ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے بھائی کے بیٹے نہیں تھے بلکہ ان کے پردادا کے بھائی کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے تھے۔ کیونکہ ورقہ کا تیسری پشت کا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھی پشت کے باپ کا بھائی تھا۔ نسب نامہ دونو حضرات کا حسب ذیل ہے:۔

(۱) حضرت محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

(۲) ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ اور حضرت خدیجہؓ کا نسب نامہ حسب

ذیل ہے:-

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ۔

مَا (اسم استفہام) کیا چیز ہے؟ ذَا (موصول۔ خبر) جو۔ تَرٰی فعل مضارع معروف صیغہ مفرد مخاطب از رَاٰی یَرٰی رَاْیًا و رُؤْیَۃً وَ رَاءَۃً وَ رِئْیَانًا، دیکھنا۔ رائے رکھنا صلہ ہے ذا موصولہ کا) تو دیکھتا ہے۔ ترجمہ: تو کیا دیکھتا ہے۔ فَ تو۔ اَخْبَرَ بتایا۔ بتائی۔ ہٗ اس کو۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خَبَرَ خبر۔ مَارَاٰی اَلَّذِیْ اسکی جو۔ رَاٰی اس نے دیکھا۔ ترجمہ: سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حال دیکھا تھا اس سے بیان کر دیا۔

فَقَالَ لَہٗ وَرَقَۃُ ھٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰہُ عَلٰی مُوْسٰی

تب ورقہ نے آنحضرتؐ سے کہا: ھٰذَا (اسم اشارہ ہے واحد غائب کے لئے) یہ۔ اَلْ حرف تعریف)۔ نَامُوْس سے مراد وہ فرشتہ ہے۔ جس کا آنحضرتؐ علیہ السلام نے اپنی خبر میں ذکر کیا۔ مراد جبریلؑ ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ان کو غیب کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ بقول بعض وہ صاحب سِر ہیں مطلقاً اور بقول بعض: صاحب سِر وحی۔ اور بقول بعض صاحب الخیر، ضد جاسوس، کہ وہ صاحب شر کے لئے کہا جاتا ہے۔ قَالَ فِی الْمُخْتَارِ: نَامُوْسُ الرَّجُلِ صَاحِبُ سِرِّہِ الَّذِیْ یَطَّلِعُہٗ عَلٰی بَاطِنِ اَمْرِہٖ وَ یَخُصُّہٗ بِمَا یَسْتُرُہٗ عَنْ غَیْرِہٖ وَ اَھْلُ الْکِتَابِ یُسَمُّوْنَ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ النَّامُوْس اھ ناموسِ مرد اسکا وہ رازدار ہوتا ہے۔ جو اسے اپنی اندرونی بات بتاتا ہے۔ اور بالخصوص اس کو وہ بھید بتاتا ہے۔ جسے اوروں سے چھپاتا ہے اور اہل کتاب جبریل علیہ السلام کو ناموس کہتے ہیں۔ اَلَّذِیْ (اسم موصول۔ جو) نَزَّلَ (فعل ماضی صیغہ مفرد غائب باب تفعیل نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلًا) نازل کیا۔ اس کا

استعمال اس نزول میں ہوتا ہے۔ جو مُنَجَّمًا وَ مُفَرَّقًا یعنی جو ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا ہو۔ یہ غالباً تکریر یعنی بار بار کسی فعل کے کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ وَ نَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا (اَیْ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ) یعنی ہم نے اس قرآن کو کئی بار کرکے اتارا۔ وَ قَالَ : فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ اور کبھی یکلخت اتارنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے بِقَوْلِہٖ: وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۔

يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا ، لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ !

يَا حرفِ تنبیہ یا حرفِ ندا۔ مُنَادٰی محذوف ہے یعنی يَا (نَفْسِيْ) لَيْتَنِيْ۔ ن وقایہ کے لئے ہے۔ ی اسم ہے۔ فِيْهَا (فِي النبوة) عہدِ نبوّت میں۔ متعلق ہے۔ جَذَعًا کے جَذَعًا منصوب ہے اس بنا پر کہ وہ كَانَ مقدرہ کی خبر ہے، اور جملہ خبر ہے لَيْتَ کی۔ بقول بعض جَذَعًا منصوب علی الحال ہے جبکہ فِيْهَا کو لَيْتَ کی خبر قرار دیا جائے، اور عامل حال میں معنیٔ استقرار ہے جس سے خبر کا تعلق ہے۔ جَذَع کے اصل معنے ہیں، کمسن مواشی، اور یہاں مراد ہے، نوجوان لَيْتَنِيْ (باسقاط حرفِ ندا) کاش میں۔ اَكُوْنُ (فعل ناقص۔ ماضی۔ صیغہ مفرد متکلم۔ و تصریفہ الصغیر: كَانَ۔ يَكُوْنُ كَوْنًا وَ كِيَانًا وَ كَيْنُوْنَةً ہونا، پایا جانا واقع ہونا) میں ہوتا۔ حَيًّا (اسم فاعل از حَيِيَ يَحْيٰى حَيَاةً زندہ رہنا۔ وجمعہ اَحْيَاءٌ) زندہ اِذْ جب۔ يُخْرِجُ (فعل مضارع معروف بصیغہ واحد مذکر از باب اِفْعَال: اَخْرَجَ وَ يُخْرِجُ اِخْرَاجًا فَهُوَ مُخْرِجٌ نکالنا) نکالے۔ كَ تجھ کو۔ قَوْمُ قوم۔ كَ تیری۔ (وَ الْقَوْمُ جَمَاعَةُ الرِّجَالِ فِي الْاَصْلِ دُوْنَ النِّسَاءِ وَ فِيْ عَامَّةِ الْقُرْاٰنِ اُرِيْدُوْا بِهٖ وَ النِّسَاءَ جَمِيْعًا) ترجمہ: اے کاش میں اس وقت نوجوان ہوتا! کاش میں زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھے نکال باہر کرتی۔

اَلدَّرْسُ الثَّانِیْ عَشَرَ

قِطْعَةٌ (ٹکڑا) + صَفْحَةٌ ، وَجْهٌ (صفحہ) + وَرَقٌ (ورق) + مِفْتَاحٌ (چابی) + قُفْلٌ (تالا) + سَاعَةٌ (گھڑی) + سَاعَةُ حَائِطٍ : (کلاک ، دیواری گھڑی) +

مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ قِطْعَةُ قِرْطَاسٍ -
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ قِطْعَةُ طَبَاشِيْرٍ -
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ صَفْحَةُ كِتَابٍ -
مَا هٰذَا ؟ هٰذَا وَرَقُ الْكِتَابِ -
مَا هٰذَا ؟ هٰذَا مِفْتَاحُ الْقُفْلِ -
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ سَاعَةٌ
مَا هٰذَا ؟ هٰذِهٖ سَاعَةُ حَائِطٍ -

اَلدَّرْسُ الثَّالِثُ عَشَرَ

هٰؤُلَاءِ (یہ سب) + أُولٰئِكَ (وہ سب) + هُمْ (وہ سب) + رِجَالٌ (مرد) + نِسْوَةٌ ، نِسَاءٌ (عورتیں) + أَوْلَادٌ (لڑکے) + بَنَاتٌ (لڑکیاں) + تَلَامِيْذُ (شاگرد) + تِلْمِيْذَاتٌ (شاگردیں) + مُعَلِّمُوْنَ (استاد) + مُعَلِّمَاتٌ (استانیاں) +

مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ رِجَالٌ -
مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ أَوْلَادٌ -

مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ نِسْوَةٌ ۔
مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ بَنَاتٌ ۔
مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ مُعَلِّمُوْنَ ۔
مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ هٰؤُلَاءِ مُعَلِّمَاتٌ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ مُدَرِّسَاتٌ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ اَوْلَادٌ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ مُدَرِّسُوْنَ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ بَنَاتٌ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ نِسْوَةٌ ۔
مَنْ اُولٰئِكَ ؟ اُولٰئِكَ تِلْمِيْذَاتٌ ۔

تنبیہ : ہم دوسرے سبق میں بتا چکے ہیں کہ جس طرح ہم اپنی زبان میں یہ کہہ کر کسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اسی طرح عربی زبان میں هٰذَا کہہ کر اشارہ کرتے ہیں ۔ اور ایسے لفظوں کو جو اشارہ کرتے وقت بولے جاتے ہیں اسمائے اشارہ کہتے ہیں ۔

تیسرے سبق میں یہ بتایا گیا کہ هٰذَا مذکّر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، اور هٰذِهٖ مؤنث کے لئے ۔

پانچویں سبق میں یہ بتایا گیا کہ هٰذَا مذکّر قریب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اور ذَالِكَ بعید کی طرف ۔

چھٹے میں یہ کہ ذَالِكَ مذکّر بعید کی طرف اور تِلْكَ مؤنث بعیدہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کام آتا ہے ۔

اس تیرھویں سبق میں دو نئے اسم، اشارہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں،

پہلا هٰؤُلَاءِ اور دوسرا اُولٰئِكَ - یہ دونوں اسم تین یا تین سے زیادہ شخصوں کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے استعمال ہوتے ہیں۔

جو لفظ ایک شخص یا ایک چیز کو بتاتا ہے۔ اس کو وَاحِد یا مُفْرَد کہتے ہیں۔ اور جو لفظ تین یا تین سے زیادہ شخصوں یا چیزوں کو بتاتا ہے اس کو جَمْع کہتے ہیں جیسے رِجَالٌ۔ نِسْوَةٌ۔ اَوْلَادٌ۔ بَنَاتٌ وغیرہ۔

هٰذَا، هٰذِهٖ، ذَالِكَ، تِلْكَ اسمائے اشارہ مُفرد ہیں۔ یعنی ان سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور هٰؤُلَاءِ اُولٰئِكَ اسمائے اشارہ جمع ہیں یعنی ان سے تین یا تین سے زیادہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جیسے مفرد اسمائے اشارہ، مذکر کے لئے اور ہیں، مؤنث کے لئے اور ہیں۔ یہ بات جمع کے اسمائے اشارہ میں نہیں ہیں۔ یہ مذکر اور مؤنث دونو کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ عَشَرَ

هٰذَانِ - یہ دو (مذکر) +	هَاتَانِ - یہ دو (مؤنث) +
ذَانِكَ - وہ دو (مذکر) +	تَانِكَ - وہ دو (مؤنث) +
رَجُلَانِ - دو مرد +	اِمْرَءَتَانِ - دو عورتیں +
اِبْنَانِ - دو بیٹے +	بِنْتَانِ - دو لڑکیاں +
قَلَمَانِ - دو قلم +	مِحْبَرَتَانِ - دو دواتیں +

بَابَانِ - دو دروازے + حُجْرَتَانِ - دو کمرے +

مَنْ هٰذَانِ ؟	هٰذَانِ رَجُلَانِ -
مَنْ هَاتَانِ ؟	هَاتَانِ اِمْرَءَتَانِ -
مَنْ هٰذَانِ ؟	هٰذَانِ اِبْنَانِ -
مَنْ هَاتَانِ ؟	هَاتَانِ بِنْتَانِ -
مَا ذَانِكَ ؟	ذَانِكَ قَلَمَانِ -
مَا تَانِكَ ؟	تَانِكَ مِحْبَرَتَانِ -
مَا ذَانِكَ ؟	ذَانِكَ بَابَانِ -
مَا تَانِكَ ؟	تَانِكَ حُجْرَتَانِ -

تنبیہ : یہ بتایا جا چکا ہے کہ جو لفظ یا کلمہ ایک شخص یا ایک چیز کو بتائے وہ واحد یا مُفرد ہے اور جو کلمہ تین یا تین سے زیادہ کو بتائے وہ جمع یا مجموع ہے - ان دونوں قسموں کے چند کلمے تم پچھلے سبقوں میں پڑھ چکے ہو - اب اس چودھویں سبق میں تم نے کچھ کلمے ایک نئی قسم کے پڑھے ہیں مثلاً هٰذَانِ ، هَاتَانِ ، بَابَانِ، حُجْرَتَانِ وغیرہ - اس قسم کے کلمے صرف دو دو شخصوں یا چیزوں کو بتاتے ہیں - ایسے کلموں کو مُثنّٰی کہتے ہیں - اس قسم کے کلموں کی نشانی بھی تم نے جان لی ہوگی - ان کے پیچھے ہمیشہ الف اور زیر والا نُون آیا کرتا ہے - اب تمھیں تین طرح کے کلمے معلوم ہو چکے ہیں - اوّل : جو ایک کو بتاتے ہیں - یہ مُفْرَد ہیں + دوسرے جو دو کو بتاتے ہیں - یہ مُثنّٰی ہیں + تیسرے جو دو سے زیادہ کو بتاتے ہیں - یہ مَجْمُوع ہیں - ان تینوں کی مزید مثالیں پندرھویں سبق میں دیکھئے +

اَلدَّرْسُ الْخَامِسَ عَشَرَ

مفرد	مثنّٰی	مجموع
عُصْفُوْرٌ (چڑیا)	عُصْفُوْرَانِ	عَصَافِيْرُ
تِلْمِيْذٌ	تِلْمِيْذَانِ	تَلَامِيْذُ
قِرْطَاسٌ	قِرْطَاسَانِ	قَرَاطِيْسُ
دَجَاجَةٌ (مرغی)	دَجَاجَتَانِ	دَجَاجَاتٌ
كِتَابٌ	كِتَابَانِ	كُتُبٌ
بَقَرَةٌ (گائے)	بَقَرَتَانِ	بَقَرَاتٌ
كُرَةٌ (گیند)	كُرَتَانِ	كُرَاتٌ
قَلَمٌ	؟	اَقْلَامٌ
يَوْمٌ (دن)	؟	اَيَّامٌ

هٰذَا عُصْفُوْرٌ	هٰذَانِ عُصْفُوْرَانِ	هٰذِهٖ عَصَافِيْرُ
هٰذَا قِرْطَاسٌ	هٰذَانِ قِرْطَاسَانِ	هٰذِهٖ قَرَاطِيْسُ
هٰذِهٖ دَجَاجَةٌ	هَاتَانِ دَجَاجَتَانِ	هٰذِهٖ دَجَاجَاتٌ
هٰذِهٖ صَفْحَةٌ	هَاتَانِ صَفْحَتَانِ	هٰذِهٖ صَفْحَاتٌ
تِلْكَ بَقَرَةٌ	تَانِكَ بَقَرَتَانِ	تِلْكَ بَقَرَاتٌ
تِلْكَ كُرَةٌ	تَانِكَ كُرَتَانِ	تِلْكَ كُرَاتٌ
هٰذَا قَلَمٌ	هٰذَانِ قَلَمَانِ	هٰذِهٖ اَقْلَامٌ

هٰذَا تِلْمِيْذٌ هٰذَانِ تِلْمِيْذَانِ هٰؤُلَاءِ التَّلَامِيْذُ
تِلْكَ بِنْتٌ تَانِكَ بِنْتَانِ أُولٰئِكَ بَنَاتٌ

تنبیہ : تم نے یہ قاعدہ پڑھا تھا کہ واحد کے لئے اسمائے اشارہ هٰذَا ۔ هٰذِهٖ ۔ ذَالِكَ اور تِلْكَ آتے ہیں۔ مثنّٰی کے لئے هٰذَانِ ۔ هَاتَانِ ۔ ذَانِكَ اور تَانِكَ + جمع کے لئے هٰؤُلَاءِ اور أُولٰئِكَ ۔ مگر اس درس میں تم دیکھتے ہو کہ هٰؤُلَاءِ عَصَافِيْرُ هٰؤُلَاءِ قَرَاطِيْسُ هٰؤُلَاءِ اَقْلَامٌ وغیرہ کی جگہ هٰذِهٖ عَصَافِيْرُ هٰذِهٖ قَرَاطِيْسُ ، هٰذِهٖ اَقْلَامٌ آیا ہے۔ اور أُولٰئِكَ بَقَرَاتٌ أُولٰئِكَ كُرَاتٌ کی جگہ تِلْكَ بَقَرَاتٌ اور تِلْكَ كُرَاتٌ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شعور چیزوں کی جمعوں کے ساتھ اسماء اشارہ کے جمع کے صیغے نہیں آتے بلکہ وہ چیزیں مذکروں کی جمع ہوں یا مؤنثوں کی ان کے ساتھ واحدِ مؤنث کے اسماء اشارہ ہی کام دے جاتے ہیں۔

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ عَشَرَ

آٹھویں، نویں، دسویں، گیارھویں سبقوں پر ایک دفعہ پھر نظر ڈال کر اس درس کو شروع کیجئے۔

هُمَا : وہ دو (مذکر یا مؤنث) + اَنْتُمَا : تم دو (مذکر یا مؤنث) +
اَنْتِ : تُو (مؤنث) + وَ : اور +

مَنْ هُوَ ؟ هُوَ مُحَمَّدٌ
مَنْ هُمَا ؟ هُمَا مُوْسٰى وَ عِيْسٰى ۔

مَنْ هُمْ ؟ هُمْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰن وَ عَبْدُ الرَّحِيْم.
مَنْ هِيَ ؟ هِيَ عَائِشَةُ
مَنْ هُمَا ؟ هُمَا فَاطِمَةُ وَ زَيْنَبُ ـ
مَنْ هُنَّ ؟ هُنَّ جَمِيْلَةُ وَ اٰسِيَةُ وَ مَرْيَمُ ـ
مَنْ اَنْتَ ؟ اَنَا شير مُحَمَّد ـ
مَنْ اَنْتُمَا ؟ نَحْنُ اَحْمَدُ عَلِي وَ مُحَمَّدُ عَلِي ـ
مَنْ اَنْتُمْ ؟ نَحْنُ نَصْرُ الله شَاه وَ مُجَاهِدُ بيگ وَ غَازِيْ خَان وَ فَتح جنگ ـ
مَنْ اَنْتِ ؟ اَنَا سُكَيْنَه ـ
مَنْ اَنْتُمَا ؟ نَحْنُ لَيْلٰى وَ سُعْدٰى ـ
مَنْ اَنْتُنَّ ؟ نَحْنُ عَذْرَاءُ وَ زَهْرَاءُ وَ اَسْمَاءُ وَ . . . .

مَنْ اَنَا ؟ اَنْتَ فَيض بَخْش ـ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُمَا بَابَرُ وَ اَكْبَرُ ـ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُمْ نَتّھُو وَ فَتّوُ وَ چَھجّوُ وَ بِھنیکھا وَ گَھسِیٹا

مَنْ اَنَا ؟ اَنْتِ نَصِيْبَن ـ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُمَا چُھنّو وَ مُنّو ـ
مَنْ نَحْنُ ؟ اَنْتُنَّ زَاهِدَه وَ عَابِدَه وَ سَاجِدَه وَ . . .

تنبیہ : آٹھویں سبق میں آپ اسم ضمیر کی تعریف پڑھ چکے ہیں

اس کو بخوبی ذہن نشین کرنے کے لئے قاسم اور اس کی بیٹی زینب کی بات چیت سنئے :

قاسم : زینب ! قاسم زینب سے کہتا ہوں ، زینب کو زاہد کو ستانا نہیں چاہیئے ، زاہد زینب کا بھائی ہے ۔

زینب : ابّا جی ! زینب نے زاہد کو نہیں ستایا ۔ زاہد قاسم سے جھوٹ کہتا ہے کہ زینب نے زاہد کو ستایا ہے +

اوپر کی عبارت کو آپ بطریقِ ذیل ہموار کرینگے :

قاسم : زینب! مَیں تم سے کہتا ہوں ، تمھیں زاہد کو ستانا نہیں چاہیئے ، وہ تمھارا بھائی ہے ۔

زینب : ابّا جی ! میَں نے اس کو نہیں ستایا ۔ وہ آپ سے جھوٹ کہتا ہے کہ مَیں نے اس کو ستایا ہے +

پہلی عبارت میں قاسم (۱) زینب (۲) زاہد (۳) ان تین ناموں کا تکرار ہے جو ناموزوں معلوم ہوتا ہے ۔ دوسری عبارت میں ان تینوں ناموں کی جگہ چھوٹے چھوٹے اسم مَیں تم وہ وغیرہ لائے گئے ہیں ۔ ان ہی چھوٹے چھوٹے اسموں کو جو بڑے اسموں کے بجائے ہم اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں اسم ضمیر کہتے ہیں ۔

هُوَ	هُمَا	هُمْ
هِيَ	هُمَا	هُنَّ
اَنْتَ	اَنْتُمَا	اَنْتُمْ
اَنْتِ	اَنْتُمَا	اَنْتُنَّ
اَنَا	نَحْنُ	نَحْنُ

أَنَا نَحْنُ نَحْنُ

یہ سب ضمائر ہیں۔ ان کو یاد کر لیجئے۔

اسماء کی تقسیم بلحاظ تعریف وتنکیر

بعض اسماء ایسے ہوتے ہیں جو خاص خاص شخصوں اور خاص خاص چیزوں ہی کے نام ہوتے ہیں۔ ایسا نام بولنے سے وہی شخص یا وہی چیز سمجھی جاتی ہے جس کا وہ نام ہوتا ہے کوئی دوسری چیز یا دوسرا شخص اس نام سے نہیں سمجھا جاتا۔ مثلاً آپ عبداللہ یا زینب یا کوئی اور ایسا ہی خاص نام لے کر کسی کو بلائیں یا کسی کا ذکر کریں تو اس سے وہی خاص شخص سمجھا جائے گا، اور وہ اسی خاص شخص کا نام ہوگا، جس کو آپ بلا رہے ہیں یا جس کا ذکر کر رہے ہیں، کوئی دوسرا شخص اس سے مراد نہیں ہو سکتا، ایسے خاص ناموں کو عَلَمْ کہتے ہیں۔

اور بعض اسماء ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کسی ایک ہی شخص یا چیز کے نام نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے ایک ایک نام میں بہت اکائیاں شریک ہوتی ہیں۔ مثلاً آدمی کسی اکیلے دکیلے کا نام نہیں بلکہ سب انسان اس نام میں شریک ہیں۔ شَجَرَۃٌ کسی ایک روکھ کا نام نہیں۔ شَجَرَۃٌ سے ہر درخت مراد ہو سکتا ہے۔ ایسے ناموں کو اسماء نکرہ کہتے ہیں۔

اَلدَّرْسُ السَّابِعَ عَشَرَ

صَغِيْرٌ (چھوٹا) + كَبِيْرٌ (بڑا) + صَالِحٌ (اچھا) + طَالِحٌ (برا) + نَحِيْفٌ (دُبلا) + سَمِيْنٌ (موٹا) + نَعَمْ (ہاں) + لَا (نہیں) + لَيْسَ (نہیں ہے) + لَسْتُ (نہیں ہوں) +

هَلْ هٰذَا كِتَابٌ كَبِيْرٌ ؟	نَعَمْ ـ هٰذَا كِتَابٌ كَبِيْرٌ ـ
هَلْ هٰذَا كِتَابٌ كَبِيْرٌ ؟	لَا ـ مَا هٰذَا كِتَابًا كَبِيْرًا ـ هٰذَا كِتَابٌ صَغِيْرٌ ـ
هَلْ هُوَ وَلَدٌ صَالِحٌ ؟	نَعَمْ ـ هُوَ وَلَدٌ صَالِحٌ ـ
هَلْ هُوَ وَلَدٌ صَالِحٌ ؟	لَا ـ هُوَ لَيْسَ وَلَدًا صَالِحًا ـ هُوَ وَلَدٌ طَالِحٌ ـ
هَلْ اَنْتَ وَلَدٌ نَحِيْفٌ ؟	نَعَمْ ـ اَنَا وَلَدٌ نَحِيْفٌ ـ
هَلْ اَنْتَ وَلَدٌ نَحِيْفٌ ؟	لَا ـ اَنَا لَسْتُ وَلَدًا نَحِيْفًا ـ
مَنْ (هُوَ) وَلَدٌ سَمِيْنٌ ؟	هُوَ وَلَدٌ سَمِيْنٌ ـ
مَنْ (هُوَ) وَلَدٌ سَمِيْنٌ ؟	خَلِيْلٌ (هُوَ) وَلَدٌ سَمِيْنٌ ـ
مَنْ (هُوَ) وَلَدٌ سَمِيْنٌ ؟	اَنْتَ وَلَدٌ سَمِيْنٌ ـ
مَنْ (هُوَ) وَلَدٌ سَمِيْنٌ ؟	اَنَا وَلَدٌ سَمِيْنٌ ـ

اَلدَّرْسُ الثَّامِنَ عَشَرَ

مِطْوٰى (چاقو) + مِرْوَحَةٌ (پنکھا) + سَقْفٌ (چھت) +

هَلْ هٰذَا قَلَمٌ ؟ نَعَمْ۔ هٰذَا قَلَمٌ ۔

هَلْ هٰذَا كِتَابٌ ؟ نَعَمْ ۔ هٰذَا كِتَابٌ ۔

هَلْ هٰذَا كُرْسِيٌّ ؟ نَعَمْ۔ هٰذَا كُرْسِيٌّ ۔

هَلْ هٰذَا مِطْوٰى ؟ نَعَمْ۔ هٰذَا مِطْوٰى ۔

هَلْ هٰذِهٖ مِرْوَحَةٌ ؟ نَعَمْ هٰذِهٖ مِرْوَحَةٌ ۔

أَ تِلْكَ خَرِيْطَةٌ ؟ لَا۔ تِلْكَ صُوْرَةٌ۔

أَ ذَالِكَ شُبَّاكٌ ؟ لَا۔ ذَالِكَ بَابٌ ۔

أَ هٰذَا قَلَمُ الرَّصَاصِ ؟ لَا۔ هٰذَا قَلَمُ الْحِبْرِ۔

هَلْ ذَالِكَ سَقْفٌ ؟ نَعَمْ۔ ذَالِكَ سَقْفٌ۔

قواعِدُ التّدریس

الخطوة الثّانیة

(فی مادتها و وصفها)

المدرس : مِنْ اَیِّ شَیْءٍ صُنِعَتْ هٰذِهِ السَّبُّوْرَةُ ؟

التلمیذ : مِنَ الخَشَبِ -

المدرس : قُلْتُ ضَعْ اِجَابَتَكَ فِیْ جُمْلَةٍ دَائِمًا !

التلمیذ : اَلسَّبُّوْرَةُ صُنِعَتْ مِنَ الخَشَبِ -

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "مَصْنُوْعَةٌ" ؟

التلمیذ : هٰذِهِ السَّبُّوْرَةُ مَصْنُوعَةٌ مِّنَ الخَشَبِ -

المدرس : مَنِ الَّذِیْ صَنَعَهَا ؟

التلمیذ : صَنَعَهَا النَّجَّارُ -

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "السَّبُّوْرَة" مَعَ الاِشَارَةِ اِلَیْهَا فِیْ هٰذِهِ الجُمْلَةِ -

التلمیذ : هَاتِهِ السَّبُّوْرَةُ صَنَعَهَا النَّجَّارُ مِنَ الخَشَبِ -

المدرس : ضَعْ كَلِمَةَ "صَنَعَ" فِی اَوَّلِ الجُمْلَةِ ؟

التلمیذ : صَنَعَ النَّجَّارُ هَاتِهِ السَّبُّوْرَةَ مِنَ الخَشَبِ -

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "تِلْكَ" بَدَلَ هَاتِهِ فِی الجُمْلَةِ

السَّابِقَةِ ؟

التلميذ : صَنَعَ النَّجَّارُ تِلْكَ السَّبُّورَةَ مِنَ الخَشَبِ ـ

الخطوة الثالثة

(فِى لَوْنِهَا)

المدرس : مَا لَوْنُ السَّبُّورَةِ ؟

التلميذ : لَوْنُ السَّبُّورَةِ اَسْوَدُ ـ

المدرس : ضَعْ كَلِمَةَ السَّبُّورَةِ فِى اَوَّلِ الجُمْلَةِ ؟

التلميذ : السَّبُّورَةُ لَوْنُهَا اَسْوَدُ ـ

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "سَوْدَاءُ" ؟

التلميذ : السَّبُّورَةُ سَوْدَاءُ ـ

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ اللَّوْنِ فِى هٰذِهِ الجُمْلَةِ ؟

التلميذ : السَّبُّورَةُ سَوْدَاءُ اللَّوْنِ ـ

المدرس : يُفْهِمُ التَّلَامِيْذَ مَعْنَى "طِلَاءٍ" ، ثُمَّ يَأْمُرُهُمْ بِاِسْتِعْمَالِ هٰذِهِ الكَلِمَةِ ـ

التلميذ : طِلَاءُ السَّبُّورَةِ اَسْوَدُ ـ

المدرس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "طُلِيَتْ" فِى اَوَّلِ الجُمْلَةِ ؟

التلميذ : طُلِيَتِ السَّبُّورَةُ بِطِلَاءٍ اَسْوَدَ ـ

المدرس : لِمَاذَا طُلِيَتِ السَّبُّورَةُ بِطِلَاءٍ اَسْوَدَ ؟

التلميذ : لِتَظْهَرَ عَلَيْهَا الكِتَابَةُ بِالطَّبَاشِيْرِ ـ

المدرس : اِبْدَأْ كَلَامَكَ بِكَلِمَةِ "طُلِيَتْ" ؟
التلمیذ : طُلِيَتِ السَّبُّوْرَةُ بِطِلَاءٍ أَسْوَدَ، لِتَظْهَرَ عَلَيْهَا الْكِتَابَةُ بِالطَّبَاشِيْرِ-

الخطوة الرابعة

(فی فائدتها)

المدرس : مَا فَائِدَةُ السَّبُّوْرَةِ ؟
التلمیذ : يَكْتُبُ عَلَيْهَا الْمُدَرِّسُ -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "السَّبُّوْرَةُ" فِي هٰذِهِ الْجُمْلَةِ-
التلمیذ : السَّبُّوْرَةُ يَكْتُبُ عَلَيْهَا الْمُدَرِّسُ -
المدرس : أُرِيْدُ الْإِشَارَةَ إِلَى السَّبُّوْرَةِ فِي هٰذِهِ الْجُمْلَةِ-
التلمیذ : هٰذِهِ السَّبُّوْرَةُ يَكْتُبُ عَلَيْهَا الْمُدَرِّسُ -
المدرس : أُرِيْدُ الْإِشَارَةَ إِلَيْهَا بِكَلِمَةٍ أُخْرٰى غَيْرَ "هٰذِهِ"-
التلمیذ : هَاتِهِ السَّبُّوْرَةُ يَكْتُبُ عَلَيْهَا الْمُدَرِّسُ -
المدرس : أُرِيْدُ الْإِشَارَةَ إِلَيْهَا بِكَلِمَةٍ ثَالِثَةٍ غَيْرَ هَاتَيْنِ الْكَلِمَتَيْنِ -
التلمیذ : (مِنْ صَفِّ الْآخِيْرِ لِتَنْطَبِقَ الْإِشَارَةُ عَلَى الْمُشَارِ إِلَيْهِ مِنْ حَيْثُ الْبُعْدِ) : تِلْكَ السَّبُّوْرَةُ، يَكْتُبُ عَلَيْهَا الْمُدَرِّسُ -
المدرس : مَاذَا يَكْتُبُ عَلَيْهَا ؟

التلميذ : يَكْتُبُ عَلَيْهَا التَّارِيْخَيْنِ ، وَ عُنْوَانَ الدَّرْسِ -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " المُعَلِّمُ " ؟
التلميذ : اَلْمُعَلِّمُ يَكْتُبُ عَلَيْهَا التَّارِيْخَ ، وَ عُنْوَانَ الدَّرْسِ -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " السَّبُّوْرَةِ " فِي الجُمْلَةِ السَّابِقَةِ ؟
التلميذ : اَلْمُعَلِّمُ يَكْتُبُ عَلَى السَّبُّوْرَةِ التَّارِيْخَ وَ عُنْوَانَ الدَّرْسِ -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " السَّبُّوْرَةَ " فِيْ آخِرِ الجُمْلَةِ ؟
التلميذ : اَلْمُعَلِّمُ يَكْتُبُ التَّارِيْخَ وَ عُنْوَانَ الدَّرْسِ عَلَى السَّبُّوْرَةِ -
المدرس : وَ مَاذَا يَكْتُبُ عَلَيْهَا غَيْرَ ذَالِكَ ؟
التلميذ : يَكْتُبُ عَلَيْهَا الدُّرُوْسَ -
المدرس : وَ مَا فَائِدَتُكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْكِتَابَةِ ؟
التلميذ : نَقْرَؤُهَا وَ نَنْقُلُهَا فِي كُرَّاسَاتِنَا -
المدرس : وَ مَاذَا يَعْمَلُ عَلَيْهَا المُدَرِّسُ غَيْرَ الكِتَابَةِ ؟
التلميذ : يَرْسَمُ عَلَيْهَا -
المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " السَّبُّوْرَةِ " وَ " المُعَلِّمُ " فِيْ هٰذِهِ الجُمْلَةِ ؟
التلميذ : السَّبُّوْرَةُ يَرْسَمُ عَلَيْهَا المُعَلِّمُ +

هٰذا . وَ اذا بَقِيَ من الحصة زمن ، طالب المدرس التلاميذ بجمل مختلفة فى لون السبورة ، و فائدتها ، و وصفها ، كَتَطْبِيْقٍ على الدرس +

اِستِدراک

مئی ۱۹۴۱ء کے پیام میں قواعد التدریس کے ضمن میں چند اسباق کے نمونہ دئے گئے تھے جن کا اردو ترجمہ نہیں دیا گیا تھا۔ اور بعض جملے جو عربی میں درج ہونے چاہئے تھے اُردو میں درج ہو گئے تھے۔ اب اِتمامِ نفع کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کوتاہی کا ازالہ ہو جائے۔ نکالئے پیام اسلام مذکور صفحہ ۳۳ سطر آخر

المدرس : یَعْرِضُ کُرَۃً بَیْضَاءَ وَ یَسْأَلُ (سفید گولی دکھا کر پوچھتا ہے) یہ کیا ہے ؟

شاگرد : یہ گولی ہے ۔

استاد : اس کا رنگ کیا ہے ؟

شاگرد : سفید ۔

استاد : لَا تَذْکُرْ کَلِمَۃً وَاحِدَۃً فِی الْإِجَابَۃِ ، اِبْدَأْ کَلَامَکَ بِکَلِمَۃِ لَوْن (جواب دینے میں ایک کلمہ نہ بولا کرو ، اپنی بات لفظ لَوْن سے شروع کرو) ۔

شاگرد : گولی کا رنگ سفید ہے ۔

استاد : لَا تَذْکُرْ کَلِمَۃَ "لَوْن" فِی هٰذِهِ الْمَرَّۃِ ، وَ ابْدَءِ الْکَلَامَ بِکَلِمَۃِ الْکُرَۃِ (اس مرتبہ لَوْن کا لفظ نہ ذکر کرو اور بات کلمہ اَلْکُرَۃ سے شروع کرو) ۔

شاگرد : گولی سفید ہے ۔

استاد : يَضَعُ الكُرَةَ فِي الصُّنْدُوقِ وَ يَسْأَلُ : میں نے کیا کیا؟

شاگرد : آپ نے گولی صندوق میں رکھی ۔

استاد : اپنی بات میں لفظ "اَلْمُعَلِّمُ" استعمال کرو ؟

شاگرد : معلم نے گولی صندوق میں رکھی ۔

وَ هٰكَذَا يُحَادِثُهُمْ فِي بَاقِيَ الكُرَاتِ ۔

دوسرا قدم

(پیام اسلام مئی ۱۹۴۱ء ۔ صفحہ ۳۴ ۔ سطر ۱۴)

استاد : يُعْطِي اَحَدَ التَّلَامِيْذِ وَ لْيَكُنْ (مُخْتَارًا) كُرَةً ثُمَّ يَسْأَلُ : مینے کیا کیا ؟

شاگرد : آپ نے مختار کو گولی دی ۔

استاد : اپنے کلام میں لفظ المدرس ذکر کرو ؟

شاگرد : مدرس نے مختار کو گولی دی ۔

استاد : دوسرے شاگرد کو (اسے سعید فرض کرلو) ڈبے سے گولی لینے کو کہتا ہے ۔ پھر پوچھتا ہے : سعید نے کیا کیا ؟

شاگرد : ڈبے سے گولی لی ۔

استاد : کس نے گولی لی ؟

شاگرد : سعید نے ۔

استاد : مینے کہا : اپنے جواب دینے میں ایک کلمہ نہ بولا کرو کلمۂ "لی" کا استعمال کرو ؟

شاگرد : سعید نے گولی لی ۔

اِستدراک

مئی ۱۹۴۱ء کے پیام میں قواعد التدریس کے ضمن میں چند اسباق کے نمونہ دئے گئے تھے جن کا اردو ترجمہ نہیں دیا گیا تھا۔ اور بعض جملے جو عربی میں درج ہونے چاہئے تھے اُردو میں درج ہو گئے تھے۔ اب اِتمام نفع کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کوتاہی کا ازالہ ہو جائے۔ نکالئے پیام اسلام مذکور صفحہ ۳۳ سطر آخر

المدرس : يَعْرِضُ كُرَةً بَيْضَاءَ وَ يَسْأَلُ (سفید گولی دکھا کر پوچھتا ہے) یہ کیا ہے ؟

شاگرد : یہ گولی ہے ۔

استاد : اس کا رنگ کیا ہے ؟

شاگرد : سفید ۔

استاد : لَا تَذْكُرْ كَلِمَةً وَاحِدَةً فِي الْإِجَابَةِ ، اِبْدَأْ كَلَامَكَ بِكَلِمَةِ لَوْن (جواب دینے میں ایک کلمہ نہ بولا کرو، اپنی بات لفظ لَوْن سے شروع کرو) ۔

شاگرد : گولی کا رنگ سفید ہے ۔

استاد : لَا تَذْكُرْ كَلِمَةَ "لَوْن" فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ ، وَ ابْدَءِ الْكَلَامَ بِكَلِمَةِ الْكُرَةِ (اس مرتبہ لَوْن کا لفظ نہ ذکر کرو اور بات کلمہ اَلْكُرَة سے شروع کرو) ۔

شاگرد: گولی سفید ہے۔
استاد: يَضَعُ الْكُرَةَ فِي الصُّنْدُوْقِ وَ يَسْأَلُ: میں نے کیا کیا؟
شاگرد: آپ نے گولی صندوق میں رکھی۔
استاد: اپنی بات میں لفظ "اَلْمُعَلِّمُ" استعمال کرو؟
شاگرد: معلم نے گولی صندوق میں رکھی۔

وَ هٰكَذَا يُحَادِثُهُمْ فِي بَاقِي الْكُرَاتِ۔

دوسرا قدم

(پیام اسلام مئی ۱۹۴۱ء۔ صفحہ ۳۴۔ سطر ۱۴)

استاد: يُعْطِي اَحَدَ التَّلَامِيْذِ وَ لْيَكُنْ (مُخْتَارًا) كُرَةً ثُمَّ يَسْأَلُ: مینے کیا کیا؟
شاگرد: آپ نے مختار کو گولی دی۔
استاد: اپنے کلام میں لفظ المدرس ذکر کرو؟
شاگرد: مدرس نے مختار کو گولی دی۔
استاد: دوسرے شاگرد کو (اسے سعید فرض کر لو) ڈبے سے گولی لینے کو کہتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے: سعید نے کیا کیا؟
شاگرد: ڈبے سے گولی لی۔
استاد: کس نے گولی لی؟
شاگرد: سعید نے۔
استاد: مینے کہا: اپنے جواب دینے میں ایک کلمہ نہ بولا کرو کلمہ "لی" کا استعمال کرو؟
شاگرد: سعید نے گولی لی۔

تیسرا قدم

(صفحہ ۳۵ - سطر ۱۰)

شفیق گولی پھینکتا ہے۔ عزیز اس کو دبوچ لیتا ہے۔

استاد : شفیق نے کیا کیا ؟

شاگرد : شفیق نے گولی پھینکی۔

استاد : اور عزیز نے کیا کیا ؟

شاگرد : عزیز نے گولی دبوچی ؟

مدرس دوسرے شاگرد کو (وہ توفیق سہی) گولی احتیاط کے ساتھ مسطر پر رکھنے کو کہتا ہے تاکہ زمین پر نہ گر پڑے۔ توفیق گولی کو احتیاط سے مسطر پر رکھتا ہے۔

استاد : (پوچھتا ہے) گولی کہاں ہے ؟

شاگرد : گولی مسطر پر ہے۔

استاد : اسے کس نے مسطر پر رکھا ؟

شاگرد : اسے توفیق نے رکھا۔

مدرس توفیق کو گولی کو مقابل کی طرف پھینکنے کا حکم دیتا ہے (وہ مقابل کامل سہی)۔ توفیق کامل کو گولی پکڑانے کا قصد کرتا ہے تو وہ زمین پر گر پڑتی ہے۔

استاد : گولی کو کیا ہوا ؟

شاگرد : گولی زمین پر گر پڑی۔

استاد : کس نے گرائی ؟

شاگرد : توفیق نے گرا دی۔

استاد : تو اب توفیق کھیل سے باہر ہو جائے ۔ پھر وہ اس کو نرمی اور پیار سے ہنسی خوشی ظاہر کرتے ہوئے قطار سے قدرے دُور ہو جانے کو کہتا ہے ۔
توفیق نے کیا کیا ؟

شاگرد : قطار سے خارج ہوا یا قطار سے دُور ہوا ۔

استاد : تیسرے شاگرد کو (وہ حامد سہی) اپنا بایاں ہاتھ اسکی پشت کو اوپر کے رُخ کرتے ہوئے پھیلانے کا حکم دیتا ہے ۔ پھر پوچھتا ہے:
حامد نے کیا کیا ؟

شاگرد : اپنا ہاتھ پھیلایا ۔

استاد : حامد کو اپنی گولی اپنے ہاتھ کی پشت پر رکھنے کا حکم دیتا ہے ۔
پھر پوچھتا ہے : حامد نے کیا کیا ؟

شاگرد : گولی اپنے ہاتھ پر رکھی ۔

استاد حامد کو اپنے دوست رُشدی کی طرف گولی پھینکنے کا حکم کرتا ہے ۔
حامد کامیابی سے گولی پھینکتا ہے اور وہ رُشدی کے ہاتھ میں آ پڑتی ہے ۔ مدرس دونو کے کام پر خوشنودی ظاہر کرنے کے لئے شاگردوں کو تالی بجانے کا حکم دیتا ہے ۔ پھر پوچھتا ہے :
طالب علموں نے کیا کیا ؟

شاگرد : تالی بجائی ۔

استاد : کس کے لئے تالی بجائی ؟

شاگرد : رشدی اور حامد کے لئے تالی بجائی ۔

استاد : حامد نے کیا کیا ؟

شاگرد : رشدی کی طرف گولی پھینکی ۔
استاد : اور گولی کہاں گری ؟
شاگرد : گولی رشدی کے ہاتھ میں گری ۔
استاد : چوتھے طالب علم کو (وہ حلمی سہی) گولی زمین پر لڑھکانے کا حکم دیتا ہے - پھر پوچھتا ہے : حلمی نے کیا کیا ؟
شاگرد : حلمی نے زمین پر گولی لڑھکائی ۔
استاد ایک اور طالبعلم کو (وہ نصر سہی) ایک چھوٹا بلا گولی پر مارنے کو کہتا ہے - پھر پوچھتا ہے : نصر نے کیا کیا ؟
شاگرد : نصر نے گولی کو ضرب لگائی ۔
استاد : کس چیز سے ضرب لگائی ؟
شاگرد : بلّے سے ضرب لگائی ۔
استاد : اس جملے میں لفظ "تختۂ سیاہ" کلمۂ اشارہ کے ساتھ استعمال کرو
شاگرد : یہ تختۂ سیاہ ہے جسے ترکھان نے لکڑی سے بنایا ہے ۔
استاد : شروع جملہ میں لفظ بنایا رکھو ؟
شاگرد : بنایا ترکھان نے اس تختۂ سیاہ کو لکڑی سے ۔
استاد : کلمۂ سابقہ میں اِس کے بجائے کلمۂ اُس استعمال کرو ؟
شاگرد : ترکھان نے اُس تختۂ سیاہ کو لکڑی سے بنایا ۔

تیسرا قدم

(اس کے رنگ پر بات چیت)

استاد : سبّورہ کا رنگ کیا ہے ؟
شاگرد : سبّورہ کا رنگ سیاہ ہے ۔

استاد : سبتُورہ کا لفظ شروع جملے میں رکھو ؟
شاگرد : سبتُورہ ، رنگ اس کا سیاہ ہے ۔
استاد : لفظ ، سیاہ ، کا استعمال کرو ؟
شاگرد : سبتُورہ سیاہ ہے ۔
استاد : اس جملے میں لفظ ، رنگ ، کا استعمال کرو ؟
شاگرد : سبتُورہ سیاہ فام ہے ۔
استاد : لفظ ، طِلا ، (پُچارا) کے معنی سمجھاتا ہے ۔ پھر اس کلمہ کے استعمال کرنے کو انھیں کہتا ہے ۔
شاگرد : بورڈ کا پُچارا کالا ہے ۔
استاد : شروع جملے میں لفظ ، رنگا گیا ، استعمال کرو ؟
شاگرد : رنگا گیا بورڈ ، سیاہ رنگ سے ۔
استاد : بورڈ سیاہ رنگ سے کیوں رنگا گیا ؟
شاگرد : تاکہ اس پر چاک کا لکھا ہوا ظاہر ہو ۔
استاد : اپنی بات لفظ ، رنگا گیا ، سے شروع کرو ؟
شاگرد : بورڈ سیاہ رنگ سے رنگا گیا تاکہ اس پر چاک سے لکھا ہوا ظاہر ہو ۔

چوتھا قدم

(پیام اسلام مئی ۱۹۳۱ء صفحہ ۲۷ سطر ۲)

استاد : استاد شاگردوں نے بیٹھنے کو کہتا ہے ۔ پھر ڈبا ان کے سامنے کرتا ہے اور پوچھتا ہے : یہ کیا ہے ؟
شاگرد : یہ صندوق ہے ۔

استاد صندوق کا ڈھکنا دکھا کر پوچھتا ہے :

یہ کیا ہے ؟

شاگرد : یہ غِطَاء الصُّنْدُوق ہے۔

استاد ہر شاگرد کو اپنی گولی صندوق میں رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے :

طالب علموں نے کیا کیا ؟

شاگرد : گولیاں صندوق میں رکھیں۔

استاد : توفیق کو بلا کر صندوق کو بند کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے :

توفیق نے کیا کیا ؟

شاگرد : توفیق نے صندوق کو بند کیا۔

کلاس کا تختۂ سیاہ

(پیام مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۹ سطر ۱۲ سے)

استاد : اس کا کیا نام ہے (مُشِيْرًا إِلَى السَّبُّوْرَةِ) ؟

شاگرد : یہ جماعت کا تختۂ سیاہ ہے۔

استاد : اب یہ کس چیز پر ہے ؟

شاگرد : تختۂ سیاہ دیوار پر ہے۔

استاد : اپنی بات میں لفظ لگا ہوا کا استعمال کرو ؟

شاگرد : تختۂ سیاہ دیوار میں لگا ہوا ہے۔

استاد : لفظ " لگایا جاتا ہے " استعمال کرو ؟

شاگرد : تختۂ سیاہ دیوار میں لگایا جاتا ہے ۔
استاد : کس چیز سے لگایا جاتا ہے ؟
شاگرد : میخوں سے لگایا جاتا ہے ۔
استاد : "میخوں" کا لفظ پہلے جملے پر زیادہ کرو ؟
شاگرد : تختۂ سیاہ دیوار پر میخوں سے لگایا جاتا ہے ۔
استاد : وہ طالب علموں کے کہاں ہے ؟
شاگرد : طالب علموں کے سامنے ۔
استاد : نہیں، کلمہ سبُّورہ استعمال کرو تاکہ جملہ بنے ؟
شاگرد : تختۂ سیاہ شاگردوں کے سامنے ہے ۔
استاد : " لگایا جاتا ہے " اور " میخوں " دونوں کلمے سابقہ جملے میں استعمال کرو
شاگرد : تختۂ سیاہ دیوار میں طالب علموں کے سامنے میخوں سے لگایا جاتا ہے ۔
استاد دوسرے طالب علموں سے اس جملے کا تکرار کرائے ۔

پیام اسلام (جون سنہ ۱۹۴۱ء)

اب اس پرچہ میں آئے ہوئے نمونہ کے اسباق کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اَلْخُطْوَةُ الثَّانِيَةُ (فِيْ مَادَّتِهَا وَوَصْفِهَا)

(دوسرا قدم - سبّورۃ الفصل کے مادہ اور وصف پر محادثہ)

صفحہ ۲۲ - سطر ۱

استاد : یہ تختۂ سیاہ کس شے سے بنا ؟
شاگرد : لکڑی سے ۔

استاد : پہنے کہا ہمیشہ جملے میں جواب دیا کرو ؟
شاگرد : تختۂ سیاہ لکڑی سے بنا۔
استاد : لفظ "بنایا ہوا" استعمال کرو ؟
شاگرد : یہ تختۂ سیاہ لکڑی سے بنایا ہوا ہے۔
استاد : کس نے اسے بنایا ؟
شاگرد : اسے ترکھان نے بنایا۔

چوتھا قدم

(اس کے فائدے پر گفتگو)

استاد : سبّورہ کا کیا فائدہ ہے ؟
شاگرد : اس پر مدرس لکھتا ہے۔
استاد : اس جملے میں لفظِ سبّورہ استعمال کرو !
شاگرد : مدرس سبّورہ پر لکھتا ہے۔
استاد : میں اس جملے میں سبّورہ کی طرف اشارہ چاہتا ہوں !
شاگرد : اس سبّورہ پر مدرس لکھتا ہے۔
استاد : میں اس کی طرف ھٰذِہٖ کے سوا کسی اور کلمے سے اشارہ چاہتا ہوں
شاگرد : یہ سبّورہ ہے جس پر مدرس لکھتا ہے۔
استاد : میں اس کی طرف ان دو کلموں کے سوا کسی تیسرے کلمے سے اشارہ چاہتا ہوں۔
شاگرد : (پچھلی قطار سے تاکہ اشارہ مشارٌ الیہ پر دُوری کے لحاظ سے منطبق ہو) وہ سبّورہ ہے جس پر مدرّس لکھتا ہے۔
استاد : اس پر کیا لکھتا ہے ؟

شاگرد : اس پر دونوں تاریخیں اور سبق کا عنوان لکھتا ہے۔
استاد : کلمۂ معلم استعمال کرو !
شاگرد : معلّم اس پر سبق اور تاریخ کا عنوان لکھتا ہے۔
استاد : سابقہ جملے میں کلمۂ سبتورہ استعمال کرو !
شاگرد : معلّم سبتورہ پر سبق اور تاریخ کا عنوان لکھتا ہے۔
استاد : لفظ سبتورہ کو آخر جملہ میں استعمال کرو !
شاگرد : معلّم تاریخ اور سبق کا عنوان سبُورہ پر لکھتا ہے۔
استاد : اور اس کے سوا اس پر اور کیا لکھتا ہے ؟
شاگرد : اس پر اسباق لکھتا ہے۔
استاد : اور تمھارا اس لکھنے سے کیا فائدہ ہے ؟
شاگرد : ہم اس کو پڑھتے اور اپنی کاپیوں میں نقل کرتے ہیں۔
استاد : مدرس لکھنے کے سوا اس پر اور کیا کرتا ہے ؟
شاگرد : اس پر ڈرائنگ کرتا ہے۔
استاد : اس جملے میں "سبتورہ" اور "معلّم" کے الفاظ استعمال کرو !
شاگرد : سبتورہ پر معلّم ڈرائنگ کرتا ہے۔

اس کے بعد اگر پیریڈ میں سے کچھ وقت بچ رہے تو مدرس شاگردوں سے سبتورہ کے رنگ، فائدہ اور وصف کے متعلق مختلف جملے بطور تطبیق علی الدرس بنوائے +

اَلاَوانِی المَنزِلِیَّةُ: گھر کے برتن (ترجمہ)

جِلاءُ الفِضَّةِ : لاشَیْءَ اَفْضَلُ لِجِلاءِ الفِضَّةِ مِنَ الطَّباشِیْرِ الاَبْیَضِ النّاعِمِ، تُفْرَكُ بِهٖ اَدَواتُ الفِضَّةِ بِفُرْشاةٍ اَوْ بِخِرْقَةٍ ناعِمَةٍ مِنَ الصُّوفِ +

چاندی کو جِلا کرنا : چاندی کو جلا دینے کے لئے نرم سفید چاک سے بہتر کوئی چیز نہیں، چاندی کے آلات پر اس کو برش یا نرم صوف کی دھجی سے مَلا جائے +

تَنْظِیْفُ فُرْشاةِ الشَّعْرِ : اَذِبْ قَلِیْلاً مِنْ کَرْبُوْناتِ الصُّوْدا فِی الماءِ البارِدِ، وَ نَظِّفْها بِهٖ، وَ لا تُجَفِّفْها فِی الشَّمْسِ وَ لا اَمامَ النّارِ، بَلْ ضَعْها فِی الظِّلِّ حَتّٰی تَنْشِفَ +

بالوں کے برش کو صاف کرنا: تھوڑا سا کربونات الصودا (Sodium bicabonate) ٹھنڈے پانی میں گھول لو اور بالوں کے برش کو اس سے صاف کرلو، اور نہ اسے دھوپ میں، نہ آگ کے سامنے خشک کرو بلکہ اسکو سوکھ جانے تک سایہ میں رہنے دو +

تَنْظِیْفُ الاَدَواتِ الفِضِّیَّةِ: تُنَظَّفُ الاَدَواتُ الفِضِّیَّةُ جَیِّداً ثُمَّ تُمْسَحُ بِقِطْعَةٍ مِنَ اللَّیْمُوْنِ (المالِحِ) ثُمَّ تُغْسَلُ وَ تُنَشَّفُ فَتَبْیَضُّ وَ تَلْمَعُ وَ تَبْقٰی کَذٰلِكَ مُدَّةً طَوِیْلَةً +

چاندی کے اسباب کا صاف کرنا: چاندی کے برتن پہلے اچھی طرح صاف کئے جائیں۔ پھر ان کو لیموں کی نمک پاشیدہ قاش سے ملا جائے۔ پھر دھو کر سکھا لیا جائے، اس سے وہ سفید اور چمکدار نکل آئیں گے اور مدت تک اسی طرح رہیں گے +

جہان کا بزرگ ترین انسان

دنیا میں سب سے بڑا آدمی کون ہوا ہے ؟ اس میں آزاد مشرب لوگوں کی رائیں مختلف ہیں، یورپ کے بعض جرائد نے اپنے قارئین کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کر کے ان کے خیالات دریافت کئے تھے جن میں سے بعض نے اپنی رائے یہ بیان کی تھی کہ: انسان اعظم جس کا ظہور نوعِ بشری میں ہوا وہ

سیدنا محمد خاتم النبیین

(صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

پھر یہی مسئلہ بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے پیش کیا اور اس کا پہلا جواب جس شخص نے بھیجا وہ بھی ایک مسیحی بزرگ تھے "الوطن" نے لکھا:

ہم نے فضلاء کے ایک فریق سے سوال کیا تھا کہ: جہان کا بزرگ ترین انسان کون ہے ؟ اور کیوں ہے ؟

اس سوال کے مندرجہ ذیل جوابات ہمیں پہنچے ہیں:

س - جہان کا بزرگ ترین انسان کون ہے، اور کیوں ہے ؟

ج - دنیا کا سب سے بڑا انسان، اور بہر صورت سب سے بڑا انسان، وہ شخص ہے جس نے دس برس میں ایک دین اور ایک فلسفہ کامل کر لیا، اجتماع کے آئین اور تمدن کے قوانین وضع کر لئے، جنگ کے دستور بدل ڈالے، اور ایک ایسی ملت اور دولت کی بنا ڈالدی جو صدیوں سے قائم چلی آتی ہے، اور با ایں ہمہ وہ ایک اَن پڑھ آدمی ہے اور وہ ہے:

مسلمانوں کا نبی محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی العربی

نبی نے اپنی عظیم الشان تجویز کی جملہ ضروریات کو فراہم کرلیا اور اپنی امت، اپنے پیروؤں اور اس حکومت کے لئے جس کی بنا ڈالی تھی قیام و دوام کے اسباب بکثرت مہیا کر دئے۔ جب مسلمان قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے اپنے دین و دنیا کی ضرورتوں کے متعلق سب ہدایتیں مل جاتی ہیں۔ آنحضرت نے مسلمانوں کے لئے ایک عالمگیر کانفرنس مقرر کی جو ہر سال مکہ میں منعقد ہوتی ہے، جو شخص اس مسئلے کا دھیان کرے گا کہ " حج اس شخص پر جو زاد و راحلہ کا مقدور رکھے فرض ہے، اور جس کو مقدور نہ ہو اس پر سے ساقط ہے" اس کو پتہ چل جائے گا کہ حج کی غرض و غایت یہ ہے کہ قوم کے دولتمند اور مکھیا لوگ قوم کے مجموعی حالات اور اس کے سیاسی، تمدنی اور اجتماعی معاملات پر غور و فکر کریں۔ اور آنحضرتؐ نے ناداروں اور مفلسوں کی ضروریات کا تدارک زکوٰۃ کو ہر (صاحب نصاب) مسلمان پر فرض ٹھہرا کر اس خوبی کے ساتھ کردیا کہ اگر مسلمان زکوٰۃ اسی طرح ادا کریں جس طرح کرنی چاہیئے تو اُمت میں کوئی شخص بھی مفلس نہ رہے۔

اور آنحضرتؐ نے قرآن کو ایسی "عربی کتاب" قرار دے کر جس کا زبانِ عرب میں سمجھنا ہر مسلمان کو ضروری ہے، اسلام کی ابدیت کا بیج بو دیا، اور اگر یہ اتنا بھی ہوتا کہ عربی زبان کا سمجھنا ہر عالم و امام پر فرض ہے تو بھی مسلمانوں کو ایک زبان پر ہمساز رکھنے کے لئے کافی تھا۔

اور آپ نے ہر فردِ ملّت کے لئے کاملیّت کا راستہ اس قرارداد سے ہموار کیا کہ مسلمان کے لئے کسی دوسرے مسلمان پر فضیلت رکھنے کی وجہ بجز اس کی نیکی اور پرہیزگاری کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں اسلام ایک حقیقی جمہوریت ہے جس کے رئیس کا انتخاب جو خلیفہ کہلاتا تھا مسلمان خود کرتے تھے۔

مسلمان اس راہ پر ایک وقت تک چلتے رہے اور بیعتِ خلافت کا طریق اسی جمہوریت کا ایک اشارہ تھا۔

آنحضرتؐ نے غیر عرب کے لئے اسلام قبول کرنا اس ارشاد سے آسان کر دیا کہ نہ تو کسی عربی کو عجمی پر کوئی بڑائی ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر۔

اور غیر مسلموں کو اسلامی ممالک میں امن و آسائش کی زندگی بسر کرنا آنحضرتؐ کے اس قول کی بدولت میسر ہوا کہ

اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللہِ فَاَحَبُّھُمْ اِلَیْہِ اَنْفَعُھُمْ لِعَیَالِہٖ۔

(ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ سو اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔)

آنحضرتؐ نے خاندانی امور پر نظر ڈالی تو نکاح و تناسل اور وراثت کے آئین مرتب فرمائے اور عورت کی شان بلند کر دی۔ اور امورِ تمدن کی طرف رجوع فرمایا تو افراد کے حالات کی نگرانی کے لئے قوانین و احکام وضع فرما دئے۔

اور حکومت کے مالیہ کو بھی محرومِ توجہ نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے بیت المال کا نظام قائم کیا۔

اور آپ کے افکار میں دانشوروں کو بھی بہت بڑی بہرہ اندوزی ہوئی۔ کہ آپ نے حکمت کو مومن کا گمشدہ مال قرار دیا اور تاکید فرمائی کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّیْنِ۔ آنحضرتؐ کی اس توجہ کو، مسلمانوں کے علم کو اس کے ہر دروازے سے تحصیل کرنے اور ترقی دینے میں بہت بڑا اثر تھا۔

تو کیا جس شخص نے یہ سب کچھ کر دکھایا
وہی سب سے بڑی شخصیت نہ ہوگا؟؟؟

أَيُّ أَوْلَادِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ

قَالَ رَجُلٌ لِآخَرَ : أَ لَكَ وَلَدٌ ؟

قَالَ : نَعَمْ -

قَالَ : أَيُّهُمْ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟

قَالَ : اَلصَّغِيْرُ حَتّٰى يَكْبَرَ ، وَ الْمَرِيْضُ حَتّٰى يَبْرَأَ ، وَ الْغَائِبُ حَتّٰى يَئُوْبَ -

ترجمہ :-

تمھارا کون لڑکا تمھیں بہت پیارا ہے ؟

کسی شخص نے کسی دوسرے سے پوچھا : کیا تمھارے اولاد ہے ؟

کہا : ہاں -

کہا : تمھیں ان میں سب سے پیارا کون ہے ؟

کہا : چھوٹا بڑا ہونے تک ، بیمار تندرست ہونے تک ، غائب واپسی تک +

سَلْ غَيْرِيْ

حَكَى أَبُوْ عَلِيِّ الرَّازِيُّ قَالَ : مَرَرْتُ بِصِبْيَانٍ فِيْ طَرِيْقِ الشَّامِ يَلْعَبُوْنَ بِالتُّرَابِ ، وَ قَدِ ارْتَفَعَ الْغُبَارُ ، فَقُلْتُ مَهْلًا قَدْ غَبَّرْتُمْ .

فَقَالَ صَبِيٌّ مِّنْهُمْ: يَا شَيْخُ! أَيْنَ تَفِرُّ إِذَا هِيلَ عَلَيْكَ التُّرَابُ فِي الْقَبْرِ؟

فَغُشِيَ عَلَيَّ، فَأَفَقْتُ وَ الصَّبِيُّ قَاعِدٌ عِنْدَ رَأْسِي مَعَ الصِّبْيَانِ يَبْكُوْنَ۔

فَقُلْتُ لَهُ: أَعِنْدَكَ حِيْلَةٌ فِي الْفِرَارِ مِنَ التُّرَابِ؟

فَقَالَ: أَنَا لَا أَعْلَمُ، وَ لٰكِنْ سَلْ غَيْرِيْ۔

فَقُلْتُ: وَ مَنْ غَيْرُكَ؟

قَالَ: عَقْلُكَ۔

(ترجمہ)

میرے سوا اور سے پوچھ

ابو علی رازی نے کہانی کہی، کہا: شام کی راہ میں کچھ بچوں پر میرا گزر ہوا جو مٹی سے کھیل رہے تھے اور غبار اُٹھا ہوا تھا۔

مینے کہا: ٹھہرو! تم نے گرد اڑا رکھی ہے!

ان میں سے ایک بچہ بول اٹھا: بابا جب قبر میں تم پر مٹی ڈالی جائیگی اُس وقت کدھر بھاگوگے؟

یہ سُنکر مجھے غش آ گیا، ہوش آیا تو بچہ بچوں کے ساتھ میرے سر کے پاس بیٹھا ہے۔ سب رو رہے ہیں۔

مینے اس سے کہا: تمھارے پاس خاک (گور) سے بھاگ نکلنے کی کوئی تدبیر ہے؟

اس نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں۔ لیکن میرے غیر سے پوچھ لو۔

مینے کہا: تیرا غیر کون ہے؟

اس نے کہا : تمہاری عقل !

خَطِيَّةُ الْعُصْفُوْرِ

سَأَلَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الْإِمَامَ الزَّمَخْشَرِيَّ عَنْ سَبَبِ قَطْعِ رِجْلِهِ، فَقَالَ : اَمْسَكْتُ عُصْفُوْرًا فِيْ صِبَايَ، وَ رَبَطْتُهُ بِخَيْطٍ فِيْ رِجْلِهِ، وَ اَفْلَتَ مِنْ يَدِيْ، وَ دَخَلَ فِيْ خَرْقٍ وَ جَذَبْتُهُ فَانْقَطَعَتْ رِجْلُهُ، فَتَاَلَّمَتْ اُمِّيْ وَ دَعَتْ عَلَيَّ۔

فَلَمَّا رَحَلْتُ اِلٰى بُخَارَا لِطَلَبِ الْعِلْمِ سَقَطْتُ عَنِ الدَّابَّةِ فَانْكَسَرَتْ رِجْلِيْ +

(ترجمہ)

چڑیا کا گناہ

بعض علماء نے امام زمخشری سے اس کا پاؤں کاٹ ڈالنے کا سبب دریافت کیا۔ کہا : میں نے اپنے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی اور اس کا پاؤں ایک دھاگے سے باندھ دیا۔ وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک شگاف میں داخل ہو گئی۔ میں نے اس کو کھینچا تو اس کا پاؤں کٹ گیا، میری ماں کو اس سے رنج ہوا اور اس نے مجھے بد دعا دی۔

پھر جب میں نے طلب علم کے لئے بخارا کی طرف کوچ کیا، تو (سواری کے) حیوان پر سے گر پڑا اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا +

أُغنيةُ البنت

إِنَّنِي بِنْتٌ صَغِيرَهْ، زَهْرَةُ الفُلِّ[1] النَّضِيرَهْ[2]
إِنَّمَا نَفْسِي كَبِيرَهْ، تَبْتَغِي نَيْلَ الكَمَالْ

هَذِّبُونِي، ثَقِّفُونِي[3]، كُلَّ خَيْرٍ لَقِّنُونِي[4]،
كُلَّ فَنٍّ عَلِّمُونِي فِيهِ لِلْبِنْتِ جَمَالْ

بَدِّدُوا عَنِّي الجَهَالَهْ، وَ اغْرِسُوا فِي النَّبَالَهْ[5]،
اَبْعِدُوا عَنِّي البِطَالَهْ[6]، فَهِيَ الدَّاءُ العُضَالْ[7]

رَأْفَةً، لَا تُهْمِلُونِي شَجِّعُونِي دَرِّبُونِي[8]،
فِي ذُرَى[9] العَلْيَا ضَعُونِي، لِلْوَرَى[10] خَيْرَ مِثَالْ

فَمَتَى يَدْنُوا[11] الزَّمَانُ، وَ يُرَى لِلْبِنْتِ شَانُ،
وَ اعْتِبَارٌ وَ مَكَانُ فِي جَمَاعَاتِ الرِّجَالْ؟

---

١ ضرب من الياسمين ـ (Sambac) ـ ٢ الجميلة ـ ٣ دبوني
٤ فهموني بالكلام ـ ٥ النجابة و الفضل ـ ٦ الفراغ من العمل
٧ الشديد المعي ـ ٨ عودوني ـ ٩ جمع ذروة : اعلى الشئ
١٠ للناس ـ ١١ يقرب +

عربی سیکھنے کے خواہشمند

جو اپنے مطالعہ سے عربی سیکھنا چاہتے ہوں، مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں

معلم العربیہ :- چار ماہ میں بلا رٹے عربی سکھانے والا رسالہ۔ جس میں تمام ضروری صرفی نحوی مسائل گردان، ترکیب، لغات بتلا کر مثال میں کثرت سے آیات قرآنیہ، احادیث، نصیحت آمیز عربی مقولے، روزمرہ کی بول چال اور آنحضرت کے اخلاق طاہرہ کے ذریعے سے تمام مسائل مشق کرائے گئے ہیں، جس کے پڑھنے سے بلا رٹے عربی سمجھنے، لکھنے اور پڑھنے پر قدرت ہو جاتی ہے۔ اخیر میں ایک ہزار جدید و قدیم لغات اور کثیر اردو سے عربی مصادر کا ایک ضمیمہ شامل ہے۔ قیمت فی نسخہ ۱۲ار۔

عربی ٹیچر :- جدید و قدیم عربی زبان سیکھنے کا نہایت مفید رسالہ۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ۔

عربی کا معلم حصہ اول :- صرف و نحو عربی کے مسائل کو جدید سہل اسلوب پر نہایت خوبی سے سمجھایا گیا ہے اور ہر سبق کے تحت کثیر امثلہ مشقیہ قرآن مجید اور محاورات عرب سے دی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ر۔

عربی کا معلم حصہ دوم :- قیمت فی جلد ایک روپیہ۔

کلام عربی حصہ اول :- جس میں عربی ادب قدیم و جدید، اور قواعد و ترجمہ کی نہایت آسان طریقے پر عملی تعلیم دی گئی ہے اور جسکے ساتھ ڈیڑھ ہزار کثیر الاستعمال عربی الفاظ کی ایک جامع ڈکشنری شامل ہے قیمہ

کلام عربی حصہ دوم - جسمیں عربی ادب قدیم و جدید، ترجمہ و انشاء اور عربی اخبارات سے استفادہ کی نہایت سہل طریقے پر تعلیم دیگئی ہے اور جسکے ساتھ ۳۰۰ جدید عربی الفاظ کی ایک جامع ڈکشنری شامل ہے قیمت

اللغات والامثال :- اردو سے عربی میں ترجمہ کرنیوالوں کیلئے نہایت مفید کتاب ہے۔ اس میں تین ہزار سے زائد اردو الفاظ کے سامنے انکے ہم معنے چار ہزار سے زائد عربی الفاظ دئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں ایک ہزار سے زائد عرب کی مشہور ضرب الامثال جمع کی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ر۔

اساس عربی :- جدید طرز پر عربی صرف و نحو کا نصاب مع کثیر امثلہ مشقیہ۔ قیمت ۵ر

ملنے کا پتہ: **مینیجر مکتبہ علمیہ شہر جالندھر**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنِ حکیم

اور اُس کا اثر لغت و علم و اجتماع و اخلاق پر

(از استاد محمد احمد جاد مولیٰ بك مصر)

(۴)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصلحِ اعظم ہیں:

یہ تو ظاہر ہو چکا، کہ قرآن کریم، جہانتک تاریخ کو علم ہے، بہت ہی تھوڑے زمانے میں بہت بڑی اصلاح کو بر روئے کار لایا ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ جس پر یہ نوشتہ نازل ہوا ہے، وہی مصلح اعظم ہو۔ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) حکمتِ الٰہی نے چاہا، کہ ہر اُمت کے پاس، وقتاً بعدَ وقتٍ، ایسے رہنما بھیجے جاتے رہیں جو ان کو سمجھاتے اور سدھارتے رہیں۔ چنانچہ جب کوئی رہنما اُن کے پاس ہدایت کی روشنی لے کر آتا، تو وہ روشنی کچھ دیر تو قائم رہتی، پھر آہستہ آہستہ مدھم ہوتی چلی جاتی، یہانتک کہ جب بجھنے کے قریب ہو جاتی، تو اللہ اس امت کو تاریکیوں سے بچانے کے لئے ایک اور پیغمبر بھیج دیتا، جو از سرِ نو اِس ہدایت کو اُجاگر کر دیتا۔

جگ پر جگ بیتتے اور صدیوں پر صدیاں گزرتی رہیں، اور قومیں ایک دوسری سے کٹی پھٹی ہوئی تھیں، ہر قوم اپنے دل میں سمجھ رہی تھی کہ سارا جہان اسی کے اندر سمایا ہوا ہے، اور وہی دوسری ساری قوموں سے افضل

ہے۔ اس لئے کہ ہر قوم یہی سمجھ رہی تھی کہ مقدس کتابیں اور سچے رسول صرف اسی کے پاس آئے ہیں، گویا اور قوموں کو چھوڑ کر اللہ کو اسی کی رعایت اور پاسداری منظور ہے، اسی کارن جو کچھ اس نے اسے بخشا کسی اور کو نہیں دیا۔ حالانکہ خدائے پاک کی ذات اس قسم کے بے سروپا خیالات سے بہت بالا اور برتر ہے۔

اسی لئے حکمت الٰہی نے یہ چاہا، کہ یہ جو بعض اقوام کے دل میں اپنی اپنی نسل کی، اور اپنے دین کی برتری کے خیالات سمائے ہوئے ہیں، ان کو مٹا دے اور ساری نوع انسان کو ایک جسم واحد بنا دے، تو اس نے ساری خلق پر یہ احسان کیا، کہ سارے جہان کے لئے ایک عام پیغمبر بھیج دیا جس کی پیغمبری بھی سب کے لئے عام تھی اور ایسی عام کہ نہ تو اس کو کسی دیس کیساتھ کوئی خصوصیت اور نہ اس کو کسی زمانے کے ساتھ کوئی خصوصیت۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ — اور ہم نے تو تجھے سارے ہی جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ٥ — اور ہمنے تو تجھے سارے ہی لوگوں کو خوشخبری سنانے اور چونکانے کیلئے بھیجا ہے۔

پہلے انبیاء کی مثال چراغوں کی مثال تھی جن میں سے ہر ایک چراغ ایک حجرے میں رکھا ہوا ہو، اور اس کی روشنی اپنے ہی حجرے تک محدود ہو، اس سے باہر اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ پھر جس وقت آفتابِ رحمت نے ملکِ عرب سے ظہور کیا تو اِن محدود الاثر چراغوں کی کوئی حاجت باقی نہ رہی، اور نہ کسی دوسرے نور کو یہ مقدور ہو سکا کہ اس آفتابِ عالمتاب کا قائم مقام ہو سکے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول بھی مبعوث ہوا، اپنی اُمت

کے افراد کو مہذّب بنانے، اور ان میں ایک ہمجنس امّت بننے کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیئے مبعوث ہوا۔ اور درحقیقت یہ کام بہت بڑا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ خیر المرسلین ہیں، اس لیئے مبعوث ہوئے کہ ان تمام اُمتوں کو جوڑ کر ایک ایسی امّت بنا دے جو اخوّت و مساوات کے رشتے سے گتھی ہوئی ہو۔ ہر پیغمبر اپنی اُمت میں کسی ایک خو و خصلت کو درست کرنے کے لیئے آیا تو اس کی زندگی اُسی خُلق کے لیئے نمونہ تھی جس کی درستی کے لیئے وہ آیا تھا، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری فطرتِ انسانی کو بالیدگی بخشنے اور اس کے ملکات سے کام لینے اور اس کی طبیعتوں کو درست کرنے کے واسطے تشریف لائے تھے، اور ان کی حیات ایسے شائستہ نمونوں سے بھرپور تھی جو تمام بنی آدم کی تقویمِ اخلاق کے کفیل ہو سکیں۔

اسی واسطے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ساری انسانیت کے لیئے ایک "مثلِ کامل" تھے جس میں وہ تمام فضائل اکٹھے ہو گئے تھے جو بنی اسرائیل اور دیگر اقوام کے انبیاء میں الگ الگ موجود تھے۔ موسیٰ (ع) کی شجاعت، ہارون (ع) کی شفقت، ایوبؑ کا صبر، داؤدؑ کا اقدام، سلیمانؑ کی عظمت، یحییٰؑ کی سادگی، اور عیسیٰؑ کی رحمت اس مثلِ کامل میں یکجا ہو گئی تھی ؎

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۲) اگر عظمت، کسی ایسی اُمت کی اصلاح ہو سکتی ہو، جو اجتماعی پراگندگی کی غایت کو پہنچ چکی ہو تو اس مقام پر کوئی ایسی شخصیت نہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس خصوص میں مقابلہ کر سکے کہ آنحضرتؐ نے امّتِ عربیہ کو ہاویۂ ہلاک و دمار سے نکال کر تہذیب و عرفان کا چراغ بنا دیا

اور اگر عظمت کسی ایسی اُمّت میں یگانگی پیدا کرنے پر مبنی ہو سکتی ہو جس کے رگ و ریشہ میں فرقت راہ پا چکی ہو، اور آپس کی دشمنی جس کی سرشت میں قدم جما چکی ہو، تو کون شخص ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آسکتا ہے جنہوں نے ان کو ظلِ اسلام کے نیچے برادرانِ ہمرنگ بنا کر پہلو بہ پہلو بٹھا دیا۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا۔

اور تم اپنے اوپر اللہ کی وہ نعمت یاد کرو کہ دشمن دشمن ہو رہے تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا اور تم اسکے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے آئے کھڑے تھے کہ اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔

عرب کا حال آپس کی جدائی میں وہی تھا، جو اُن کے ملک کے ریگستانوں کا کہ اُن کا ہر ذرہ ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے، پھر اسلام نے ان میں سازگاری پیدا کر کے انکو اتنا قوی بنا دیا کہ بڑے بڑے سخت بھونچال بھی ان میں اثر نہ کر سکے۔

اگر عظمت روئے زمین پر اللہ کی بادشاہی قائم کر دینے سے متحقق ہو سکتی ہے تو کون شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ریس کرنے کا حوصلہ کر سکتا ہے جس نے اصنام کو سرنگوں، بت پرستی کو باطل اور جزیرۂ عرب کو شرک سے پاک کر دیا اور دلوں کو توحید الٰہی کے نور سے بھر دیا۔ اور اگر عظمت حُسنِ اخلاق پر منحصر ہو تو کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ محمد ہی تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کو دشمن و دوست سب امین کہکر پکارتے تھے۔

اور اگر عظمت کی بنیاد فتح و ظفر اور کشور کشائی پر قائم ہو سکتی ہو تو

اس پر سچی گواہ ہے کہ آجتک اس کے مقامِ بلند تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکی وہ ایک یتیم پیدا ہوا تھا، اس کے پاس کوئی قوت نہیں تھی. پھر اُس نے ایک فاتح اعظم کی حیثیت سے ایک ایسی دولت کی بنیاد ڈالدی جو تیرہ صدیوں سے زاید تک دشمنوں کے مکائد کو رد کرتی رہی۔

اور اگر عظمت، ناموری اور اچھی شہرت سے تعلق رکھتی ہو تو ناموری میں کون شخص اس ذات والا کے سنمکھ آ سکتا ہے جسکی محبت سے ایسے چالیس کروڑ انسانوں کے دل شاد و آباد ہیں جو سارے روئے زمین پر منتشر ہیں اور باوجودیکہ ان کی قومیت، ان کے رنگ، ان کی زبانیں جدا جدا ہیں مگر سب اخوت کے بندھن سے بندھے ہوئے ہیں +

قرآن کا اثر احوال خلقیہ پر:

چونکہ گھر ہی وہ پہلی تربیت گاہ ہے جہاں انسان آداب و اخلاق سیکھتا اور ان سے خوگر ہوتا ہے۔اس لئے قرآنِ کریم نے والدین کی فرمانبرداری کو واجب قرار دے دیا ہے:

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا	اور تیرے رب نے چُکا دیا ہے کہ اسکے سوا کسی
اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا	کی پرستش نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ	سے پیش آؤ۔اور اگر تیرے پاس بڑھاپے کو
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ	پہنچ جائے ان دونو میں سے ایک یا وہ دونو
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ	تو نہ تو انھیں اُف کہو اور نہ اُن کو ڈانٹو اور
قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۵ وَاخْفِضْ	ان سے ادب و احترام کے ساتھ گفتگو کرو+ اور
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ	انکے لئے از راہ رحمت فروتنی کے بازو پست کرو،

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ اور کہو: اے پروردگار اِن پر رحمت فرمائیے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

اور ان کی نافرمانی کی کہیں اجازت نہیں دی سوا اسکے کہ وہ اسے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کو کہیں:

وَ اِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔ اور اگر وہ تجھے اس پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو ساجھی بنائے جسکا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کا کہا نہ مان، اور دنیا میں پسندیدہ طور پر انکی مصاحبت کر۔

والدین کا یہی بڑا احترام وہ اساس ہے جس پر فرمانرواؤں کی فرمانبرداری کی فضیلت مبنی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں (یعنی اہل ایمان ہوں)

اولی الامر سے فقط حکام ہی مراد نہیں ہیں بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی اقتدار و اثر حاصل ہو اولی الامر میں شامل ہے۔ حدیث ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی اپنی رعیّت کے متعلق جواب دِہ ہے)۔

اس سے واضح ہے کہ اسلام سب لوگوں سے اپنے اوپر والوں کی طاعت کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ برچھاگردی اور مخالفت کی بیخکنی اور طاعت کے ستونوں کو استوار کرے۔ قرآن کریم نے اخلاق کی بنیاد ایک فضیلت پر رکھی ہے جو تقویٰ ہے۔ ان آیاتِ کریمہ پر، جن میں یہ کلمہ اور اس کے مشتقات وارد

ہوئے ہیں، نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان ہر ایسی چیز سے بچتا رہے جس میں اس کا اپنا یا اس کے غیر کا ضرر ہو تاکہ مساوات کی حدیں انسانی سوسائٹی میں قائم رہیں، نہ تو اِن میں کوئی چھید پڑے اور نہ کسی طرح کا بوداپن ان پر طاری ہو:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

لوگو! ہم نے تم کو ایک نر اور ناری سے پیدا کیا ہے اور تمھاری ذاتیں اور گوتیں اس لئے بنائیں کہ آپس کی جان پہچان کر سکو، تم میں اللہ کے یہاں بڑا شریف وہی ہے جو بڑا متقی ہو۔

آیت اس باب میں آشکار ہے کہ لوگوں کے ذات گوت ہونے کی اجتماعی غرض یہی آپس کی جان پہچان ہے اور تقویٰ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے اجتماع کے سارے فضائل کی کوئی فضیلت بھی باہر نہیں رہتی اور کوئی اجتماعی رذیلۃ اس کے معنوں میں دخل نہیں پا سکتی۔ اور اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم نے بہت بڑی اخلاقی بنیاد قائم کر دی ہے کہ لوگ جو در اصل برابر ہیں۔ انکی انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں میں بڑا شریف اس کو ٹھہرایا ہے جو بڑا متقی ہو، یعنی از روئے خُلق سب سے بڑا ہو، نہ از رُوئے مال، نہ از روئے رجال، نہ از رُوئے فکر، نہ از رُوئے علم، اور نہ ایسی دیگر اشیا کی رُو سے جن کا باہمی برتری کا سبب ہونا درست نہ ہو سکے مگر تمدن کے فساد، سوسائٹی کے اضطراب، اور حکومتوں کے ادبار کی حالت میں۔ تو درحقیقت تقویٰ ہی خُلقِ کامل ہے۔ اسی لئے قرآن کی رائے میں زیادہ قریب تقوےٰ کے عدل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا

کسی قوم کی دشمنی تم سے یہ نہ کرا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو۔ کہ عدل

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

اور قرآن نے تقویٰ کے مظاہر کو تین چیزوں کی طرف راجع کر دیا ہے اور وہ ہیں (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (۳) اور ایمان باللہ۔ اور یہی تینوں ادب و اجتماع کے تمام قوانین کا آغاز و انجام ہیں۔ قَالَ تعالیٰ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ تم ہو بہترین اُمت جو لوگوں کے لئے برآمد ہوئی۔ معروف کا حکم کرتے ہو، منکر سے نہی کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مَعْرُوْف ہر وہ کام ہے جسے عقل صحیح بجا سمجھے۔ اور امر بالمعروف میسّر نہیں ہو سکتا جبتک کہ ادارت کی آزادی اور مضبوطی حاصل نہ ہو۔ اور مُنْکَر وہ ہے جس کو عقل صحیح بیجا سمجھے اور نہی عَنِ الْمُنْکَر بھی رائے کی پختگی اور آزادی کے بغیر میسّر نہیں ہو سکتی۔ اور اِیْمَانٌ بِاللّٰه اللہ کی ہستی اور یکتائی کا اعتقاد ہے جو بغیر اسکے پورا نہیں ہو سکتا کہ نفس خدا کی مصنوعات میں غور و فکر کرنے سے عادات و اوہام کے بندھنوں سے آزادی حاصل کر لے، اور یہی وہ 'ایمان' ہے جو امر بالمعروف اور نہی عَنِ المنکر پر ایسے خدائی وثوق کے ساتھ مبعوث کرتا ہے جس سے کوئی شئے اجتماع کے ان عوارض میں سے آڑے نہیں آ سکتی جو طبع انسانی کی کمزوری کے باعث پیش آ جایا کرتے ہیں مثلاً بزدلی، منافقی، اور دنیا کی محبت وغیرہ کیونکہ یہ صفتیں ایمان کی درستی کے ساتھ عارض نہیں ہو سکتیں، بلکہ یہ تو زور آوروں اور خود سروں کی عبادتیں، اور شہوات و جذبات وغیرہ کی پرستشیں ہیں جو ایمان درست کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتیں۔ جو کوئی بھی قرآن میں تدبر کرے گا، اس پر روشن

ہو جائیگا کہ قرآن ہر شخص کو اجتماعی ارادہ عطا کرتا ہے جس کی بنیاد حُرّیت ہے

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ اور کہدے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی چاہے ایمان لائے اور جو کوئی چاہے کفر کرے +

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا، وَ مَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۵ پھر جو کوئی راہ پر آتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو آتا ہے اور جو کوئی راہ سے بھٹکتا اپنے ہی نقصان کو بھٹکتا ہے ہمیں کوئی تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں +

اسی لئے جب پہلی سنگت نے صدرِ اسلام میں اس کو اپنے لئے مثال بنایا، اور اس کے خُلقی آداب کو اپنا شعار قرار دیا تو ان کو یہ اجتماعی ارادہ حاصل ہو گیا۔ اور اگر عرب کو سارے علوم اور سارے عالم، تمام فلسفے اور تمام فلسفی قرآن کے عوض مل جاتے تو ان کے کسی کام نہ آتے، کیونکہ وہ عقلی فضیلت جس کی بنیاد علم ہو حتمی طور پر عملی ارادہ تک نہیں پہنچاتی۔

مگر وہ فضیلتِ خُلقی جس کو قرآن لے کر آیا ہے بالیقین عملی ارادے تک پہنچا دیتی ہے، اس لئے کہ یہی ارادہ اس فضیلت کا مظہر ہے، اور اس کے ظہور کرنے کی سوائے عمل کے اور کوئی سبیل نہیں۔ اور جب فرد کا ارادہ درست ہو جائے اور جماعت میں اس کی سمت اس کے لئے سیدھی ہو جائے تو وہ بذاتِ خود عملِ امت کا ایک جز ہو جاتا ہے اور جو امت ایسے افراد سے مل کر بنتی ہے وہ تاریخ اجتماع میں بہت اونچی منزلت حاصل کر لیتی ہے +

اور قرآنِ کریم میں تأمل کرنے والا یہ دیکھتا ہے کہ اس کے جمیع آداب و عقائد اہلِ اسلام کے دِلوں میں روح اجتماعی کو دَوڑا دیتے ہیں اور یہی روح اسلام کو پھیلنے، یہاں تک کہ ان دشمنوں تک میں پھیل جانے کا پہلا سبب رہی جو اس کی بیخکنی پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے، مثلاً مغل اور تاتاری وغیرہ جو اسلام سے سختی کرتے رہے تاکہ اسے بیکس کر دیں، اس کے بعد اس کے سخت ترین حامی اور مددگار بن گئے۔ قرآن کے اسلام کی طرف بلانے کے بجز اُسوَہ کے اور کوئی راستے نہیں ÷

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ تمہارے لئے رسولِ خدا میں ایک نیک نمونہ ہے۔

پس اُسوہ یا قُدوہ ہی اس کے آداب کا مظہر ہے۔ اسی لئے جب کوئی گروہ اس کا اہل ملتا تو اس کی طرف بلاوا بھی مل جاتا۔ اگرچہ وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔ کسی کو عقلیات کے ذریعے اس کی ترغیب نہیں دی گئی، کیونکہ دین طبعی میں نفس، نفس سے بغیر کسی وساطت یا وساطت کی تدبیر کے لیتا ہے، اور رسولِ خدا کے قول میں قرآن کی تعریف کس فصاحت کے ساتھ آئی ہے کہ

فِیْہِ نَبَأُ مَا قَبْلِکُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَ حُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ وَ هُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْهَزَلِ (اس میں تم سے پہلے کا حال، تم سے پیچھے کی خبر، تمہارے آپس کا فیصلہ ہے، وہ دو ٹوک بات ہے، ٹھٹھا نہیں ہے)÷

(باقی باقی)

حاشیہ مختصر ابن ابی جمرہ

(۳)

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم اَوَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ ؟ قَالَ نَعَمْ، لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِہٖ، اِلَّا عُوْدِیَ، وَ اِنْ یُدْرِکْنِیْ یَوْمُکَ، اَنْصُرْکَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَۃُ اَنْ تُوُفِّیَ۔

اس پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَ (حرف استفہام) کیا + وَ (حرف عطف) اور + مُخْرِجِیَّ در اصل مُخْرِجُوْنَ لِیْ تھا، مُخْرِجُوْنَ: نکالنے والے ہیں۔ لِیْ: مجھکو۔ مُخْرِجُوْنَ کا ن اضافت کے لئے اور لِیْ کا لام تخفیف کے لئے حذف کیا تو مُخْرِجُوْیَ رہ گیا۔ واو ساکن یا کے ساتھ اکٹھی ہوجانے کے سبب یا سے بدل گئی تو یا، یا میں مُدغَم ہوگئی اور یا کی موافقت کے لئے ضمّہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا۔)

سوال: اصل تو یہ تھا کہ حرفِ عطف کو اداۃِ استفہام سے پہلے لایا جاتا جیسا کہ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ؟ فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ ؟ میں فَ جو حرف عطف ہے اَنّٰی اور اَیْنَ سے جو اسماء استفہام ہیں پہلے آئے ہیں۔

جواب: ہمزۂ استفہام اپنے اصل ہونے کی وجہ سے حرفِ عطف سے مقدم آنے میں مخصوص ہے۔ زمخشری کہتا ہے کہ ہمزہ اپنے ٹھکانے پر ہے، اور عطف ایک جملہ پر ہے جو ہمزہ کے بعد مُقدّر ہے اور تقدیر یہ ہے کہ اَ مُعَادِیَّ ھُمْ وَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ یعنی کیا وہ مجھ سے دشمنی کرنے والے

ہیں اور مجھے نکال باہر کرنے والے ہیں ؟ اور جملۂ مُخْرِجِيَّ هُمْ میں مبتدا مؤخر ہے اور خبر مُقَدَّم اپنے پہلے جملۂ استفہام پر معطوف ہے از قسم عطف انشاء بر انشاء۔

ترجمہ: تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کیا وہ مجھے نکال باہر کریں گے؟

قَالَ (وَرَقَةُ): (ورقہ نے) کہا + نَعَمْ: ہاں + (اَیْ هُمْ مُخْرِجُوْكَ): (یعنی وہ تجھے نکال باہر کریں گے) + لَمْ يَأْتِ: نہیں آیا + ب: ساتھ + مِثْلِ: مانند + مَا: اسکی جو + جِئْتَ: تو آیا + بِ: ساتھ + ہٖ: اس کے + اِلَّا: مگر + عُوْدِيَ: وہ دشمنی کیا گیا۔

ترجمہ: کوئی آدمی اسکی مثل جو تُو لایا، کبھی لے کر نہیں آیا کہ اس سے عداوت نہ کی گئی ہو۔

تنبیہ: آنحضرتؐ کو ورقہ کی اس بات سے کہ وہ تجھے نکال دینگے اس لئے تعجب ہوا تھا، کہ نکالنے کا کوئی سبب موجود نہیں تھا۔ ورقہ نے لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ الخ کہکر اپنے نَعَمْ کہنے کی علّت بیان کر دی۔

وَ: اور + اِنْ: اگر + يُدْرِكْ: پائے + نِ ىْ: مجھ کو + يَوْمُ كَ: تیرا دن (اَیْ يَوْمُ اِخْرَاجِكَ) یعنی تیرے نکالے جانے کا دن +

اِنْ شرطیہ + يُدْرِكْ اس شرطیہ کے سبب مجزوم + يَوْمُكَ مرفوع، فاعل ہے يُدْرِكْ کا + اَنْصُرْ: میں مدد کروں + كَ: تیری + نَصْرًا: مدد + مُؤَزَّرًا قوی، ماخوذ ہے اَزْر سے، لیکن قزّاز نے لغت میں مُؤَزَّر کے اَزْر سے آنے کا انکار کیا ہے، اور ابو شامہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اَزَار سے ہو اور اس سے آنحضرتؐ کی نصرت کے لئے تشمیر

یعنی پوری آمادگی اور کمربستگی کی طرف اشارہ کیا ہو۔

قَالَ الْاَخْطَلُ: قَوْمٌ اِذَا حَارَبُوْا شَدُّوْا مَآزِرَهُمْ +

اَنْصُرْكَ جوابِ شرط ہونے کے باعث مجزوم ہے۔ نَصْرًا مفعول مطلق ہے، اور مُؤَزَّرًا کا موصوف ہونے کی وجہ سے نوع کا مُبَیِّن ہے۔

ترجمہ: تو اللہ کے رسول نے کہا: کیا وہ لوگ مجھے نکال ہی دیں گے، (ورقہ نے) کہا: ہاں! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص جو کچھ تو لایا ہے اس کی مانند لے کر آیا ہو اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو، اور اگر ایسا ہوا کہ تیرے (اس) دن نے مجھے پا لیا تو میں تیری پرزور مدد کرونگا۔

لَمْ يَنْشَبْ - لَمْ يَلْبَثْ - لَمْ يَمْكُثْ نہ ٹھہرا۔ نہ دیر کی۔ نشب کے اصل معنے تعلق کے ہیں۔

ترجمہ: پھر ورقہ نے دیر نہ کی کہ وفات پائی۔

وَفَتَرَ الْوَحْيُ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ وَ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ: بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ

تشریح کلمات:۔

وَ (حرفِ عطف) حرفِ عطف اسی لئے لایا گیا ہے، تاکہ معلوم ہو کہ وہ اس پر جو کتاب بخاری میں پہلے آچکا ہے معطوف ہے، گویا ابن شہاب کا کہنا یہ ہے:

اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بِكَذَا وَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بِكَذَا

مجھے عروہ نے ایسی خبر دی ہے اور ابو سلمہ نے مجھے ایسی خبر دی ہے) ابو سلمہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ہیں۔

فَتَرَ : اِحْتَبَسَ وَ تَاَخَّرَ مُدَّةً مِنَ الزَّمَانِ، رُکی رہی اور پیچھے رہی کچھ مدت تک۔

اَلْاَنْصَارِی : جابر کی صفت ہے۔ قَالَ (اَیْ جابرٌ)

وَ هُوَ یُحَدِّثُ : جملہ حالیہ ہے یعنی قَالَ جَابِرٌ فِیْ حَالِ کَوْنِہٖ یُحَدِّثُ (جابر نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا)

عَنْ فَتْرَةِ الوَحْیِ، یُحَدِّثُ سے متعلق ہے۔

فَقَالَ (النبی صلّی اللہُ علیہ وسلّم)

بَیْنَمَا : ظرف زمان ہے جو جملۂ اسمیہ اور جملۂ فعلیہ کی طرف اکثر اور مفرد کی طرف کمتر مضاف ہوتا ہے۔ اصل اس کی بَیْنَ۔ فتحۂ نون کو اِشْبَاع کیا گیا تو فتحہ الف ہو گیا اور بَیْنَ سے بَیْنَا بن گیا۔ اور اِشباع حرکت کے دراز کرنے کو کہتے ہیں۔ اور تقدیر اصل کے موافق یہ ہوگی : بَیْنَ اَوْقَاتٍ اَنَا اَمْشِیْ (اس اثنا میں کہ میں چلا جاتا تھا) اور بَیْنَا میں چونکہ شرط کا معنے پایا جاتا ہے اس لئے ایسے جواب کا محتاج ہوتا ہے جس سے مطلب پورا ہو جائے۔ اصمعی کے نزدیک فصیح یہ ہے کہ اس کے جواب کے ساتھ اِذْ فجائیہ یا اِذَا فجائیہ واقع ہو اور بعض کے نزدیک اِذْ یا اِذَا کا نہ آنا فصیح ہے مثلاً فَبَیْنَا نَحْنُ نَرْقَبُہٗ اَتَانَا۔

اِذْ سَمِعْتُ (کہ میں نے سُنی) بَیْنَا کا جواب ہے صَوْتًا ایک آواز۔ مِنَ السَّمَاءِ (اَیْ مِنْ جَانِبِ السَّمَاءِ) یعنی آسمان کی طرف سے۔

ترجمہ : اور وحی رک گئی۔ ابن شہاب نے کہا، اور مجھے عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوسلمہ نے بتلایا کہ عبداللہ کے بیٹے جابر انصاری نے وحی کی رکاوٹ کا حال بیان کرتے ہوئے

کہا: پھر آنحضرت نے اپنی حدیث میں فرمایا: اندریں اثنا کہ میں چلا جا رہا تھا، یکایک آسمان کی طرف سے ایک آواز میں نے سنی تو اپنی نگاہ اوپر کو اٹھائی۔

فَاِذَا مَلَكُ الَّذِیْ جَاءَنِیْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰی كُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ، فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ، وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ، وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ. فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَ تَتَابَعَ +

تشریح: فَ، تو۔ اِذَا (فجائیہ) دفعۃً، ناگہاں، یکایک، اچانک کیا دیکھتا ہوں + اَلْمَلَكُ: فرشتہ اور وہ جبریل تھے + بِحِرَاءٍ: اَیْ بِغَارِ حِرَاءٍ + عَلٰی كُرْسِیٍّ: جار و مجرور جَالِسٌ کے متعلق ہے جو خبر ہے مبتدا اَلْمَلَكُ کی۔

كُرْسِیٌّ: بضم کاف اور کوئی کوئی کاف کی کسرے بھی پڑھ لیتے ہیں۔ قَالَ فِی الْمِصْبَاحِ اَلْكُرْسِیُّ بضم کاف بکسر کاف کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔ اور جمع اس کی كَرَاسِیُّ (مثقل) آتی ہے اور کبھی مخفف بھی کر لیتے۔ قَالَ بن سکیت فی باب مَا یُشَدَّدُ: وَكُلُّ مَا كَانَ وَاحِدُهٗ مُشَدَّدًا شَدَّدْتَ جَمْعَهٗ، وَاِنْ شِئْتَ خَفَّفْتَ + رُعِبْتُ: اصیلی نے اس کو رَعُبْتُ پڑھا ہے۔ اَیْ فَزِعْتُ یعنی میں ڈرا، گھبرایا، اسی طرح اجھوری اور فتح الباری میں بھی رُعِبْتُ عین کے ضمے سے آیا ہے اور المختار اور المصباح میں فتحہ عین کی صراحت ہے۔ رَعَبْتُ رُعْبًا از باب نَفَعَ یَنْفَعُ = خِفْتُ، میں ڈرا۔ بنفس خود اور ہمزہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ رَعَبْتُهٗ بھی آتا ہے اور اَرْعَبْتُهٗ بھی آجاتا ہے المصباح اور مختار کی عبارت

حسب ذیل ہے : رَعَبَہٗ ۔ یَرْعَبُہٗ کَقَطَعَہٗ یَقْطَعُہٗ رُعْبًا بِالضَّمِّ اَفْزَعَہٗ تو یوں کہنا چاہیئے کہ حدیث فعلِ لازم پر محمول ہے اور جو دونوں کتابوں میں ہے فعلِ متعدی پر محمول ہے۔

زَمِّلُوْنِیْ : اور یونس کی روایت میں دَثِّرُوْنِیْ آیا ہے اور یہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کے زیادہ مناسب ہے۔

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ : (یا ایھا المتلفف بثیابہٖ) (اے اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے) اے بالاپوش پہنے ہوئے۔

قُمْ : انھ ف: پس + اَنْذِرْ : خَوِّفْ وَ اَنْذِرْ مِنَ الْعَذَابِ + فَاَنْذِرْ مَنْ لَمْ یُؤْمِنْ بِکَ) ڈرا اور چونکا (عذاب سے اس کو جو تجھ پر ایمان نہیں لایا)

تنبیہ: انذار یعنی خطرہ سے خبردار کرنے پر اس لئے بس کی کہ بشارت دینا تو اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی اسلام میں داخل ہو اور اس وقت تک کوئی داخل ہوا نہیں تھا اور اس سے اِنْذَار کا متعلق بھی ثابت ہو گیا۔ اور وہ کفار ہیں۔

وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ : اَیْ عَظِّمْ رَبَّکَ : اور اپنے رب ہی کی پھر تو تکبیر کر بڑائی بول (یعنی اپنے رب کے کمال کی صفتوں سے متصف اور صفاتِ نقص سے منزہ ہونے کا معتقد رہ) +

وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ : اَیْ طَھِّرْ ثِیَابَکَ مِنَ النجاسات)۔ یعنی اپنے کپڑوں کو پاک رکھ (نجاستوں سے) وَ قِیْلَ مَعْنَاہُ قَصِّرْ (کوتاہ کر) اور بقولِ بعض ثیاب سے مراد نفس ہے اور اس کی تطہیر سے مراد نقائص سے بچنا ہے۔

وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ: اَیْ اُتْرُکِ الرُّجْزَ اَیِ الْوَثَنَ۔ یعنی چھوڑ دے رُجز یعنی وثن (بت) کو۔ لغت میں رُجز بمعنیٰ عذاب ہے۔ اَوْثَان (بتوں) کو یہاں رُجز (عذاب) اس لئے کہا گیا کہ وہ سببِ عذاب ہیں۔

فَحَمِيَ الْوَحْيُ : اَيْ كَثُرَ بَعْدَ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَيْ كَثُرَ نُزُوْلُهٗ : پھر بہتات سے آئی وحی اس آیت کے اترنے کے بعد۔ یعنی اس کا نزول بکثرت ہوا۔

وَتَتَابَعَ : عطف تفسیر ہے حَمِيَ پہ۔ اور پے درپے آتی رہی۔

پوری حدیث کا ترجمہ

ام المومنین حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بولیں : پہلے جس قسم کی وحی پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہونے لگی وہ سونے کی حالت میں سچے خواب تھے، سو وہ کوئی ایسا خواب نہ دیکھا کرتے جو نور صبح کی مانند (صادق نہ آجاتا۔ پھر ان کو خلوت گزینی پسند کرائی گئی اور وہ غارِ حرا میں خلوت نشین رہتے۔ اور اس میں گنتی کی راتوں تک عبادت کیا کرتے۔ اس سے پہلے کہ اپنے اہل وعیال میں جائیں اور وہ اس (خلوت وعبادت) کے لئے زادلے جایا کرتے تھے۔ پھر وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ آتے اور آکر ان کی مانند راتوں کے واسطے زاد لے جاتے، یہانتک کہ غارِ حرا میں ان کے پاس حق آیا۔ پس فرشتے نے ان کے پاس آکر کہا۔ پڑھ۔ فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرمایا پھر اس نے مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ میری قوت کو پہنچ گیا (اور مجھ میں کوئی سکت نہ رہنے دی)۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھ۔ تو میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، تب اس نے مجھے تیسری بار پکڑ کر دبایا اور چھوڑ کر کہا : پڑھ اپنے رب کا نام لے کر، جس نے سب کچھ بنایا، انسان کو لہو کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی فیاض ہے (جس نے قلم کے ذریعے تعلیم کیا۔ انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا تعلیم کیا)

پھر پیغمبر خدا ان (آیات) کو لے کر گھر لوٹے۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا اور خُوَیلد کی بیٹی خدیجہ سے ملے اور کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ تو انھوں

نے انھیں کپڑا اوڑھا دیا، یہانتک کہ ان کا خوف جاتا رہا۔ تب آنحضرتؐ نے خدیجہ سے سارا حال بیان کرکے کہا: مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہوگیا ہے۔ اس پر خدیجہ نے آنحضرت سے کہا: بخدا یہ نہ ہوگا، اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو اپنے رشتہ داروں سے نیکی کرتے ہیں، اپاہجوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، مفلس کو کما کر کھلاتے ہیں، مہمان کو نوازتے ہیں اور سزاوارِ امداد حادثوں میں مدد دیتے ہیں

پھر خدیجہ ان کو ساتھ لے کر چلیں یہانتک نوفل بن عبدالعزیٰ کے بیٹے ورقہ کے پاس لے آئیں جو خدیجہ کا چچیرا بھائی تھا، اور یہ شخص جاہلیت کے زمانے میں نصرانی ہوگیا تھا، اور کتاب عبرانی لکھا کرتا تھا، یعنی انجیل کو عبرانی میں جتنا اللہ کو اس کا لکھنا منظور ہوتا لکھا کرتا تھا، اور وہ بڑا بوڑھا آدمی تھا بینائی جاتی رہی تھی۔ سو خدیجہؓ نے اس کو کہا اے عمزادِ من! اپنے بھتیجے کی بات سن، تب ورقہ نے ان سے کہا: اے برادر زادے! تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حال دیکھا تھا اس سے بیان کر دیا۔ اس پر ورقہ نے آنحضرت صلعم سے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو اللہ نے موسےٰ پر نازل کیا تھا: اے کاش میں اسوقت نوجوان ہوتا! کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب تیری قوم تجھ کو نکالنے لگتی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ لوگ مجھے نکال ہی دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو کچھ تو لایا ہے، کوئی شخص اس کی مانند لے کر آیا ہو، اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اور اگر ایسا ہوا کہ تیرے (اس) دن نے مجھے پالیا تو میں تیری پرزور مدد کروں گا۔ پھر دیر نہ لگی کہ ورقہ کے دن پورے ہوگئے اور وحی (کچھ مدت تک) رکی رہی۔

ابن شہاب نے کہا اور مجھے عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوسلمہ نے بتلایا کہ عبداللہ

کے بیٹے جابر انصاری نے وحی کی رکاوٹ کا حال بیان کرتے ہوئے کہا: پھر آنحضرت نے اپنی حدیث میں فرمایا: اندریں اثنا کہ میں چلا جا رہا تھا۔ میں نے یکایک ایک آواز آسمان کی طرف سے سنی، اس کی نگاہ جو اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے (یہ دیکھ کر میں اس سے ڈرا تو (گھر) لوٹ آیا اور کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

اے بالا پوش پہنے ہوئے! اٹھ۔ اور اٹھ کر ڈرا، اور اپنے رب کی بڑائی بولتا رہ، اور اپنے کپڑوں کو پاک و صاف رکھا کر۔ اور گندگی سے کنارہ کش رہ پھر وحی گرما گرمی سے پے درپے آنے لگی۔

احسن البیان فی مطالب الفرقان

یہ سلسلۂ دروس کتابی صورت میں احسن البیان فی مطالب الفرقان کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور اور دیگر اسلامی درس گاہوں میں بطور نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ شائقین ۱/ر کے ٹکٹ بھیج کر پہلا حصہ اس پتہ سے منگوائیں۔ آسانی کے لئے پہلا پارہ ۸ حصوں میں شائع ہوگا اور ہر حصہ بصورت ٹکٹ ۱/ر میں ملے گا۔

پتہ:۔ ناظم ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ۔ لاہور

اَلدَّرْسُ التَّاسِعُ عَشَرَ

لَوْنٌ : رنگ + عُشْبٌ : گھاس + حِذَاءٌ : جوتا + عِمَامَةٌ : پگڑی + اَبْيَضُ : سفید + اَسْوَدُ : سیاہ + اَخْضَرُ : سبز + اَزْرَقُ : نیلا + اَحْمَرُ دَاكِنٌ : بھورا + اَصْفَرُ : زرد + لَوْنُ الْقَلَمِ : قلم کا رنگ + لَوْنُ الْجِدَارِ : دیوار کا رنگ +

مَا لَوْنُ الْقَلَمِ ؟	لَوْنُ الْقَلَمِ اَحْمَرُ ۔
مَا لَوْنُ الْجِدَارِ ؟	لَوْنُ الْجِدَارِ اَبْيَضُ ۔
مَا لَوْنُ السَّبُّوْرَةِ ؟	لَوْنُ السَّبُّوْرَةِ اَسْوَدُ ۔
مَا لَوْنُ الْعُشْبِ ؟	لَوْنُ الْعُشْبِ اَخْضَرُ ۔
مَا لَوْنُ السَّمَاءِ ؟	لَوْنُ السَّمَاءِ اَزْرَقُ ۔
مَا لَوْنُ الْحِذَاءِ ؟	لَوْنُ الْحِذَاءِ اَحْمَرُ دَاكِنٌ ۔
مَا لَوْنُ الْعِمَامَةِ ؟	لَوْنُ الْعِمَامَةِ اَصْفَرُ ۔

تنبیہ : اوپر کے جملوں میں آپ نے لَوْن کا لفظ بار بار پڑھا، کلمۂ لَوْن کے معنی ہیں رنگ ۔صرف کلمۂ لون یا رنگ بول دینے سے صرف لَوْن یا رنگ کا عام مطلب سمجھ میں آتا ہے ۔اس سے ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس کا یا کس چیز کا رنگ ہے ۔لیکن جب آپ نے کہا لَوْنُ الْقَلَمِ یا لَوْنُ الْجِدَارِ یا لَوْنُ السَّبُّوْرَةِ، تو اس سے آپ کو معلوم ہوا کہ رنگ کا لگاؤ قلم یا دیوار یا تختہ سیاہ سے ہے ۔قواعدِ زبان عربی کی اصطلاح میں اِس لگاؤ کو اِضَافَت کہتے ہیں، اور جس اسم کا لگاؤ ظاہر کیا جائے اس کو "مضاف" اور جس اسم سے اس کا لگاؤ ظاہر کیا جائے اسکو "مُضاف اِلَیہ" کہتے ہیں ۔اوپر کی مثالوں میں پہچاننا چاہئے کہ

کونسا اسم مضاف ہے اور کونسا مضاف الیہ +

اَلدَّرْسُ الْعِشْرُوْنَ

مَا لَوْنُ الْقَلَمِ ؟ اَلْقَلَمُ اَحْمَرُ ۔
مَا لَوْنُ الْجِدَارِ ؟ اَلْجِدَارُ اَبْيَضُ ۔
مَا لَوْنُ السَّبُّوْرَةِ ؟ السَّبُّوْرَةُ سَوْدَاءُ ۔
مَا لَوْنُ الْعُشْبِ ؟ اَلْعُشْبُ اَخْضَرُ ۔
مَا لَوْنُ السَّمَاءِ ؟ اَلسَّمَاءُ زَرْقَاءُ ۔
مَا لَوْنُ الْحِذَاءِ ؟ اَلْحِذَاءُ حَمْرَاءُ دَاكِنَةٌ ۔
مَا لَوْنُ الْعِمَامَةِ ؟ الْعِمَامَةُ صَفْرَاءُ ۔

اَلدَّرْسُ الْوَاحِدُ وَالْعِشْرُوْنَ

مَا لَوْنُ الْقَلَمِ ؟ اَلْقَلَمُ اَحْمَرُ اللَّوْنِ ۔
اَلْقَلَمُ لَوْنُهٗ اَحْمَرُ ۔
مَا لَوْنُ الْجِدَارِ ؟ اَلْجِدَارُ اَبْيَضُ اللَّوْنِ ۔
اَلْجِدَارُ لَوْنُهٗ اَبْيَضُ ۔
مَا لَوْنُ السَّبُّوْرَةِ ؟ اَلسَّبُّوْرَةُ سَوْدَاءُ اللَّوْنِ ۔
اَلسَّبُّوْرَةُ لَوْنُهَا اَسْوَدُ ۔
مَا لَوْنُ الْعُشْبِ ؟ اَلْعُشْبُ لَوْنُهٗ اَخْضَرُ ۔
اَلْعُشْبُ اَخْضَرُ اللَّوْنِ ۔
مَا لَوْنُ السَّمَاءِ ؟ اَلسَّمَاءُ لَوْنُهَا اَزْرَقُ ۔

اَلسَّمَاءُ زَرْقَاءُ اللَّوْنِ ۔
مَا لَوْنُ الحِذَاءِ ؟ اَلْحِذَاءُ لَوْنُهَا اَحْمَرُ دَاكِنٌ ۔
اَلْحِذَاءُ حَمْرَاءُ دَاكِنٌ لَوْنُهَا ۔
مَا لَوْنُ البَقَرَةِ ؟ اَلْبَقَرَةُ صَفْرَاءُ اللَّوْنِ ۔
اَلْبَقَرَةُ لَوْنُهَا اَصْفَرُ ۔

اَلدَّرْسُ الثَّانِي وَالعِشْرُوْنَ

اَزْهَارٌ : پھول (جمع) + سُحُبٌ : بادل (جمع) + طَرْبُوشٌ : ترکی ٹوپی +

هَلِ القِرْطَاسُ اَبْيَضُ ؟ نَعَمْ ، هُوَ اَبْيَضُ ۔
هَلِ العُشْبُ اَحْمَرُ ؟ لَا ، هُوَ اَخْضَرُ ۔
هَلِ الحِذَاءُ حَمْرَاءُ دَاكِنَةٌ ؟ لَا ، هِيَ سَوْدَاءُ ۔
هَلِ الجِدَارُ اَزْرَقُ ؟ لَا ، هُوَ اَبْيَضُ ۔
هَلِ الحِبْرُ اَسْوَدُ ؟ لَا ، هُوَ اَحْمَرُ ۔
هَلِ الطَّرْبُوشُ اَسْوَدُ ؟ نَعَمْ ، هُوَ اَسْوَدُ ۔
هَلِ الاَزْهَارُ بِيْضٌ ؟ نَعَمْ ، هِيَ بِيْضٌ ۔
هَلِ السُّحُبُ سُوْدٌ ؟ نَعَمْ ، هِيَ سُوْدٌ

اَلدَّرْسُ الثَّالِثُ وَالعِشْرُوْنَ

ىْ : میرا ۔ میری + كَ تیرا ۔ تیری (مذکر کے لئے) + كِ : تیرا ، تیری (مؤنث کے لئے) + هُ : اُس کا ، اُسکی (مذکر کے لئے) + هَا : اُس کا ، اُسکی (مؤنث کے لئے)
مَنْ : کس کا ؟ کس کی ؟ + نَعْلَيْنِ : جوتے + دَفَاتِرُ : کاپیاں +

كِتَابُ مَنْ هٰذَا ؟	هٰذَا كِتَابِيْ ـ
كِتَابُ مَنْ هٰذَا ؟	هٰذَا كِتَابُكَ ـ
	هٰذَا كِتَابُكِ ـ
كِتَابُ مَنْ هٰذَا ؟	هٰذَا كِتَابُهٗ ـ
	هٰذَا كِتَابُهَا ـ
هَلْ هٰذِهٖ كُتُبُكَ ؟	نَعَمْ ، هٰذِهٖ كُتُبِيْ ـ
هَلْ ذَالِكَ نَعْلَاكَ ؟	لَا ، لَيْسَ ذَالِكَ نَعْلَيَّ ـ
هَلْ هٰذَا طَرْبُوْشِيْ ؟	نَعَمْ ، هٰذَا طَرْبُوْشُكَ ـ
هَلْ هٰذِهٖ اَقْلَامِيْ ؟	لَا ، لَيْسَ هٰذِهٖ اَقْلَامَكَ ،
	هٰذِهٖ اَقْلَامِيْ ـ
هَلْ هٰذِهٖ عِمَامَتُهٗ ؟	نَعَمْ ، هٰذِهٖ عِمَامَتُهٗ ـ
هَلْ تِلْكَ دَفَاتِرُهٗ ؟	لَا ، لَيْسَتْ تِلْكَ دَفَاتِرَهٗ ،
	تِلْكَ دَفَاتِرِيْ
هَلْ تِلْكَ مِحْبَرَتُكَ ؟	نَعَمْ ، هٰذِهٖ مِحْبَرَتِيْ ـ

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ

هَلْ هُمْ اَوْلَادٌ ؟	نَعَمْ ، هُمْ اَوْلَادٌ ـ
هَلْ هُوَ رَجُلٌ ؟	لَا ، هُوَ وَلَدٌ ـ
هَلْ اَنَا مُدَرِّسٌ ؟	نَعَمْ ، اَنْتَ مُدَرِّسٌ ـ
هَلْ اَنَا تِلْمِيْذٌ ؟	لَا ، اَنْتَ مُدَرِّسٌ ـ
هَلْ اَنْتَ وَلَدٌ ؟	نَعَمْ ، اَنَا وَلَدٌ ـ

هَلْ اَنْتِ بِنْتٌ ؟ لَا ۔ اَنَا وَلَدٌ ۔
هَلْ هِيَ بِنْتٌ ؟ نَعَمْ ، هِيَ بِنْتٌ ۔
هَلْ هِيَ اِمْرَأَةٌ ؟ لَا ۔ هِيَ بِنْتٌ ۔

اَلدَّرْسُ الْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ

كُرَّاسَات : کاپیاں ۔ كُرَّاسَةٌ : کاپی + **نوٹ** : درس سابع میں كَرُّوْسَةٌ کے معنی جو "کاپی" چھپ گئے ہیں وہ غلط ہیں ۔ كَرُّوْسَةٌ کے معنی گاڑی ہیں +

هَلْ هُمْ اَوْلَادٌ ؟ نَعَمْ ، هُمْ اَوْلَادٌ ؟
هَلْ هُمْ رِجَالٌ ؟ لَا ، هُمْ اَوْلَادٌ ؟
هَلْ نَحْنُ اَوْلَادٌ ؟ نَعَمْ ، اَنْتُمْ اَوْلَادٌ ؟
هَلْ هٰذِهٖ اَقْلَامِيْ ؟ لَا ۔ لَيْسَتْ هٰذِهٖ اَقْلَامَكَ ، هٰذِهٖ اَقْلَامِيْ ۔
هَلْ هٰذِهٖ عَمَامَتُهٗ ؟ نَعَمْ ، هٰذِهٖ عَمَامَتُهٗ ۔
هَلْ تِلْكَ كُرَّاسَاتُهٗ ؟ نَعَمْ ، تِلْكَ كُرَّاسَاتُهٗ ۔

تنبیہ : درس اول و ثانی میں اِسْتِفْهَام کا ذکر آپ نے پڑھا ہے ۔ اِسْتِفْهَام کے لغوی معنے (کسی مطلب کے) سمجھنے کی طلب یا خواہش کے ہیں اور یہ بھی پڑھا کہ مَا کے ذریعے بے شعور چیزوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے اور مَنْ کے ذریعے باشعور چیزوں کے متعلق ۔

اس سبق میں آپ دیکھتے ہیں کہ هَلْ کے لفظ سے سوال کیا گیا ہے "هَلْ اور اَ بھی استفہام کے حروف ہیں ۔ انکے ذریعے جملے کا مضمون پوچھا جاتا ہے ، جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے اور اسکا جواب نَعَمْ وغیرہ الفاظ سے دیا جاتا ہے +

قواعدُ التدریس

(۳)

تیسرا مرحلہ

اس مرحلہ سے غرض، تلامیذ کو بعض جملوں کے بعض کے ساتھ ربط دینے کی مشق کرانا، اور اُن جملوں سے طویل عبارتیں بنوانا، اور ان کو معانی و مطالب کے گھیرنے اور غور و فکر کرنے، اپنے قوائے حافظہ سے زیادہ تر کام لینے کی مشق کرانا، اور ان کے خیالات کو ان معانی کے ترتیب دینے میں لگانا، اور انھیں بالمشافہ گفتگو کی طرف منتقل کرنے کے لئے راستہ طیار کرنا ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ یہ مرحلہ حقیقی یا خیالی محاورات اور ایسی تصویروں اور چارٹوں پر مشتمل ہو جو آسان چھوٹی چھوٹی حکایات اور ان موضوعات حیوانیہ نباتیہ، اور معدنیہ کو ممثل کرتی ہوں اور جو دقیق ملاحظے اور کثیر مذت کو چاہیں اور بعض ایجادات۔ گھر اور مدرسہ کے سامان اور آسان مختصر کہانیوں کو شامل ہوں۔

اس مرحلہ کے اسباق کو چلانے کا طریقہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولاً۔ محاورات میں

ا :- مدرس سبق کو چند ایسے سوالوں سے شروع کرے جو تلامیذ کو ان حقائق و معانی سے جن کو وہ محاورہ شامل ہو آگاہ کریں۔ اور اُن پر ان حقائق و معانی کی تعبیر آسان کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی رعایت کی جائے کہ ان سوالوں کے متعلق ان کا جواب پورے جملوں میں ہو۔

۲۔ مدرس محاورہ کے ایک جزو کو چلانے کے لئے دو طالب علموں کو منتخب کرے اور اس مرتبہ ان کی کچھ مدد بھی کرے۔ پھر اس کی دوسری جزو کے اجرا کے لئے دو اور طالب علم منتخب کرے اور اسی طرح عمل کرتا جائے یہانتک کہ محاورہ پورا ہو جائے۔

۳۔ پھر مدرس دوبارہ اس کا اجراء پہلی مرتبہ سے تھوڑے شاگردوں پر کرے اور ساتھ ہی مختلف اقسام کی عبارات ان سے بنوائے۔ اور اس مرتبہ جب کسی شاگرد سے عجز یا ضعف ظاہر ہو تو اس کی جگہ دوسرے کو قائم کرلے۔

۴۔ مدرس اسی طریقے سے پہلی مرتبہ سے تھوڑے شاگردوں اور مختلف قسم کی عبارتوں کے ساتھ محاورہ کا اجراء بار بار کرائے اور ساتھ ہی شاگردوں کی الفاظ اور ان کے اُن مرادفات سے امداد کرے جو اس مقصد پہ ان کے معاون ہو سکیں تاکہ وہ بخوبی محاورہ (گفتگو) کر سکیں۔

۵۔ مدرس دو گفتگو کرنے والوں کو ان تمام کے ایک ہی دفعہ اجرا کے لئے منتخب کرے اور وہ اس بات کو نہ بھولے کہ وہ شاگردوں کو اجراء محاورات کے دوران میں محادثہ اور معاملہ کے ان آداب کی طرف تنبیہ کرتا رہے جنکی رعایت ان جیسے حقیقی محاوروں میں ضروری ہے۔

ثانیا: ان تصویروں کا بیان جو حکایات کو مشتمل کرتی ہیں۔

۱۔ مدرس ایسی تصاویر پیش کرے جن کے اجزا واضح، رنگ دلکش، اور شکلیں خوشنما ہوں۔ پھر ان کی نظروں کو اس حصے کی طرف متوجہ کرے جو حکایت کے حصہ اول کو بتاتا ہے اور ان سے اُن اشیاء کے متعلق سوال کرے جن کو وہ اس حصے میں دیکھتے ہیں یہانتک کہ ان سے وہ مضمون نکلوائے جس کو وہ حصہ مشتمل کرتا ہے اور وہ اسے اپنی طاقت کے مطابق آسان عبارت میں بیان کریں اور ان عبارتوں

کے ربط دینے میں ان کی مدد کرے اگر ربط کی ضرورت پڑے۔

۲۔ اسی طرح جزو ثانی اور جزو ثالث وغیرہ کی طرف آخر حکایت تک حسب طریق سابق انتقال کرے۔

۳۔ مدرس ان میں سے کسی ایک سے حکایت کے جز اول کے بیان کرنے کا مطالبہ کرے۔ پھر دوسرے سے جزو ثانی کا یہانتک کہ حکایت ختم ہو جائے اور اس بات کی بھی رعایت رکھے کہ اس خلوہ کی عبارتیں سابقہ عبارتوں سے جداگانہ ہوں۔

ثالثاً: موضوعات حیوانیہ اور نباتیہ وغیرہ

۱۔ مدرس شاگردوں پر اس چیز کو پیش کرے جس کے متعلق گفتگو مطلوب ہے۔ اور ان سے اس کے نام اور اس کے متعلقات کا مطالبہ کرے۔ مثلاً اس کے پائے جانے کا مقام اور اس کے اقسام وغیرہ اور جواب صحیح جملوں میں ہو۔

۲۔ ان سے اس کے اوصاف وخواص کا سوال کرے اور ان کو اپنے حواس سے ان کی آزمائش کا موقع دے۔ اگر اس کی طرف ضرورت پڑے۔ اور جب وہ صحیح جواب دینے لگیں تو ان سے مطالبہ کرے کہ وہ ان جوابوں کو سابقہ جوابوں سے ملائیں تاکہ اس سے ایک لمبی عبارت بن سکے۔

۳۔ مدرس اس طریقے کے مطابق جس کا بیان دوسرے مرحلے میں ہوچکا ہے اس عبارت کو مختلف طرزوں پر بیان کرنے کی مشق کرانے کو تختہ سیاہ پر لکھے اور اس کی بھی رعایت رکھے کہ تختہ سیاہ پر تحریر کم ہو اور مدرس کو محادثہ کی نگرانی سے روک نہ دے ورنہ اس کا نہ لکھنا ہی بہتر ہوگا۔

تنبیہ۔ تختہ سیاہ پر نکلوائی ہوئی عبارتوں کا لکھنا ربط کو سہل کرنے کی غرض سے تیسرے مرحلے کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن پہلے اور دوسرے مرحلے میں ربط کی ضرورت نہ ہونے سے تختہ سیاہ پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس میں اہم غرض تکلم

کو تعبیر میں فصاحتِ لسانی پر مشق کراتا ہے۔

۴۔ اس کے بعد مدرس اُن سے اس شئے کے فوائد وغیرہ کے بارے میں سوال کرے اور اس میں سابقہ عبارتوں سے طویل تر عبارتیں ہوں۔ اور ہر عبارت کو تختۂ سیاہ پر نمبر دے کر ترتیب کے ساتھ لکھے۔

۵۔ آخر میں شاگردوں کو تختۂ سیاہ کا خلاصہ پڑھائے۔

۶۔ مندرجہ ذیل کے مطابق عمل کرے:۔

(۱) تختۂ سیاہ کی عبارتوں میں سے بعض جزوں کو مٹائے اور اُن سے ان کی تکمیل کرائے۔

(۲) تختۂ سیاہ کو ڈھانپ دے اور ان سے موضوع سے متعلق مختلف عبارتیں ذکر کرنے کو کہے (بولائے)۔

تنبیہ: ضروری ہے کہ مدرس شاگردوں کے ساتھ ہر موضوع کے بعض معانی کو بعض کے ساتھ ملانے اور چھوٹے جملوں سے لمبی عبارتیں بنوانے میں طریق سابق کے ساتھ تدریجاً ترقی کرے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس سے واقف ہو جائیں تو وہ انھیں طویل عبارت کو سابقہ عبارت سے مناسب حروف وصل کے ساتھ ربط دینے پر تمرین کرائے یہانتک کہ انھیں آخر سال تک اتنی قابلیت پیدا ہو جائے کہ وہ ایسے آسان آسان با ربط مضامین طیار کر سکیں جو انشاء شفوی کی طرف منتقل ہونے کا پل بن جائیں

ذیل میں ایک مثال درج کی جاتی ہے جو "گھڑی" کے سبق پر ہے جس سے اس مرحلہ کے سبقوں میں محادثہ کے چلانے کی کیفیت معلوم ہو جائے گی۔

اَلْمُدَرِّسُ يَعْرِضُ سَاعَةً ذَهَبِيَّةً عَلَى التَّلَامِيْذِ وَ يَسْئَلُهُمْ:
مَا هٰذِهٖ ؟
التِّلْمِيْذ : هٰذِهٖ سَاعَةٌ -
اَلْمُدَرِّس : يُلْفِتُ أَنْظَارَ التَّلَامِيْذِ إِلَى ظَرْفِهَا وَ يَسْئَلُهُمْ:
مَا هٰذَا ؟
التِّلْمِيْذ : هٰذَا ظَرْفُ السَّاعَةِ -
اَلْمُدَرِّس : مَصْنُوْعٌ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ؟
التِّلْمِيْذ : مَصْنُوْعٌ مِنَ الذَّهَبِ -
اَلْمُدَرِّس : اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " السَّاعَة " فِي هٰذِهِ الْجُمْلَةِ ؟
التِّلْمِيْذ : اَلسَّاعَةُ لَهَا ظَرْفٌ مَصْنُوْعٌ مِنَ الذَّهَبِ -
اَلْمُدَرِّس : ضُمَّ هٰذِهِ الْجُمْلَةَ إِلَى الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى " هٰذِهٖ سَاعَةٌ "
التِّلْمِيْذ : هٰذِهٖ سَاعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ مَصْنُوْعٌ مِنَ الذَّهَبِ -
اَلْمُدَرِّسُ ، يَفْتَحُ لَهُمُ الظَّرْفَ وَ يُطْلِعُهُمْ عَلَى الْعُدَدِ الدَّقِيْقَةِ
الَّتِيْ فِيْهِ - ثُمَّ يَسْئَلُهُمْ : مَاذَا تَرَوْنَ دَاخِلَ هٰذَا
الظَّرْفِ ؟
التِّلْمِيْذ : دَاخِلَهُ عُدَدٌ صَغِيْرَةٌ مُخْتَلِفَةٌ -
اَلْمُدَرِّس : ضُمَّ هٰذِهِ الْجُمْلَةَ إِلَى الْجُمْلَةِ السَّابِقَةِ ؟
التِّلْمِيْذ : هٰذِهٖ سَاعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ مَصْنُوْعٌ مِنَ الذَّهَبِ وَ
دَاخِلَهُ عُدَدٌ صَغِيْرَةٌ مُخْتَلِفَةٌ -
اَلْمُدَرِّس : مَنْ يَأْتِيْ بِكَلِمَةٍ بَدَلَ كَلِمَةِ " هٰذِهٖ " ؟

التلميذ : هاتِهِ ساعَةٌ مَصْنُوعٌ مِنَ الذَّهَبِ داخِلُهُ عَدَدٌ صَغِيرٌ مُخْتَلِفَةٌ -

المدرس : أُرِيدُ كَلِمَةً واحِدَةً تُغْنِي عَنِ الكَلِمَاتِ " مَصْنُوعٌ مِنَ الذَّهَبِ "-

التلميذ : ذَهَبِيٌّ -

المدرس : إِسْتَعْمِلْهَا فِي العِبَارَةِ -

التلميذ : هاتِهِ ساعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ ذَهَبِيٌّ داخِلُهُ عُدَدٌ صَغِيرَةٌ مُخْتَلِفَةٌ -

المدرس: مَنْ يَذْكُرُ كَلِمَةً يَصِحُّ إِسْتِعْمَالُهَا بَدَلَ "صَغِيرَةٍ"؟

التلميذ : دَقِيقَةٌ -(وَ إِنْ لَمْ يَعْرِفْ يَذْكُرُهَا لَهُ الْمُدَرِّسُ)-

المدرس : إِسْتَعْمِلْهَا فِي العِبَارَةِ -

التلميذ : هاتِهِ ساعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ ذَهَبِيٌّ داخِلُهُ عُدَدٌ دَقِيقَةٌ مُخْتَلِفَةٌ -

المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ " يَحْتَوِي " فِي مَكَانٍ مُنَاسِبٍ مِنْ هٰذِهِ الجُمْلَةِ -

التلميذ : هاتِهِ ساعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ ذَهَبِيٌّ يَحْتَوِي عَلَى عُدَدٍ دَقِيقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ -

المدرس : إِسْتَعْمِلْ كَلِمَةَ "مُتَنَوِّعَةٍ" فِي مَوْضِعٍ مُنَاسِبٍ-

التلميذ : هاتِهِ ساعَةٌ لَهَا ظَرْفٌ ذَهَبِيٌّ يَحْتَوِي عَلَى عُدَدٍ دَقِيقَةٍ مُتَنَوِّعَةٍ -

المدرس يُثبِتُ هٰذِهِ العِبَارَةَ عَلَى السَّبُّورَةِ بِإِملَاءِ أَحَدِ التَّلَامِيذِ تَحتَ رَقمِ "١"۔
المدرس يَعرِضُ عَلَيهِم وَجهَ السَّاعَةِ وَ يَسئَلُهُم: مَا هٰذَا؟
التلميذ: هٰذَا وَجهُ السَّاعَةِ۔
المدرس: مُغَطًّى بِأَيِّ شَيءٍ؟
التلميذ: مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ۔
المدرس: إِستَعمِل كَلِمَتَي "وَجهَ السَّاعَةِ"۔
التلميذ: وَجهُ السَّاعَةِ مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ۔
المدرس: إِستَعمِل كَلِمَةَ "اَلسَّاعَةِ" فِي أَوَّلِ الجُملَةِ۔
التلميذ: اَلسَّاعَةُ وَجهُهَا مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ۔
المدرس: إِستَعمِل كَلِمَةَ "لِلسَّاعَةِ" فِي هٰذِهِ الجُملَةِ۔
التلميذ: لِلسَّاعَةِ وَجهٌ مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ۔
المدرس: يُلفِتُ أَنظَارَ التَّلَامِيذِ إِلَى المِينَاءِ وَ يَسئَلُهُم عَن إِسمِهِ فَإِن لَم يَعرِفُوا يُلَقِّنهُم إِيَّاهُ ثُمَّ يَعُودُ وَ يَسئَلُ: مَا ذَا تَرَى تَحتَ هٰذَا الغِطَاءِ؟
التلميذ: أَرَى تَحتَهُ المِينَاءَ۔
المدرس: ضُمَّ هٰذِهِ الجُملَةَ إِلَى الجُملَةِ السَّابِقَةِ۔
التلميذ: لِلسَّاعَةِ وَجهٌ مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ أَرَى تَحتَهُ المِينَاءَ۔
المدرس: أَيُّ كَلِمَةٍ هُنَا يَحسُنُ حَذفُهَا؟
التلميذ: كَلِمَةُ "أَرَى".

المدرس : اِحْذِفْهَا وَ انْطِقْ بِالعِبَارَةِ -
التلميذ : لِلسَّاعَةِ وَجهٌ مُغَطًّى بِغِطَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ تَحْتَهُ المِينَاءُ -
المدرس : اُرِيدُ اِسْتِعْمَالَ كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ بَدَلَ كَلِمَتَيْ "مِنَ الزُّجَاجِ"
التلميذ : لِلسَّاعَةِ وَجْهٌ مُغَطًّى بِغِطَاءٍ زُجَاجِيٍّ تَحْتَهُ المِينَاءُ.

المدرس يُثْبِتُ هٰذِهِ العِبَارَةَ عَلَى السَّبُّورَةِ بِاِمْلَاءِ التَّلَامِيذِ تَحْتَ رَقْمِ "۲"
المدرس يُطْلِعُ التَّلَامِيذَ عَلَى اَقْسَامِ المِينَاءِ الكَبِيْرَةِ وَالصَّغِيرَةِ حَتّٰى يُدْرِكُوا اَنَّهُ مُقَسَّمٌ اثْنَىْ عَشَرَ قِسْمًا كَبِيرًا لِلسَّاعَاتِ وَ سِتِّيْنَ قِسْمًا صَغِيرًا لِلدَّقَائِقِ ثُمَّ يَسْئَلُ كَمْ قِسْمًا كَبِيرًا يَنْقَسِمُ المِينَاءُ ؟
التلميذ : يَنْقَسِمُ المِينَاءُ اِثْنَىْ عَشَرَ قِسْمًا كَبِيرًا -
المدرس : مَاذَا تُبَيِّنُ هٰذِهِ الاَقْسَامُ الكَبِيْرَةُ ؟
التلميذ : تُبَيِّنُ السَّاعَاتِ -
المدرس : ضُمَّ هٰذِهِ الجُمْلَةَ اِلَى الجُمْلَةِ السَّابِقَةِ -
التلميذ : يَنْقَسِمُ المِينَاءُ اِثْنَىْ عَشَرَ قِسْمًا كَبِيرًا تُبَيِّنُ السَّاعَاتِ وَ يَنْقَسِمُ سِتِّيْنَ قِسْمًا صَغِيرًا تُبَيِّنُ الدَّقَائِقَ
المدرس يَكْتُبُ هٰذِهِ العِبَارَةَ عَلَى سَبُّورَةٍ اِضَافِيَّةٍ يُلْفِتُ اَنْظَارَ التَّلَامِيذِ اِلَى تَكْرَارِ كَلِمَةِ "يَنْقَسِمُ" وَ يَسْتَنْبِطُ مِنْهُمْ وُجُوبَ تَجَنُّبِ هٰذَا التَّكْرَارِ بِحَ

هٰذِهِ الكَلِمَةَ مِنْ مَوْضُوعِهَا المُتَكَرِّرَةِ فِيهِ ثُمَّ يَحْذِفُهَا وَيُطَالِبُ اَحَدَهُمْ بِقِرَاءَةِ العِبَارَةِ فَتُصْبِحُ "يَنْقَسِمُ المِيْنَاءُ اِثْنَيْ عَشَرَ قِسْمًا كَبِيْرًا تُبَيِّنُ السَّاعَاتِ وَ سِتِّيْنَ قِسْمًا صَغِيْرًا تُبَيِّنُ الدَّقَائِقَ -

المدرس : يُحَادِثُ التَّلَامِيْذَ فِي تَنْوِيْعِ هٰذِهِ العِبَارَةِ بِالطَّرِيْقَةِ السَّابِقِ اِتِّبَاعُهَا فِي تَنْوِيْعِ العِبَارَتَيْنِ " ۱ "۔ " ۲ " حَتّٰى تَصِيْرَ "لِلسَّاعَةِ مِيْنَاءُ مُقَسَّمٌ اِثْنَيْ عَشَرَ قِسْمًا كَبِيْرًا لِلسَّاعَاتِ وَ سِتِّيْنَ قِسْمًا صَغِيْرًا لِلدَّقَائِقِ" ثُمَّ يُثْبِتُهَا عَلَى السَّبُّوْرَةِ تَحْتَ رَقْمِ " ۳ " -

---

الاَوَانِی المَنْزِلِيَّة

<u>لِتَلْمِيْعِ الاَدَوَاتِ المَنْزِلِيَّةِ</u>

تُدَلِّكُ بِقِطْعَةٍ مِنَ النَّسِيْجِ المَغْمُوْسِ بِمَحْلُوْلٍ مُرَكَّبٍ مِنْ مِلْعَقَةٍ مِنَ المِلْحِ وَمِلْعَقَتَيْنِ مِنَ الاَمُوْنِيَاكِ النُّشَادِرِ وَ مِلْعَقَةٍ مِنْ مَسْحُوْقِ الجِيْرِ وَ بَعْدَ دَلْكِهَا تُنَشِّفُهَا جَيِّدًا بِقِطْعَةٍ مِنَ النَّسِيْجِ الصُّوْفِيِّ

<u>گھر کے آلات کو چمکدار کرنا۔</u>

ان کو ایک قطعہ پارچہ سے جو اجزاء ذیل سے) ترکیب یافتہ محلول (سولیوشن) میں ڈبویا ہوا ہو ملیں - نمک ایک چمچہ Ammoniac Chloride دو چمچے - پسا ہوا چونا ایک چمچہ - اور ملنے کے بعد ان کو پارچہ صوف کے ایک ٹکڑے سے خوب خشک کریں

تَنْظِيْفُ اَوْعِيَةِ الالُومِيْنُوم

يُصَبُّ فِيْهَا قَلِيْلٌ مِنَ الْخَلِّ وَ تُحْمٰى عَلَى النَّارِ ثُمَّ تُغْسَلُ وَ تُنَظَّفُ فَتَصِيْرُ كَاَنَّهَا جَدِيْدَةٌ

الومینم کے برتنوں کو صاف کرنا

ان میں تھوڑا سا سرکہ ڈال کر آگ پر تپایا جائے۔ پھر دھو کر صاف کر لیا جائے، وہ ایسے ہو جائینگے گویا نئے ہیں۔

فَائِدَةٌ ثَانِيَةٌ

اِسْتَعْمِلِ الْمَاءَ وَ الصَّابُوْنَ وَ اِيَّاكَ رَمَادَ الْفَحْمِ وَالصُّوْدَا فَهُمَا يُسَوِّدَانِهِ -

دوسرا فائدہ

پانی اور صابون استعمال کرو۔ دیکھنا کوئلے کی راکھ اور سوڈا استعمال نہ کرنا کہ یہ دونو (الومینم کے برتنوں کو) سیاہ کر دیتے ہیں۔

اَلسَّكَاكِيْنُ وَ الشوك

مِمَّا يُضَايِقُ رَبَّةَ الْبَيْتِ اَنْ تَحْتَاجَ اِلٰى بَعْضِ السَّكَاكِيْنِ وَ الشُّوكَ اَنْ تَكُوْنَ [illegible] بِهَا دُوْنَ اِسْتِعْمَالِهَا فَتْرَةً طَوِيْلَةً فَتَجِدُهَا وَ اِذَا بِالصَّ[illegible] قَدْ طَغٰى عَلَيْهَا وَ بِخَا[illegible] السَّكَاكِيْنِ، وَلِاتِّقَاءِ ذَالِكَ [illegible]بُ دُهْنُهَا قَبْلَ اَنْ تُوْدَعَ الـ[illegible]وْلَابَ بِزَيْتِ الزَّيْتُوْنِ۔ فَاِذَا احْتَاجَتْ اِلَيْهَا رَبَّةُ الْبَيْتِ بَعْدَئِذٍ لَمْ تَجِدْ اَثَرًا لِلصَّدْءِ بِهَا -

چھریاں اور کانٹے

جو چیزیں گھر والی کو تنگ کیا کرتی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اسکو بعض ان چھری کانٹوں کی ضرورت پڑ جایا کرتی ہے جنھیں بدون استعمال مدتِ دراز سے سنبھال [illegible] ہوتا ہے۔ وقتِ ضرورت وہ [illegible] کہ ان [illegible] چڑھا ہوا [illegible] لئے ان کو [illegible] الماب ([illegible]) میں سنبھنے سے پہلے روغن زیتون مل دینا چاہئے۔ اسکے بعد جب کدبانو کو انکی احتیاج ہوگی تو ان پر زنگ کا کوئی نشان نہ پائیگی۔

صَدَأُ الحَدِيد

مِنْ اَسْهَلِ الطُّرُقِ لِإِزَالَةِ الصَّدَأِ مِنْ بَعْضِ الأَدَوَاتِ الحَدِيدِيَّةِ مَسْحُهَا بِخِرْقَةٍ مَغْمُوسَةٍ فِي الزَّيْتِ الحَارِّ۔

زنگِ آہن

آہنی اوزاروں سے زنگ دُور کرنے کا سہل تر طریق گرم تیل (روغن زیتون) میں بھگوئے چیتھڑے سے ان کو ملنا ہے۔

تنظیف اثاث المنزل (گھر کے اسباب کی صفائی)

تَلْمِيعُ الخَشَبِ

اِمْزِجْ اُوقِيَةً مِنْ زَيْتِ بَذْرِ الكَتَّانِ وَ اُوقِيَةً مِنَ الخَلِّ وَمِثْلَهُ مِنَ التَّرْبِنْتِيَا مَزْجًا جَيِّدًا فَيَكُونُ ذَالِكَ وَرْنِيشٌ جَيِّدٌ لِلْخَشَبِ۔

لکڑی کا ملمّع کرنا

السی کا تیل (Linseed oil) ایک اونس۔ سرکہ ایک اونس۔ اور تارپین (راتینج البطم) مثل آن (ان کو) آپس میں خوب ملا لو۔ لکڑی کا بہت اچھا وارنش طیار ہوجائیگا

مَسْحُ الاَثَاثِ بِالاَمونیا

اِذَا مَسَحْتَ قِطَعَ الاَثَاثِ الخَشَبِيَّةِ مَغْمُوسَةً بِمَحْلُولِ الاَمونیا وَ ظَلَلْتَ تَدْعَكُ الخَشَبَ عِدَّةَ دَقَائِقَ اَعْطَيْتَ لَوْنًا لَامِعًا زَاهِيًا وَاِنَّمَا يُسْتَحْسَنُ عَدَمُ اِسْتِعْمَالِهِ فِي غُرْفَةٍ مُغْلَقَةِ النَّوَافِذِ لِاَنَّ البُوخَارَ المُتَصَاعِدَ مِنْهَا مُوذٍ۔

جب تم لکڑی کے سامان کے ٹکڑوں کو جو امونیا کے سلیوشن میں ترکردہ ہوں ملو، اور چند منٹ تک ملتے رہو تو تم انھیں ایک خوشنما چمکیلا رنگ دے دوگے۔ دربستہ کمرے میں اس کا استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ جو بخار اس سے اٹھتا ہے ایذا رساں ہوتا ہے۔

مقدمہ غرائب القرآن عزیزی پر تنقید و تبصرہ

قرآن مجید سے عربی زبان سکھانا فاضل مؤلف کا نصب العین ہے۔ عربی زبان کے نقائص تعلیمی پر بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ پبلک عربی تعلیم سے کیوں محروم ہے۔ قرآن مجید پر مُلا لوگوں نے کس طرح قبضہ کیا۔ اور وہ خود قرآنی نصب العین کے سمجھنے سے کیوں قاصر تھے۔ قرآنی صرف و نحو فاروقی مرتضوی جس کی اشاعت ۱۹ سلہ ھ میں ہوئی کہاں ہے؟ خود پڑھو اور پبلک کو پڑھاؤ! صحیح تعلیم عوام الناس تک پہنچاؤ۔ اگر پبلک میں صحیح تعلیم قرآنی عام ہو جائے۔ تو جاہل برائے نام ملاں مشائخ اپنی اغراض قبیحہ چھوڑ کر خود ہی راہ راست پر آجائیں۔ یہ لوگ قرآنی گرامر سے بے خبر ہیں۔ اپنا اور اپنے چیلے چانٹوں کا وقت اصطلاحات گرامر پر ضائع کرتے ہیں۔ یا اردو زبان میں اپنے خیالات ظاہر کر کے پبلک کو عربی زبان سیکھنے سے محروم کر رہے ہیں۔ ان کی قابلیت سے پبلک کو کیا فائدہ۔ خود مرے اور ساتھ ہی طومار خیالات مر گیا۔ ناظرہ خوانی کی طرح قرآنی فہمی عام ہونی چاہئے۔

مقدمہ غرائب القرآن عزیزی کے ساٹھ صفحات ہیں۔ اس میں بیان کیا ہے کہ اس طرح قرآن مجید سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔ سلف صالحین کا یہی طریق تعلیم القرآن تھا جو بدقسمتی سے ضائع ہو چکا ہے۔ آگے (۲۷۲) صفحات پر غرائب القرآن عزیزی ختم ہے۔

فاضل مؤلف نے عربی کی ابتدائی۔ وسطی۔ انتہائی تعلیم پر متعدد رسائل لکھے ہیں۔ ہر ایک کا موضوع جدا جدا ہے۔ خلط مبحث نہیں ہونے دیا۔ قاعدہ نصاب القرآن سوا ۱/۴ روپیہ۔ غرائب القرآن عزیزی: سوا ۱/۴ روپیہ۔ مڈل کا کورس سہ سالہ زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ قرآن مجید سے ایم۔ اے کورس تک طبع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ سعادت مندان ازلی فائدہ اٹھائینگے۔ حسب ذیل پتوں پر طلب کریں:۔

(۱) مولوی عبد العزیز۔ محلہ پکا باغ۔ شہر جالندھر

(۲) مکتبہ علمیہ۔ مدرسۃ البنات۔ شہر جالندھر

درسِ اوّل پیام اسلام کے لئے

سُورۂ فاتحہ

(از جناب داعی الی الحق ناظم دینیات اسلامیہ کالج۔لاہور)

اس سورۃ کا مشہور نام "فَاتِحَۃُ الْکِتَاب" ہے۔امام سیوطیؒ نے "اتقان" میں اس کے پچیس۲۵ نام گنوائے ہیں۔قرآن عزیز کے تمام مضامین کا خلاصہ اور "اصول" اس سورۂ مبارکہ میں بالاجمال بیان کر دئے گئے ہیں۔اسی لئے اس کا مشہور نام "اُمُّ الْقُرْاٰن" ہے۔(قرآن کی ماں یا اصل)۔اس کے اور مشہور نام یہ ہیں: سَبْعَ الْمَثَانِیْ (سات آیتیں جو بار بار دہرائی جائیں۔۱۵: ۸۷) وَافِیَہ (پوری ہونے والی۔کیونکہ ہر رکعت میں پوری سورۃ پڑھی جاتی ہے) کافیہ (قرآن عزیز کے سارے مضامین پر اجمالاً کافی ہونے والی ہے)۔ الکنز (خزانہ، بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے)۔شفاء (بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، موت کے سوا ہر بیماری کے لئے شفاء ہے)۔الاساس (قوانین قرآن عزیز کے لئے بمنزلۂ بنیاد ہے)۔

اس سورۃ میں "دین حق" کے قوانین کا خلاصہ نہایت خوبی سے جمع کر دیا گیا ہے۔اگر غور کیا جائے تو "انسانی ہدایت" اور "معرفت حق" کے لئے چار ہی باتیں ضروری ہیں:-

(۱) خالق کائنات کی ذات و صفات کا صحیح تصور۔

(۲) قانون مجازات کا اعتقاد۔

(۳) معاد کا یقین۔

(۴) فلاح و سعادت کی راہ اور اس کی پہچان۔

خدا کے تصور کے بارے میں "انسانیت" اس گمراہی میں مبتلا تھی۔ کہ اس تصور کو "محبت" کی جگہ خوف و دہشت کی چیز بنا لیا گیا تھا۔ خدا ایک ڈراونی اور ہیبت ناک ذات سمجھی جاتی تھی۔ جس سے انسان "محبت" کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ سورۂ فاتحہ کے پہلے لفظ اَلْحَمْدُ نے اس بنیادی غلطی کا ازالہ کر دیا۔

پھر حمد کے ساتھ 'ربوبیت' اور 'رحمت' کا ذکر اور عَالَمِین کی قید نے خزانۂ رحمت کو ایسا عام کر دیا۔ کہ خدا کی ذات تمام کائنات کا سہارا اور ملجاو ماویٰ بن گئی۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں بتا دیا۔ کہ "رحمت و جمال" کے ساتھ "قہر و جلال" کی نمود غضب و انتقام کے لئے نہیں۔ عدل و احتساب کے لئے ہے اور عدل منافیٔ رحمت نہیں بلکہ عین رحمت ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں "حصر" اور جماعت کے ساتھ ایسا اسلوب بیان اختیار کیا۔ جس سے توحید کے تمام مقاصد پورے ہو گئے۔ اور زندگی کی تمام راہیں کھل گئیں۔

اس کے بعد دعائیہ پیرایہ میں 'سعادت و فلاح' کی راہ کو "صراط مستقیم" کے نام سے یاد کیا۔ اور انسانیت کو زبان حال سے بتا دیا کہ خدا پرستی کی راہ میں ایک راستباز انسان کی صدائے حال کیا ہوتی ہے، حق پرستی کی راہ اختیار کرنے والا طالب صادق اپنے فکر و وجدان کو کس سانچہ میں ڈھالتا ہے۔ اور اس "شاہراہ حق" پر چلتے ہوئے کن کانٹوں سے اسکو دامن بچانے کی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ وہ "حسن کامل" کے لئے کس "نگاہ عشق" کا محتاج ہوتا ہے اور منزل مقصود تک رسائی کے لئے کس "آبلہ پائی" سے اسے دوچار ہونا لازمی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الفاظ:۔

(۱) بِسْمِ: اصل میں بِاِسْمِ تھا۔ الفِ وصل کو تخفیفاً حذف کر کے 'بے' کو طویل کر دیا۔ تاکہ 'بے' کا طول الف محذوف پر دلالت کرے یہ 'با' استعانت کے لئے ہے۔ "اِقْرَأْ" کی تعمیل ہے (العلق ۹۶ - ۱) یعنی "اللہ کے نام کی مدد چاہتا ہوا پڑھتا ہوں"۔

اِسْم:۔ "سَمُوٌ" سے مشتق ہے۔ جس کے معانی 'علو' (بلندی) کے ہیں، پس اسم وہ ہے جس سے مسمی کا ذکر بلند ہو۔ اور وہ پہچانا جائے (راغب) اور ممکن ہے، کہ 'سِمَةٌ' بمعنی علامت۔ سے ماخوذ ہو (وَسَمَ۔ یَسِمُ۔ سِمَةٌ) اسم اپنے مسمی کی علامت بھی ہوتا ہے۔ جمع اسماء اور اسامی۔

بِسْمِ:۔ کی (ب) ایک مضمر کے متعلق ہے، خواہ وہ اسم ہو یا فعل۔ اگر اسم ہوگا۔ تو "اِبتداء الکلام بِاِسْمِ اللہ" تقدیرِ عبارت ہوگی! اور فعل ہوگا تو "ابدأ بِاِسْمِ اللہ"۔ "شروع کرتا ہوں میں" اسی لحاظ سے معانی کئے جاتے ہیں۔ اور اسی معنوی خوبی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ کلام اللہ کی "ابتدا" انسانی کلام کی مانند ہے۔

(۲) اَللّٰه:۔ اسم ذات باری تعالیٰ ہے، سامی زبانوں (Semetic Languages) میں 'الف' 'لام' اور 'ہ' کا مادہ مختلف شکلوں میں 'مشتق' ہوا ہے۔ کلدانی اور سریانی کا 'الاھیا' عبرانی کا 'الوہ' اور "عربی" کا 'اِلٰہ' اسی سے ہے۔ اور یہی 'اِلٰہ' حرف تعریف کے اضافہ کے بعد "اللہ" ہوگیا۔ اب یہ نام خالق کائنات کے لئے مخصوص ہے۔

"اَلَہٗ" کے معنی "تحیر اور درماندگی" کے ہیں "وَلَہٗ" کے معنی بھی یہی ہیں۔ اللہ کی ہستی میں جس قدر غور و خوض کرو۔ عقل کی حیرانی اور ادراک کی درماندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں، یہی وجہ ہے کہ عارف خدا شناسی کے لئے 'عقل' کی بجائے "محبت اور عشق" کی دیوانگی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

؎ خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں / مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر (اقبالؔ)

وصال حق کے لئے ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ قلب کی بیداری اور محبت کی وارفتگی میں جمالِ حق کے پرتو کا انعکاس ہے۔ کسی تمثیل یا منطقی استدلال سے حق شناسی ممکن نہیں ؎

؎ اے بروں از وہم و قال و قیل من / خاک بر فرق من و تمثیل من

(۳) 'الرَّحْمٰن' اور 'الرَّحِیْم' دونوں کا مصدر 'رحمت' ہے، مادہ "رحم"۔ رحمت وہ (رقت و نرمی) ہے، جس سے کسی دوسری ہستی کے لئے احسان و شفقت کا ارادہ جوش میں آجائے۔ رحم میں محبت، شفقت، فضل اور احسان سب کا مفہوم داخل ہے۔ رَحْمٰان (فَعْلان) کے وزن پر ہے۔ اور یہ باب عموماً ایسے صفات کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو محض "صفات عارضہ" ہوتے ہیں۔ جیسے "پیاسے" کے لئے "عطشان"، غضبناک کے لئے "غضبان" سراسیمہ کے لئے "حیران" وغیرہ۔ لیکن (فعیل) کے وزن میں "صفات قائمہ و فاعلہ" کا خاصہ ہے۔ یعنی عموماً ایسے صفات کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو جذبات و عوارض کی بجائے صفات قائمہ ہوتے ہیں، جیسے کَرِیم۔ کرم کرنے والا، عظیم۔ بڑائی رکھنے والا، عَلِیم۔ علم رکھنے والا۔ پس الرحمٰن کے معنی ہیں وہ ذات جس میں رحمت ہے،

الرَّحِیم کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی رحمت اپنا "فعلی ظہور" بھی رکھتی ہے، اور تمام کائنات اس سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

پھر شان رحمانیت کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ ابتدا میں از خود انسان کے لئے تمام سامان مہیا کئے جائیں۔ اور جب انسان ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے جد و جہد کرتا ہے، تو اللہ کی شان رحیمیہ فوراً نتیجہ مرتب کر دیتی ہے۔ زمین۔ آسمان۔ پانی اور ہوا کا پیدا کرنا شان رحمانیت کا نظارہ ہے۔ تو زمین میں ہل چلا کر، پانی دے کر انسان کے ایک دانہ کا سو دانے بنا لینا اس کی شان رحیمیت کا مظہر ہے۔

شرائع کا دینا اور نبوت کا عطا کرنا اس کی رحمانیت کا اقتضاء ہے تو ان قوانین حق پر عمل کر کے فلاح حاصل کرنا صفت رحیمیت کی شان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے (جو) الرحمان (اور) الرحیم (ہے)۔

تشریح:۔ قرآن عزیز میں سوائے "سورۃ براۃ" کے باقی ۱۱۳ سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی جاتی ہے۔ ہر سورۃ کی ابتدا میں اس کا نزول ہوتا تھا۔ یہ ایک مستقل آیت ہے اور اسے سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ کہا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ :۔ آیات نمبر ۱۔۳:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۲) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۳)

الفاظ:۔ (۴) "آل": جنسی (تمام) یا استغراقی (ہر ایک) "حمد": ثنائے جمیل (مدح اور شکر اختیار اور کسی خاص نعمت کی وجہ سے ہوتے ہیں، اور ان کا مفہوم محدود ہے (راغب))

(۵) "رَبِّ": مصدر ربوبیت، کسی چیز کو زیور وجود عطا کر کے تدریجاً کمال تک پہنچانا (م) پالنا مطلق لفظ صرف اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے کی طرف منسوب کر کے انسانوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے رَبُّ الدَّارِ (گھر کا مالک) (یوسف ۱۲۔۴۲)۔

(۶) "العالمین": عالَم کی جمع۔ مراد موجودات کی سب اقسام، مصدر علامت'

(۷) "مَالِكِ": 'مَالِك' اور 'مَلِك' دونوں صفاتی نام ہیں 'مَلِكِ' صرف بعض امور میں متصرف ہوتا ہے، "مَالِك" اپنی ملک پر پورا تصرف رکھتا ہے۔

(۸) "يَوْمِ": دن[۱] - زمانہ[۲] کی کوئی مدت کم یا زیادہ (الرحمان ۵۵-۳۰)۔ ایک آن[۳]، غیر متعین عرصہ[۴] (پچاس ہزار سال۔ المعارج ۷۰-۴)۔

(۹) "دِيْنِ":۔ اصل معنی جزا، بدلہ

سَتَعلَمُ لیلیٰ اَیَّ دین تدَاینت + وَ ایَّ غریمٍ فی التقاضی غریمہا

(بطور استعارہ دِین کا استعمال "قانون شریعت" پر بھی ہوتا ہے) (محاورہ) وکَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ

ترجمہ:- ہر طرح کی ستائشیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ جو تمام کائنات خلقت کا پروردگار ہے (۱) جو نہایت رحم والا مہربان ہے (۲) جو جزا و سزا کے دن کا مالک ہے (۳)

تشریح:- ثنائے جمیل کے بعد صفات باری تعالیٰ کے ذریعہ خدا کا صحیح تصور پیش کیا۔ ذاتی نام "اللہ"... کے ساتھ ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کی صفات درج کیا۔

آیت نمبر ۴:- اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (۴)۔

الفاظ:- (۱۰) "اِیَّاكَ":- اِیَّا ضمیر منفصل منصوب ہے، اور كَ خطاب کے لئے ہے۔

(۱۱) "نَعْبُدُ":- عُبُودِیَّۃ اظہار تذلّل کا نام ہے، اور عبادت انتہادرجہ کی انکساری اور تذلّل کا نام ہے (راغب)۔ وہ اطاعت جس کے ساتھ عاجزی ہو (تاج)

(۱۲) "وَ": حرف عطف، معنیٰ "اور"۔

(۱۳) "نَسْتَعِیْنُ":- استعانت مصدر، عون مادہ، مدد چاہنا (استفعال)

ترجمہ:- خدایا! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے (زندگی اور آخرت کی ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں۔

(خالق کائنات کے صحیح تصور کے بعد نائب خالق (انسان) کا مقصد حیات متعین کیا اور خالق سے وابستگی و شیفتگی کا ذکر کیا)

آیت نمبر ۵-۶:- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۶)

الفاظ:- (۱۴) "اِهْدِنَا": اِهْدِ فعل امر، مصدر ہدایت (راہ نمائی کرنا۔ راہ دکھانا اور راہ پر لگا دینا)۔ تکوین وجود کے ابتدائی تین مدارج۔

تخلیق۔ تسویہ۔ اور تقدیر کے بعد چوتھا درجہ ہدایت ہے،

ہدایت: کے پھر بقول امام راغبؒ چار مراتب ہیں۔

اَوّلاً:- خالق نے جامۂ ہستی عطا کر کے فطری ہدایت سے بھی انسان کو نوازا۔

(امثلہ):- (۱) رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی (طٰہٰ۔ ۵۰)

(ہمارا پروردگار نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی پھر اس کو ہدایت عطا فرمائی)

(۲) وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ــــ (اعلیٰ۔ ۳)

(وہ ذات جس نے اندازہ لیا اور ہدایت دی)

ثانیاً:- فطری ہدایت کے علاوہ انبیاء کی دعوت الی الحق جو سب انسانوں کے لئے عام ہے۔

(امثلہ):- (۱) جَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا (السجدہ۔ ۲۴)

(ہم نے ان میں سے راہ نما بنائے جو ہمارے امر کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں)

(۲) ہُدًی لِّلنَّاسِ۔ (البقرہ۔ ۱۸۵)

(لوگوں کے لئے ہدایت)

ثالثاً:- ہدایت فطری اور دعوتِ انبیاء کے بعد توفیقِ عمل کا درجہ ہے۔ یہ ہدایت کا تیسرا درجہ ہے۔

(امثلہ):- (۱) وَ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا زَادَہُمۡ ہُدًی (محمدؐ۔ ۱۷)

(جو لوگ ہدایت پا گئے ان کو ہدایت (عمل) میں بڑھایا)

(۲) وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ یَہۡدِ قَلۡبَہٗ (التغابن۔ ۱۱)

(اور جو اللہ پر ایمان لائے اس کا دل آمادۂ عمل ہو جاتا ہے)

رابعاً:- ہدایت کا چوتھا درجہ ایصال الی المطلوب (جنت) ہے۔

(امثلہ):- (۱) سَیَہۡدِیۡہِمۡ ــ (محمدؐ۔ ۵)

(وہ ان کو منزل مقصود تک پہنچا دے گا)

(۲) ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ــ (البقرہ۔ ۱)

(متقین کو منزل مقصود تک پہنچانے والا قانون)

(۱۵) "نَا":- ضمیر جمع متکلم۔ (ہمیں)

(۱۶) صِرَاطٌ: راستہ (صَرَطَ۔ یَصْرُطُ نگلنے کے معنوں میں بھی آتا ہے)۔
(۱۷) اَلْمُسْتَقِیْمَ: استقامت مصدر قَوَمَ مادہ۔ وہ راہ جو سیدھی اور ہموار ہو۔ مراد طریقِ حق۔

(۱۸) اَلَّذِیْنَ:۔ اَلَّذِیْ: واحد۔ اسم موصول۔
(۱۹) اَنْعَمْتَ (ماضی مخاطب واحد)۔ انعام مصدر، اَنْعَمَ، یُنْعِمُ، اِنْعَامًا۔ نعم مادہ (ثوب ناعم۔ نرم کپڑا، جلد ناعم۔ نرم جلد)۔ انعام کے معنی ہیں۔ انسان سے نیکی کرنا۔ غیر ناطق پر یہ لفظ نہیں بولا جاتا۔ مثلاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ میں نے اپنے گھوڑے پر انعام کیا (راغب)
(۲۰) عَلَیْھِمْ:۔ عَلٰی۔ ھِمْ۔ ان پر، حرف جار ضمیر جمع غائب (واحد ہو)

ترجمہ:۔ ہم پر (فلاح و سعادت کی) سیدھی راہ کھول دے۔ یا (ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔ (استقامت علی الماخذ)

تشریح:۔ مذہبی صداقت کا معیار یہی ہے کہ وہ درستگی اور صحت کی راہ متعین کرے، یہاں "صراط مستقیم" اسی راہ سعادت و کامیابی کا نام رکھا گیا ہے "صراط مستقیم" پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی طلب درحقیقت سعی و عمل کے ہر گوشہ میں زندگی کی سلامتی اور کامیابی کی طلب ہے، اور اسی طلب کی یہاں صحیح تعبیر واضح کر دی گئی ہے۔ قرآن عزیز نے ایسے سعید و کامیاب لوگوں کا ذکر یوں کیا ہے:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔ (النساء۔ ۷۱-۷۲)۔

ترجمہ:۔ اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بلاشبہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ اور وہ نبی ہیں، صدیق ہیں۔ شہید ہیں۔ اور تمام نیک و راست باز انسان ہیں۔ یہ کیسے اچھے رفیق ہیں!

انعام یافتہ گروہ:۔ (۱) نبی:۔ جو مختلف عہدوں اور مختلف قوموں میں نوع انسانی کو خدا پرستی

اور نیک عمل کی راہ دکھانے کے لئے مامور ہوئے۔

(۲) صدیق:۔ سچائی سے فطری مناسبت رکھنے والے۔ نبی کے مشن کے پہلے مصدق و جاں نثار۔

(۳) شہید:۔ اپنے قول و عمل سے پیام حق کی شہادت دینے والے خواہ اس میں جان تک قربان کرنا پڑے۔

(۴) صالح:۔ تمام وہ انسان جو اعتقاد و عمل میں نیک اور راست باز ہیں۔

آیت نمبر ۷ : غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

الفاظ:۔ (۲۱) "غَيْر":۔ نہ (نافیہ) بغیر یا سوا (استثنائیہ)

(۲۲) "اَلْمَغْضُوْب":۔ مادہ غضبؐ، اس کے اصل معنی ہیں۔ سزا کے ارادہ سے خون کا جوش مارنا۔ (راغب)

(۲۳) "لَا": (نافیہ)۔ نہیں۔

(۲۴) "ضَالِّيْن": مصدر ضلالت، ضَالّ: اسم فاعل ہے اس کے عام معنی ہیں سیدھی راہ سے ہٹ جانا۔ عمداً ہو یا سہواً۔ (راغب)

قرآن عزیز میں چار معانی آئے ہیں۔ گمراہ ہونا۔ بھول جانا۔ نہ جاننا۔ غافل ہونا۔

(امثلہ):۔ (۱) وَلَا الضَّالِّيْنَ ــــ (فاتحہ - ۷)۔

۲۸۲

(۲) اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا ــــ اگر ایک دونوں میں سے بھول جائے۔ (البقر)

(۳) وَ اِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّالِّيْنَ (البقر - ۱۹۴)

(۴) وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۔ اور تجھے غافل پایا پھر ہدایت دی (والضحی ۳۰)

تشریح:۔ "مغضوب علیہ" اور "ضالین" کی محرومی اور شقاوت سے بچنے کی دعا اس لئے ہے، کہ یہ دونوں راہیں "حصولِ معرفت" کے بعد "انکار" اور عمل میں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں، یہ طلب اسلئے ہے کہ طالب حق راہ سعادت کا راہی بن کر ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہے۔

یہودیوں کی قومی تاریخ "مغضوبیت" کے لئے اور عیسائیوں کی تاریخ "گمراہی" کے لئے عبرت وتذکیر کا بہترین سرمایہ ہے۔ ان کی بداعمالیوں کے فطرتی نتائج غضب اور ضلالت کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔

اصولاً یہ عبرت عام ہے (اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ المورد)۔ جو قوم بھی صراط مستقیم کو چھوڑ دے اور راہ شفاعت پر گامزن ہو کر حق وصداقت سے منہ موڑ لے اس کا انجام یہی ہوگا۔ خواہ اس کا نام "کچھ" ہو۔ دور حاضر کا مسلمان اس اشارہ کو سرمۂ دیدۂ عبرت بنائے اور دیکھے کہ یہی تاریخ اس پر دھرائی نہ جائے!—

تعلیمی روح

اے خدائے قدوس! میں تیری حمد وثنا میں زمزمہ سنج ہوں۔ تو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔ تیری ہستی کی نمود سرتاسر رحمت وعدالت کی نمود ہے!۔

میں تیرے سامنے اپنا سر نیاز جھکاتا ہوں۔ اور تیری عبودیت کا اقرار کرتا ہوں۔ صرف تیری ہی ایک ذات ہے۔ جس کے سامنے بندگی ونیاز کا سر جھک سکتا ہے!

اور صرف تو ہی ہے جو ہماری ساری درماندگیوں اور احتیاجوں میں مددگاری کا سہارا ہے میں عبادت واستعانت صرف تجھ سے وابستہ کرتے ہوئے دنیا کی ساری قوتوں اور انسانی فرماں روائیوں سے بے پرواہ ہوتا ہوں۔ اب میرا سر کسی غیر کی چوکھٹ پر نہیں جھک سکتا۔ میں کسی قوت سے ہراساں نہیں ہوں۔ اور کسی کے آگے دست طلب دراز نہیں کر سکتا!

اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ درستگی وصحت کی راہ کا طالب رہوں۔ سعی وعمل کے ہر گوشہ میں انعام یافتہ گروہ کے نقش قدم کی مجھے تلاش ہے!

وہ لوگ جو راہ حق نہ پا سکے۔ اس کی جستجو میں بھٹک گئے۔ یا جنہوں نے نعمت کی راہ چھوڑ کر محرومی وشقاوت کی راہ اختیار کی۔ ایسے لوگوں کی محرومی وشقاوت سے مجھے بچائیو! آمین!

عربی سیکھنے کے خواہشمند

جو اپنے مطالعہ سے عربی سیکھنا چاہتے ہوں، مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں

معلم العربیہ:- چار ماہ میں بلا رٹے عربی سکھانے والا رسالہ۔ جس میں تمام ضروری صرفی نحوی مسائل گردان، ترکیب، لغات بتلاکر مثال میں کثرت سے آیات قرآنیہ، احادیث، نصیحت آمیز عربی مقولے، روزمرہ کی بول چال اور آنحضرت صلعم کے اخلاق طاہرہ کے ذریعہ سے تمام مسائل مشق کرائے گئے ہیں، جس کے پڑھنے سے بلا رٹے عربی سمجھنے، لکھنے اور پڑھنے پر قدرت ہو جاتی ہے۔ اخیر میں ایک ہزار جدید و قدیم لغات اور کثیر اردو سے عربی مصادر کا ایک ضمیمہ شامل ہے۔ قیمت فی نسخہ ۱۲ ر۔

عربی ٹیچر: - جدید و قدیم عربی زبان سیکھنے کا نہایت مفید رسالہ۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ

عربی کا معلم (حصہ اول): صرف و نحو عربی کے مسائل کو جدید سہل اسلوب پر نہایت خوبی سے سمجھایا گیا ہے اور ہر سبق کے تحت کثیر امثلہ مشقیہ قرآن مجید اور محاورات عرب سے دی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ ر۔

عربی کا معلم (حصہ دوم):- قیمت فی جلد ایک روپیہ

کلید عربی کا معلم حصہ اول: - قیمت ۳ ر

کلید عربی کا معلم حصہ دوم: - قیمت ۵ ر

کلام عربی (حصہ اول) جس میں عربی ادب قدیم و جدید اور قواعد ترجمہ کی نہایت آسان طریقے پر عملی تعلیم دی گئی ہے۔ اور جس کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کثیر الاستعمال عربی الفاظ کی ایک جامع ڈکشنری شامل ہے۔ قیمت ۱۰ ر

کلام عربی (حصہ دوم) جس میں عربی ادب قدیم وجدید، ترجمہ وانشاء اور عربی اخبارات سے استفادہ کی نہایت سہل طریقے پر تعلیم دی گئی ہے اور جس کے ساتھ ۱۲۵ جدید عربی الفاظ کی ایک جامع ڈکشنری شامل ہے۔ قیمت ۱۰/

اللغات والامثال:- اردو سے عربی میں ترجمہ کرنے والوں کے لئے نہایت مفید کتاب ہے۔ اس میں تین ہزار سے زائد اردو الفاظ کے سامنے ان کے ہم معنے چار ہزار سے زائد عربی الفاظ دئے گئے ہیں۔ اور دوسرے حصہ میں ایک ہزار سے زائد عرب کی مشہور ضرب الامثال جمع کی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۲/

اساس عربی:- جدید طریق پر عربی صرف ونحو کا نصاب مع تمرین وامثلہ مشقیہ۔ قیمت ۱۰/

ہدایۃ العربیہ:- بآسانی عربی سکھانے والی کتاب۔ قیمت ۱۰/
(از شمس العلما ڈاکٹر مولانا محمد ہدایت حسین ایم اے)

خزینۃ العلوم (حصہ اول):- عربی سیکھنے کی دلچسپ کتاب قیمت ۹/

خزینۃ العلوم (حصہ دوم):- " " " ۶/

غرائب القرآن عزیزی:- یہ الفاظ قرآن مجید کی بے نظیر لغات ہے۔ اس کے پہلے ساٹھ صفحوں میں جسقدر صرف ونحو قرآن فہمی کے لئے درکار ہے نہایت آسان طریق سے آگئی ہے۔ آگے حل لغات کا طریقہ حسب ذیل ہے۔ پہلے خانے میں لفظ۔ دوسرے میں معنے۔ تیسرے میں لفظ کی قسم۔ علامت وغیرہ۔ قیمت ۱۲/

ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبہ علمیہ۔ مدرسۃ البنات۔ شہر جالندھر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنِ حکیم

اور اس کا اثر لغت و علم و اجتماع و اخلاق پر

(از استاد محمد احمد جاد مولیٰ بک مصر)

(۴)

قرآن کا اثر حالتِ علمیہ پر :-

جو شخص علم جدید کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا، اس کو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہضتِ اسلامیہ کی اصل قرآن کریم تھا اور پہلے لوگوں کے علوم کو محفوظ رکھنے اور مصفا اور مجلا کرنے کا فخر اسی نہضتہ اسلامیہ کو حاصل ہے۔ اور اسی نے غور و فکر اور نظر و استدلال کے لئے مجال عقل کو وسعت بخشی ہے۔ اور اسی لئے یہ نہضت یورپ میں علمی تاریخ کی بنیاد بنی۔ قرآن اس امر میں یگانہ ہے کہ اسی نے عقلوں کو جمود و تقلید کی زنجیروں سے آزادی عطا کی، اور نفوس بشریہ کو صحف کائنات کے پڑھنے اور ان کے عجائبات صنعت میں تدبر کرنے پر اکسایا۔ قرآن ہی ہے جس نے ارواح انسانی کو اسرار کائنات کی تہ تک پہنچنے اور اس کے دفینوں کی چھان بین کرنے کا شوق دلایا، اور ان پر واضح کر دیا کہ ان کو علم کا تھوڑا سا حصہ ہی ملا ہے۔ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ پھر انہیں بحث و تفکیر کے موقع بتلائے اور لوگوں کو مثالیں دے کر سمجھایا کہ انہیں کونسی چیزوں میں غور کرنا چاہیئے اللہ نے فرمایا:-

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ	اور ہر چیز کا ہم نے جوڑا جوڑا بنایا
سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ	پاک و بے عیب ہے وہ جس نے سارے کے

كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

سارے جوڑے بنائے۔ ان روئیدگیوں کے جنہیں زمین اگاتی ہے، اور ان کے اپنے، اور ان چیزوں کے جن کو نہیں جانتے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔

اللہ وہ ہے جس نے ہفت آسمان اور ان ہی کی مانند زمین کے اقسام بنائے۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

(چاند سورج ستارے) سب اپنے اپنے مدار میں گروش کرتے ہیں۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ۔

اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے برساخت کئے۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا۔

بڑی برکتیں ہیں اس کی جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں ایک چراغ اور روشن چاند بنایا۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ۔

تو ہم نے آب باراں پر آسمان کے دروازے واکر دئے۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا۔

کیا زمین کو ہم نے فرش ہموار نہیں کیا اور پہاڑوں کو میخیں پائدار

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ۔

اور ہم نے زمین کو تانا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر خوشنما جوڑا اگایا۔

قرآن ہی ہے، جس نے عقلوں کو فلسفۂ اغریقیہ کے سمجھنے اور علوم کونیہ کے سیکھنے پر آمادہ کیا اور قرنوں علم وقرآن کی آپس میں خوب بنی رہی اور کبھی ان بن کا موقع نہ آیا۔ قرآن نے علم کی تکریم، عقل کی تعظیم، اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اپنی عقلوں کو بیکار رکھتے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن ان کی شان میں کہتا ہے:-

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۵	ان کے دل ہیں جن سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گمراہ، یہی لوگ غافل ہیں۔
اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۵	یقیناً بدتر مواشی اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۵	اور ان میں وہ بھی ہے جو تیری طرف دیکھتا ہے تو کیا تو اندھوں کو رستہ دکھائیگا، اگرچہ ان کو سوجھتا نہ ہو۔
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔	تو اس بات کے پیچھے نہ لگ جس کا تجھے علم نہیں، یقیناً شنوائی اور بینائی اور دل، ان میں سے ہر ایک کی بازپرس ہوگی۔
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتَانِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ،	کہہ دے، اے قوم میری! اگر میں ہوا اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل پر اور اس نے دی ہو مجھے اپنے ہاں سے ایک رحمت اور وہ اندھیا

أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ۝	گئی ہو تم پر، تو کیا ہم اسے تم پر منڈھ دیں جبکہ تم اسے ناپسند کر رہے ہو۔
نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۝	ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو ان پر جبر کرنے والا نہیں ہے۔
فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ	سو تو قرآن سے اس کو سمجھا جو وعید سے ڈر سکے
إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ۔	تجھ پر تو پہنچا ہی دینا ہے۔
قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝	ہم نے ان لوگوں کے لئے جو عقل استعمال کریں پتہ کی باتیں کہہ دی ہیں۔
لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ	دین میں زبردستی منانا کوئی نہیں
إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ	تو تو محض سمجھا دینے والا ہے۔
لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ	تو ان پر کوئی داروغہ نہیں ہے۔

قرآن ہی وہ دروازہ جس سے عقل انسانی اپنی کودکی کے بعد عقل کامل ہو کر نکلی ہے، قرآن ہی نے اس کو نظر و فکر، عبرت گیری اور استنباط و استدلال کی راہ دکھائی۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝	یقیناً آسمانوں اور زمینوں کے بنانے اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں ان بامغز لوگوں کے لئے پتے ہیں جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے اور زمینوں اور آسمانوں کی بناوٹ میں تفکر کرتے ہیں اے رب ہمارے! تو نے یہ (کارخانہ) بیہودہ نہیں بنایا۔ تیری ذات باطل آفرینی سے پاک ہے۔ سو ہمیں عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیو

وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ
مِنْ دَابَّةٍ اٰيَاتٌ لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ۝

اور تمہاری پیدائش میں اور ان مواشی میں جنہیں
وہ دنیا میں بکھیرتا رہتا ہے ایسے لوگوں کے لئے
جو یقین کی راہ چلتے ہیں کئی نشان ہیں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ
رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور شب و روز کے اختلاف میں اور اس میں جو
ایک گونہ رزق اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس
سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور
ہواؤں کے پھیرنے میں ایسے لوگوں کے لئے جو
عقل سے کام لیتے ہیں کئی پتے نشان ہیں

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ
اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَیِّ
حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کے ملکوت
میں، اور جو جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس
میں، اور اس میں کہ ان کی اجل ہی قریب
آ گئی ہو دھیان نہیں کیا۔ پھر اس کے
بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائینگے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ
وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ
اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۔

اور نہیں کوئی چلنے والا جو زمین پر چلتا ہے۔
اور نہیں کوئی پرندہ جو اپنے دو پنکھوں سے
اڑتا ہے مگر وہ بھی تمہاری ہی مانند امتیں ہیں

یہ اور ان ہی کے مشابہ دوسری آیتیں عقول بشریہ کے لئے حریۃ علمیہ کی واگزاری کا سبب بنی تھیں۔ پھر جب یورپ نے ان سے اقتباس کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور جہان پر حکمران ہو کر اصلاح اقوام کا مدعی بن گیا۔

قرآن ہی ان بڑے بڑے مولفوں کے جم غفیر کو وجود میں لایا جنھوں نے علوم شرعیہ عملیہ طبیعیہ اور فلکیہ وغیرہ میں معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں، سبب یہ کہ جب ان علماء نے قرآن کا مطالعہ

کیا تو ان کے غور و فکر کے راستے کئی شاخوں میں بٹ گئے: بعض نے اس کے لہجات کو ضبط، کلمات کو تحریر اور اس کے حروف کے مخارج کو شناخت کرنے پر توجہ کی، یہ لوگ علمائے قرأت ہوئے۔ اور بعض معرب و مبنی وغیرہ پر متوجہ ہوئے اور علمائے نحو کہلائے۔ اور بعض کو اس کے دلائل عقلیہ کا شغف رہا، یہ لوگ علماء کلام کہلائے۔ اور بعض نے اس کے خطاب کے معنوں میں تامل کیا تو دیکھا کہ کچھ ان میں عموم کے مقتضی ہیں اور کچھ ان میں خصوص کے مقتضی ہیں اور چند ان میں مطلق ہیں اور چند ان میں مقید ہیں اور کئی ان میں مجمل ہیں اِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ، ان لوگوں کا علمائے اصول نام ہوا، اور ایک گروہ ان قصوں کا گرویدہ رہا جو گزشتہ زمانوں اور پرانی امتوں کے اس میں مذکور ہوئے ہیں یہ لوگ اہل تاریخ ہیں، اور بعض کو اس کے حکم و امثال اور مواعظ و نصائح کی رغبت رہی۔ یہ لوگ خطباء و واعظین ہیں۔ ایک قوم نے مواریث کی آیتوں سے علم فرائض و حساب نکالا، یہ علماء فرائض ہیں اور ایک طائفہ نے اس کی ان آیات پر نظر کی جو رات، دن، چاند، سورج اور ستاروں میں روشن دانشوں کا پتہ دیتی ہیں۔ یہ لوگ علمائے میقات ہیں۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے، کہ اس قرآن نے "جو بیابان میں ایک امی پر اور ایسی ان پڑھ قوم پر نازل ہوا جس کے پاس سوا اپنی زبانوں اور اپنے دلوں کے اور کوئی چیز نہ تھی، اور اقسام کلام جس میں ان کے جداگانہ مذاہب تھے اور وہ بھی بعض قسم کی صفتوں اور حکمتوں سے آگے نہ چلتے تھے" اسی قرآن نے علماء کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس کے ہر معنے سے ایک مستقل علم برآمد کریں اور جوں جوں سال گزرتے گئے وہ ہر علم سے اس کی شاخیں نکالتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ حضارہ اسلامیہ کے عہد میں جس نے جدید تمدن کو جنم دیا جس منزلہ تک پہنچ سکتا تھا پہنچ گیا۔

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْاُمِّيِّ مُعْجِزَةً + فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيتم

اہل نظر قرآن کریم میں سے ہمیشہ ایسے معانی کا استخراج کرتے رہتے ہیں جن میں بعض تازہ ایجادوں اور علوم کی باریکیوں کا اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کیا جو لوگ کافر ہوئے انہوں نے یہ نہ دیکھا

نَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا۔	کہ پہلے افلاک اور زمین باہم پیوستہ وابستہ تھے پھر ہم نے انہیں کھول کر الگ کر دیا۔

اس سے "علمائے جو تحقیق کیا ہے کہ ہماری زمین نظام شمسی کا جدا شدہ ایک ٹکڑا ہے" اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ۔	اور زمین میں لنگر ڈالے تاکہ تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے۔

یہ آیت علماء کی اس تحقیق پر صاد کرتی ہے کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین کی خشکی و تری پر اضطرا کی حالت طاری رہتی اور انسان کو اس پر استقرار نصیب نہ ہوتا۔

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا	اور ہم نے آفتاب کو چراغ بنایا۔
وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا	اور ہم نے ایک چراغ بنایا جو گرمی اور روشنی دیتا ہے

اس میں اس تحقیق علمی کی تائید ہے، کہ آفتاب ایک مشتعل جسم ہے جو اپنی ذات سے نور و نار بکھیرتا اور اپنے تعلقدار سیاروں کو بھیجتا ہے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ۵	اے گروہ جن و انس! اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ آسمانوں کے اور زمین کے کناروں سے پار نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ تم بغیر کسی اقتدار کے پار نہیں نکل سکتے۔

اس میں فن پرواز کی طرف اشارہ ہے، اور اس کی طرف کہ اس سے انسان بھی بہرہ ور ہوگا

قصہ مختصر یہ کہ ہر زمانے میں قرآن کو سمجھنا اور اس کے اسرار و رموز کا استنباط کرتے رہنا عقل ہی کا منصب ہے۔ اور جو شخص اس قرآن کو لایا، وہ آخر الانبیاء تھا۔ اب کمال انسانی کے لئے بجز عقول کے جو ایک دوسری کو ہوشیار کرتی رہیں اور کسی شے کی حاجت نہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے:۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ

عنقریب ہم ان کو اپنے نشان دکھائیں گے آفاق میں بھی اور ان کے اپنے آپ میں بھی تاکہ ان کو روشن ہو جائے کہ وہی حق ہے کیا رب کے بارے میں یہ کافی نہیں کہ وہ ہر شئے پر حاضر ناظر ہے۔

اگر تم تمام علوم انسانیہ کو کھنگال ڈالو تو وہ اپنے معنوں میں "فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ" سے باہر نہیں جا سکتے۔ جوں جوں نظر آگے بڑھے گی اور بحث و تلاش کے طریقے زیادہ ہوتے جائیں گے، کائنات کی حقیقتیں زیادہ نمایاں ہوں گی اور جو اشارات قرآن کے کلمات میں محتجب ہیں آشکار ہوتے رہیں گے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

قَوَاعِدُ التَّدرِيسِ

(۳) مُتسلسل

المدرس: يُلفِتُ أَنظَارَ التَّلامِيذِ إِلَى مُشِيرَيِ السَّاعَةِ وَيُفهِمُهُم عَمَلَ كُلٍّ مِنهُمَا ثُمَّ يَسْئَلُ: مَا هٰذَانِ؟

التلميذ: هٰذَانِ عَقرَبَا السَّاعَةِ (مَعَ إِرشَادِهِ إِلَى الصَّوَابِ إِذَا أَخطَأَ)۔

المدرس: أُرِيدُ اِستِعمَالَ كَلِمَةٍ بَدَلَ كَلِمَةِ "عَقرَب"۔

التلميذ: هٰذَانِ مُشِيرَا السَّاعَةِ۔

المدرس: اِبدَأِ الجُملَةَ بِكَلِمَةِ السَّاعَةِ۔

التلميذ: اَلسَّاعَةُ لَهَا مُشِيرَانِ۔

المدرس: مَاذَا تَرَى فِيهِمَا مِن حَيثُ الطُّولِ وَالقِصَرِ؟

التلميذ: أَرَى أَحَدَهُمَا قَصِيرًا وَالآخَرَ طَوِيلًا۔

المدرس: ضُمَّ هٰذِهِ الجُملَةَ إِلَى الجُملَةِ السَّابِقَةِ۔

التلميذ: اَلسَّاعَةُ لَهَا مُشِيرَانِ أَحَدُهُمَا قَصِيرٌ وَالآخَرُ طَوِيلٌ۔

المدرس: إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يُشِيرُ القَصِيرُ؟

التلميذ: يُشِيرُ إِلَى السَّاعَاتِ۔

المدرس: وَإِلَى أَيِّ شَيْءٍ يُشِيرُ الطَّوِيلُ؟

التلميذ: يُشِيرُ إِلَى الدَّقَائِقِ۔

المدرس: ضَعْ هٰذِهِ الجُملَةَ "يُشِيرُ إِلَى السَّاعَاتِ" فِي مَوضِعٍ يُنَاسِبُهَا

مِنَ الجُمْلَةِ السَّابِقَةِ " اَلسَّاعَةُ لَهَا مُشِيْرَانِ، اَحَدُهُمَا قَصِيْرٌ وَ الآخَرُ طَوِيْلٌ " -

التلميذ: السَّاعَةُ لَهَا مُشِيْرَانِ، اَحَدُهُمَا قَصِيْرٌ يُشِيْرُ اِلَى السَّاعَاتِ وَ الآخَرُ طَوِيْلٌ -

المدرس: اِسْتَعْمِلْ هٰذِهِ الجُمْلَةَ " يُشِيْرُ اِلَى الدَّقَائِقِ " فِي المَوْضِعِ المُنَاسِبِ مِنَ الجُمْلَةِ المَذْكُوْرَةِ -

التلميذ: السَّاعَةُ لَهَا مُشِيْرَانِ اَحَدُهُمَا قَصِيْرٌ، يُشِيْرُ اِلَى السَّاعَاتِ، وَ الآخَرُ طَوِيْلٌ يُشِيْرُ اِلَى الدَّقَائِقِ -

المدرس: يُحَادِثُ التَّلَامِيْذَ، فِي تَنْوِيْعِ هٰذِهِ العِبَارَةِ كَمَا تَقَدَّمَ حَتّٰى تُصْبِحَ: " لِلسَّاعَةِ مُشِيْرَانِ ذَهَبِيَّانِ، اَحَدُهُمَا قَصِيْرٌ لِلسَّاعَاتِ، وَ الآخَرُ طَوِيْلٌ لِلدَّقَائِقِ " ثُمَّ يُثْبِتُهَا عَلَى السَّبُّوْرَةِ بِاِمْلَاءِ اَحَدِ التَّلَامِيْذِ تَحْتَ رَقْمِ (٤)

المدرس: مَا فَائِدَةُ السَّاعَةِ لَنَا ؟

التلميذ: نَعْرِفُ بِهَا الاَوْقَاتِ -

المدرس: وَ مَا الاَوْقَاتُ الَّتِيْ تُهِمُّنَا مَعْرِفَتُهَا ؟

التلميذ: يُهِمُّنَا مَعْرِفَةُ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَ المَدْرَسَةِ -

المدرس: وَ مَاذَا اَيْضًا مِنَ الاَوْقَاتِ تُهِمُّنَا مَعْرِفَتُهُ ؟

التلميذ: اَوْقَاتُ الاَكْلِ، وَ النَّوْمِ، وَ اَوْقَاتُ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةُ النَّاسِ

المدرس: تَكَلَّمْ بِجُمْلَةٍ تَامَّةٍ -

التلميذ: تُهِمُّنَا مَعْرِفَةُ اَوْقَاتِ الاَكْلِ، وَ النَّوْمِ، وَ اَوْقَاتِ السَّفَرِ،

وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ

المدرس: ضَعْ جَمِيعَ الْاَوْقَاتِ الَّتِيْ تُهِمُّنَا مَعْرِفَتُهَا فِيْ جُمْلَةٍ وَاحِدَةٍ۔

التلميذ: تُهِمُّنَا مَعْرِفَةُ اَوْقَاتِ الصَّلَاةِ، وَ الْمَدْرَسَةِ. وَ اَوْقَاتِ الْاَكْلِ وَ النَّوْمِ وَ اَوْقَاتِ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ۔

المدرس: اَيُّ الْكَلِمَاتِ تَكَرَّرَ فِيْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ ؟

التلميذ: تَكَرَّرَتْ كَلِمَةُ اَوْقَاتٍ۔

المدرس: وَ مَا يَجِبُ عَمَلُهُ فِيْهَا ؟

التلميذ: يَجِبُ حَذْفُهَا۔

المدرس: اِحْذِفْهَا وَ اَنْطِقْ بِالْجُمْلَةِ۔

التلميذ: تُهِمُّنَا مَعْرِفَةُ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ، وَ الْمَدْرَسَةِ، وَالنَّوْمِ، وَ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ۔

المدرس: اِذَنْ مَاذَا نَعْرِفُ بِالسَّاعَةِ ؟

التلميذ: نَعْرِفُ بِهَا اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ، وَ الْمَدْرَسَةِ وَ الْاَكْلِ، وَالنَّوْمِ وَ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ۔

المدرس: اُذْكُرْ كَلِمَةَ "السَّاعَةُ" فِي الْجُمْلَةِ۔

التلميذ: نَعْرِفُ بِالسَّاعَةِ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ، وَ الْمَدْرَسَةِ، وَ الْاَكْلِ، وَ النَّوْمِ، وَ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ۔

المدرس: اِسْتَعْمِلْ كَلِمَةً بَدَلَ اَوْقَاتٍ۔

التلميذ: نَعْرِفُ بِالسَّاعَةِ مَوَاعِيْدَ الصَّلٰوةِ، وَ الْمَدْرَسَةِ، وَ الْاَكْلِ وَ النَّوْمِ، وَ السَّفَرِ، وَ مُقَابَلَةِ النَّاسِ۔

المدرس: اِسْتَعْمِلْ كَلِمَتَيْ "اَوْقَاتٍ" وَ "مَوَاعِيْدَ"۔

اَلتلمیذ : نَعرِفُ بِالسَّاعَةِ اَوْقَاتَ الصَّلٰوةِ، وَمَوَاعِيْدَ المَدْرَسَةِ، وَالسَّفَرِ، وَالاَكْلِ وَالنَّوْمِ، وَمُقَابَلَةِ النَّاسِ ـ

المدرس : يُثْبِتُ هٰذِهِ العِبَارَةَ عَلَى السَّبُّوْرَةِ، بِاِمْلَاءِ اَحَدِ التَّلَامِيْذِ تَحْتَ رَقْمِ (۵)

المدرس يُقْرِئُ التَّلَامِيْذَ مُلَخَّصَ السَّبُّوْرَةِ، وَيَأْمُرُهُمْ بِنَقْلِهٖ فِي كُرَّاسَاتِهِمْ عَلٰى هٰذَا النَّحْوِ، اَوْ مَا يُشَابِهُهٗ، تَدُوْرُ المُحَادَثَةُ، وَتَسِيْرُ دُرُوْسُهَا فِي هٰذِهِ المَرْحَلَةِ +

ترجمہ

المدرس : سنہری گھڑی شاگردوں کو دکھا کر اُن سے پوچھتا ہے : یہ کیا ہے ؟

شاگرد : یہ گھڑی ہے ۔

استاد : شاگردوں کی نگاہوں کو اس گھڑی کے ظرف کی طرف متوجہ کرکے ان سے پوچھتا ہے : یہ کیا ہے ؟

شاگرد : یہ گھڑی کا ظرف ہے ۔

استاد : یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے ؟

شاگرد : یہ سونے کا بنا ہوا ہے ۔

استاد : اس جملے میں لفظ " السَّاعَة " استعمال کرو ۔

شاگرد : گھڑی کا ظرف سونے کا بنا ہوا ہے ۔

---

[۱] اِذَا وَجَدَ المُدَرِّسُ بَعْدَ ذَالِكَ فِي الحِصَّةِ مُتَّسَعًا مِنَ الزَّمَنِ يَاْتِي لَهُمْ بِتَطْبِيْقٍ عَلَى النَّحْوِ الآتِي :-

(۱) يَمْحُوْ بَعْضَ اَجْزَاءِ العِبَارَاتِ الَّتِي عَلَى السَّبُّوْرَةِ وَيُطَالِبُهُمْ بِاِتْمَامِهَا مِنْ عِنْدِهِمْ مِنْ غَيْرِ مُسَاعَدَةٍ (۲) وَيُكَلِّفُهُمْ ذِكْرَ عِبَارَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ فِي مَوْضُوْعِ المُحَادِثَةِ.

استاد : اس جملہ کو پہلے جملہ " هٰذِهٖ سَاعَةٌ " (یہ گھڑی ہے) سے ملاؤ۔

شاگرد : اس گھڑی کا ظرف سونے کا بنا ہوا ہے۔

استاد : ان کے سامنے ظرف کھول کر انہیں اس کے اندر کے باریک باریک پرزوں کی واقفیت کراتا ہے۔ پھر ان سے پوچھتا ہے : تم اس گھڑی کے اندر کیا دیکھتے ہو؟

شاگرد : اس کے اندر مختلف چھوٹے چھوٹے پرزے ہیں۔

استاد : اس جملے کو پہلے جملہ سے ملاؤ؟

شاگرد : اس گھڑی کا ظرف سونے کا بنا ہوا ہے، اس کے اندر چھوٹے چھوٹے باریک مختلف پرزے ہیں۔

استاد : لفظ "هٰذِهٖ" کی بجائے اور دوسرا لفظ کونسا لاؤ گے ؟

شاگرد : " هَاتِهٖ " اس کا ظرف سونے کا بنا ہوا ہے، اس کے اندر چھوٹے چھوٹے مختلف پرزے ہیں۔

استاد : میں ایک ایسا کلمہ چاہتا ہوں جو چند کلمات " مَصْنُوْعٌ مِنَ الذَّهَبِ (سونے کا بنا ہوا ہے) کی بجائے کافی ہو

شاگرد : " ذَهَبِيٌّ " "سنہری"

استاد : اس کو عبارت میں استعمال کرو؟

شاگرد : اس گھڑی کا ظرف " ذَهَبِيٌّ " (سنہری) ہے۔ جس کے اندر چھوٹے چھوٹے مختلف پرزے ہیں۔

استاد : کون ایسا کلمہ ذکر کرے گا جس کا استعمال صغيرة (چھوٹے چھوٹے) کی بجائے صحیح ہو؟

شاگرد : " دَقِيْقَةٌ " (باریک باریک)۔ (اگر شاگرد نہ جانتا ہو تو استاد اسے بتائے)

استاد: اس کو عبارت میں استعمال کرو۔
شاگرد: اس کا ایک سنہری ظرف ہے جس کے اندر باریک باریک مختلف پرزے ہیں۔
استاد: اس جملہ کے مناسب مقام میں کلمہ "یَحْتَوِی" (مشتمل ہے) استعمال کرو۔
شاگرد: اس گھڑی کا ایک سنہری ظرف ہے، جو باریک باریک مختلف پرزوں پر مشتمل ہے۔
استاد: مناسب مقام میں لفظ "مُتَنَوِّعَۃٌ" (مختلف) استعمال کرو۔
شاگرد: یہ گھڑی ہے اس کا ایک سنہری ظرف ہے جو کئی قسم کے چھوٹے چھوٹے پرزوں پر مشتمل ہے۔
استاد: کسی شاگرد سے اس عبارت کو تختۂ سیاہ پر نمبر "ا" کے نیچے لکھوائے۔
استاد: گھڑی کے اوپر کی طرف شاگردوں کو دکھا کر پوچھے: یہ کیا ہے؟
شاگرد: یہ گھڑی کا ڈائل ہے۔
استاد: کس چیز سے ڈھنکا ہوا ہے؟
شاگرد: شیشہ کے ڈھکن سے ڈھنکا ہوا ہے۔
استاد: دو لفظ "وَجْہُ السَّاعَۃِ" (ڈائل) استعمال کرو۔
شاگرد: گھڑی کا ڈائل شیشہ کے ڈھکن سے ڈھنکا ہوا ہے۔
استاد: شروع جملہ میں لفظ "السَّاعَۃُ" استعمال کرو۔
شاگرد: گھڑی کا ڈائل شیشہ کے ڈھکن سے ڈھنکا ہوا ہے۔
استاد: اس جملہ میں لفظ "لِلسَّاعَۃِ" (گھڑی کا) استعمال کرو۔
شاگرد: گھڑی کا شیشے کے ڈھکن سے ڈھنکا ہوا ایک ڈائل ہوتا ہے۔
استاد: شاگردوں کی نگاہوں کو "مینا" کی طرف متوجہ کر کے ان سے اس کا نام پوچھے۔

اگر وہ نہ جانتے ہوں تو انہیں بتا دے پھر سوال کرے : تم اس ڈھکن کے نیچے کیا دیکھتے ہو؟

شاگرد : میں اس کے نیچے مینا، دیکھتا ہوں۔

استاد : اس جملہ کو پہلے جملہ سے ملاؤ۔

شاگرد: گھڑی کے لئے ایک فیس ہے جو شیشہ کے پردہ سے ڈھانپا ہوا ہے جس کے نیچے مَیں مینا، دیکھتا ہوں۔

استاد : کس لفظ کا حذف کرنا یہاں بہتر ہے۔

شاگرد: لفظ " آدمی (میں دیکھتا ہوں) کا۔

استاد : اس کو حذف کردو اور عبارت ادا کرو۔

شاگرد: گھڑی کا شیشہ کے پردہ سے ڈھنپا ہوا ایک فیس ہے۔ جس کے نیچے مینا، ہے۔

استاد: میں دو کلموں "مِنَ الزُّجَاجِ (شیشے کا) کے بجائے ایک کلمہ کا استعمال چاہتا ہوں۔

شاگرد : گھڑی کا ایک جاجی کیس ڈھکنے سے ڈھنکا ہوا ہوتا ہے جس کے نیچے مینا، ہوتا ہے

استاد: اس عبارت کو تختہ سیاہ پر ایک شاگرد سے نمبر"۲" کے نیچے لکھوائے۔

استاد شاگردوں کو مینا، کے چھوٹے بڑے حصوں پر آگاہی دے حتیٰ کہ وہ معلوم کرلیں کہ مینا، کے بڑے بارہ حصے گھنٹوں کے لئے ہیں اور چھوٹے ساٹھ حصے منٹوں کے لئے ہیں۔ پھر پوچھے : مینا کتنے بڑے حصوں پر منقسم ہے۔

شاگرد: مینا، بڑے بارہ حصوں پر منقسم ہے۔

استاد : یہ بڑے حصے کیا ظاہر کرتے ہیں۔

شاگرد: گھنٹے ظاہر کرتے ہیں۔

استاد : اس جملہ کو پہلے جملہ سے ملاؤ۔

شاگرد: مینار بڑے حصوں میں منقسم ہے جو گھنٹوں کو ظاہر کرتے ہیں۔
استاد: مینار کتنے چھوٹے حصوں پر منقسم ہے۔
شاگرد: مینار چھوٹے چھوٹے ساٹھ حصوں پر منقسم ہے جو منٹ ظاہر کرتے ہیں۔
استاد: اس جملہ کو پہلے جملہ سے ملاؤ۔
شاگرد: مینار بڑے بارہ حصوں میں منقسم ہے جو گھنٹے ظاہر کرتے ہیں اور چھوٹے ساٹھ حصوں پر منقسم ہے جو منٹ ظاہر کرتے ہیں۔

استاد اس عبارت کو تختہ سیاہ پر لکھے اور شاگردوں کی نگاہوں کو لفظ " ینقسم" (منقسم ہے) کے تکرار پر متوجہ کرے اور انہیں اس تکرار سے ضروری احتراز کی ہدایت کرے کہ وہ اس لفظ کو اس کے تکرار والے مقام سے حذف کیا کریں پھر اسے حذف کرکے ان میں سے ایک کو عبارت پڑھنے کے لئے کہے تو عبارت یوں ہو جائے گی: مینار بڑے بارہ حصوں پر جو گھنٹے ظاہر کرتے ہیں اور چھوٹے ساٹھ حصوں پر جو منٹ ظاہر کرتے ہیں منقسم ہے۔

استاد: اس عبارت کی توسیع میں اس طریقے کے مطابق جس کا اتباع نمبر "۱" "۲" میں ہو چکا ہے شاگردوں سے محادثہ کرے یہانتک کہ عبارت حسب ذیل ہو جائے (گھڑی کا ایک مینار ہوتا ہے جو بڑے بارہ حصوں پر گھنٹوں کے لئے اور چھوٹے ساٹھ حصوں پر منٹوں کے لئے منقسم ہوتا ہے) پھر اس کو تختہ سیاہ پر نمبر "۳" کے نیچے لکھے۔

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ وَالْعِشْرُوْنَ

كَمْ : کتنے، کتنی؟ + إِصْبَعٌ : انگلی + أَصَابِعُ : انگلیاں + فَمٌ : منہ + أَفْوَاهٌ جمع +

كَمْ فَمًا لَكَ ؟	لِيْ فَمٌ وَاحِدٌ -
كَمْ قَدَمًا لَكَ ؟	لِيْ قَدَمَانِ -
كَمْ عَدَدًا وَاحِدٌ وَ اِثْنَانِ ؟	وَاحِدٌ وَ اِثْنَانِ ثَلَاثَةٌ -
كَمْ عَدَدًا اِثْنَانِ وَ اِثْنَانِ ؟	اِثْنَانِ وَ اِثْنَانِ أَرْبَعَةٌ -
كَمْ إِصْبَعًا لَكَ فِيْ يَدٍ وَاحِدَةٍ ؟	لِيْ خَمْسُ أَصَابِعَ فِيْ يَدٍ وَاحِدَةٍ -

اَلدَّرْسُ السَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ

عَيْنَانِ : دو آنکھیں - عَيْنٌ : آنکھ + رَأْسَانِ : دو سر - رَأْسٌ : سر + يَدَانِ : دو ہاتھ + أَرْجُلٌ : پاؤں، ٹانگیں - رِجْلٌ : پاؤں، ٹانگ + أُذُنَانِ : دو کان + أَنْفَانِ : دو ناکیں - أَنْفٌ : ناک +

هَلْ لَكَ عَيْنَانِ ؟	نَعَمْ لِيْ عَيْنَانِ -
هَلْ لَكَ رَأْسَانِ ؟	لَا ، لِيْ رَأْسٌ وَاحِدٌ -
هَلْ لِيْ يَدَانِ ؟	نَعَمْ ، لَكَ يَدَانِ -
هَلْ لِيْ ثَلَاثُ أَرْجُلٍ ؟	لَا ، لَكَ رِجْلَانِ -
هَلْ لَهُ أُذُنَانِ ؟	نَعَمْ ، لَهُ أُذُنَانِ -

هَلْ لَهَا اَنْفَانِ ؟ لَا ، لَهَا اَنْفٌ وَاحِدٌ ۔

اَلدَّرْسُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُوْنَ

فِيْ : میں + عَلٰى : پر + بِقُرْبٍ مِنْ : کے پاس + تَحْتَ : نیچے + فَوْقَ : اوپر + اَلْاَرْضِيَّه : فرش +

اَيْنَ الْقَلَمُ ؟	اَلْقَلَمُ عَلَى الطَّاوِلَةِ ۔
اَيْنَ الْحِبْرُ ؟	اَلْحِبْرُ فِي الْمِحْبَرَةِ ۔
اَيْنَ الْاَوْلَادُ ؟	اَلْاَوْلَادُ فِي الْحُجْرَةِ ۔
اَيْنَ مُصْطَفٰى ؟	مُصْطَفٰى بِقُرْبٍ مِنَ الْبَابِ
اَيْنَ الْكُرْسِيُّ ؟	اَلْكُرْسِيُّ بِقُرْبٍ مِنَ السَّبُّوْرَةِ
اَيْنَ الْكِتَابُ ؟	اَلْكِتَابُ تَحْتَ الطَّاوِلَةِ ۔
اَيْنَ الْاَرْضِيَّةُ ؟	اَلْاَرْضِيَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِنَا
اَيْنَ السَّقْفُ ؟	اَلسَّقْفُ فَوْقَ رُءُوْسِنَا ۔

اَلدَّرْسُ التَّاسِعُ وَالْعِشْرُوْنَ

شُبَّاكٌ : دریچہ + مَكْتَبَةٌ : ڈسک + بِجَانِبِ : پاس + خَرِيْطَةٌ : نقشہ + حَائِطٌ : دیوار +

هَلِ الْمَكْتَبَةُ عَلَى الْاَرْضِيَّةِ ؟ نَعَمْ ، اَلْمَكْتَبَةُ عَلَى الْاَرْضِيَّةِ ۔

هَلْ ذَالِكَ الْوَلَدُ بِقُرْبٍ مِنَ الشُّبَّاكِ ؟ نَعَمْ : ذَالِكَ الْوَلَدُ بِالْقُرْبِ مِنَ الشُّبَّاكِ

هَلْ كُتُبُكَ فِيْ مَكْتَبَتِكَ ؟ نَعَمْ ، كُتُبِيْ فِيْ مَكْتَبَتِيْ ۔
هَلِ الْاَرْضِيَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِكُمْ ؟ نَعَمْ ، اَلْاَرْضِيَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِنَا ۔
هَلْ زَيْنَبُ بِجَانِبِ الْبَابِ ؟ لَا ، هِيَ بِجَانِبِ الْكُرْسِيِّ ۔
هَلِ الْاَرْضِيَّةُ فَوْقَ رُءُوْسِنَا ؟ لَا ، الْاَرْضِيَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِنَا ۔
هَلِ الْخَرِيْطَةُ عَلَى الْحَائِطِ ؟ نَعَمْ ، اَلْخَرِيْطَةُ عَلَى الْحَائِطِ ۔
هَلْ اَنْتَ عَلَى السَّقْفِ ؟ لَا ، اَنَا عَلَى الْاَرْضِيَّةِ ۔

اَلدَّرْسُ الثَّلٰثُوْنَ

اَخٌ : بھائی ۔ اِخْوَةٌ جمع + اُخْتٌ : بہن ۔ اُخْتَانِ : دو بہنیں + اَبٌ : باپ +
اَبِيْ : میرا باپ + اُمٌّ : ماں + صَدِيْقٌ : دوست ۔ اَصْدِقَاءُ جمع + عَمٌّ : چچا +
يَدٌ : ہاتھ ۔ يَدَانِ : دو ہاتھ + اِبْنٌ : بیٹا ۔ اَبْنَاءُ : بیٹے +

كَمْ اَخًا لَكَ ؟ لِيْ ثَلَاثَةُ اِخْوَةٍ ۔
كَمْ اَنْتُمْ اِخْوَةً ؟ نَحْنُ اَرْبَعَةُ اِخْوَةٍ ۔
كَمْ اُخْتًا لَهُ ؟ لَهُ اُخْتَانِ ۔
كَمْ وَلَدًا لِاَبِيْكَ ؟ لِاَبِيْ اَرْبَعَةُ اَبْنَاءٍ ۔
كَمْ عَمًّا لَكَ ؟ لِيْ عَمٌّ وَاحِدٌ ۔
هَلْ لَكَ اُمٌّ ؟ نَعَمْ ، لِيْ اُمٌّ ۔
كَمْ صَدِيْقًا لَكَ ؟ لِيْ اَرْبَعَةُ اَصْدِقَاءَ ۔
كَمْ يَدًا لِيْ ؟ لَكَ يَدَانِ ۔

اَلدَّرْسُ الْوَاحِدُ وَالثَّلَاثُوْنَ

قُمْ: اُٹھ (مذکر) + قُوْمِیْ: اُٹھ (مؤنث کے لئے) + اِذْهَبْ: جا (مذکر) + اِذْهَبِیْ: جا (مؤنث) + اِجْلِسْ۔ اِجْلِسِیْ: بیٹھ + تَقَدَّمْ: آ (مذکر) + تَقَدَّمِیْ: آ (مؤنث) + اَغْلِقْ۔ اَغْلِقِیْ: بند کر +

قُمْ	اَنَا اَقُوْمُ۔
قُوْمِیْ	اَنَا اَقُوْمُ۔
تَقَدَّمِیْ اِلَی الْكُرْسِیِّ	اَنَا اَتَقَدَّمُ اِلَی الْكُرْسِیِّ۔
مَاذَا تَفْعَلُ ؟	اَنَا اَتَقَدَّمُ اِلَی الْكُرْسِیِّ۔
مَاذَا تَفْعَلِیْنَ ؟	اَنَا اَتَقَدَّمُ اِلَی الْكُرْسِیِّ۔
مَاذَا یَفْعَلُ ؟	هُوَ یَتَقَدَّمُ اِلَی الْكُرْسِیِّ
مَاذَا تَفْعَلُ ؟	هِیَ تَتَقَدَّمُ اِلَی الْكُرْسِیِّ
اِذْهَبْ لِلْبَابِ	اَنَا اَذْهَبُ لِلْبَابِ۔
اِذْهَبِیْ اِلَی الْبَابِ	اَنَا اَذْهَبُ اِلَی الْبَابِ۔
مَا ذَا یَفْعَلُ ؟	هُوَ یَذْهَبُ اِلَی الْبَابِ۔
مَاذَا تَفْعَلُ ؟	هِیَ تَذْهَبُ لِلْبَابِ۔
اَغْلِقِ الْكِتَابَ	اَنَا اُغْلِقُ الْكِتَابَ۔
مَاذَا اَفْعَلُ ؟	اَنْتَ تُغْلِقُ الْكِتَابَ۔
مَاذَا اَفْعَلُ ؟	اَنْتِ تُغْلِقِیْنَ الْكِتَابَ۔

مَاذَا اَفْعَلُ الْآنَ ؟ | اَنْتَ تَفْتَحُ الْكِتَابَ ۔ / اَنْتِ تَفْتَحِيْنَ الْكِتَابَ ۔

اِجْلِسْ ۔ اِجْلِسِيْ | اَنَا اَجْلِسُ ۔

مَاذَا تَفْعَلُ ؟ / مَاذَا تَفْعَلِيْنَ ؟ | اَنَا اَجْلِسُ عَلَى الْمَقْعَدِ ۔

تشریح الفاظ :۔

يَتَقَدَّمُ : وہ آتا ہے ÷ تَتَقَدَّمُ : وہ آتی ہے ۔ تو آتا ہے ÷

يَذْهَبُ : وہ جاتا ہے ÷ تَذْهَبُ : وہ جاتی ہے ۔ تو جاتا ہے ÷

يَفْتَحُ : وہ کھولتا ہے ÷ تَفْتَحُ : وہ کھولتی ہے ۔ تو کھولتا ہے ÷

يَجْلِسُ : وہ بیٹھتا ہے ÷ تَجْلِسُ : وہ بیٹھتی ہے ۔ تو بیٹھتا ہے ÷

يُغْلِقُ : وہ بند کرتا ہے ÷ تُغْلِقُ : وہ بند کرتی ہے ۔ تو بند کرتا ہے ÷

يَفْعَلُ : وہ کرتا ہے ÷ تَفْعَلُ : وہ کرتی ہے ۔ تو کرتا ہے ÷

یہ فعل مضارع کے تین صیغوں کی چند مثالیں ہیں ۔ واحد مذکر غائب ، واحد مؤنث غائب ÷ واحد مذکر مخاطب ۔ پچھلے دونو صیغے تو ساجھی ہیں ۔ یعنی اس بناوٹ کا ایک ہی لفظ کسی ایک عورت کا جس کی بات ہو رہی ہے یا کسی ایک مرد کا جس سے بات ہو رہی ہے کام بتاتا ہے جو وہ اس وقت کرتا ہے (یا آئندہ کرے گا) جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہے کہ

تَفْعَلُ ، تَذْهَبُ ، تَقُوْمُ کی ساخت کے جتنے الفاظ ہیں یعنی ایسے الفاظ جن کے پہلے ت لگی ہے اور پچھلے حرف پر پیش آئی ہے وہ اس قسم کے معنی بھی دیتے ہیں کہ : وہ کرتی ہے ، وہ جاتی ہے ، وہ اُٹھتی ہے اور اس قسم کے بھی کہ : تو کرتا ہے ، تو جاتا ہے ، تو اُٹھتا ہے ۔

اور یَفْعَلُ، یَذْھَبُ، یَقُوْمُ کی ڈھال کے الفاظ جن کے پہلے ی لگی ہے اور پچھلے حرف پر پیش آئی ہے وہ صرف اس قسم کے معنے دیتے ہیں کہ: وہ کرتا ہے، وہ جاتا ہے، وہ اٹھتا ہے۔

ان دو صیغوں کا فرق پہچاننا تو کچھ مشکل ہی نہیں، بس اتنا سی فرق ہے کہ واحدِ غائب کے صیغے میں ی پہلے لگتی ہے اور واحدۂ غائبہ اور واحدِ مخاطب (یا حاضر) کے صیغے میں ت۔ اسی طرح تم مختلف صیغوں کے فرق آئندہ اسباق میں خود بخود پہچاننے کی کوشش کروگے تو ان معنوں کے فرق بھی واضح ہوتے جائینگے۔

اَلدَّرْسُ الثَّانِیْ وَالثَّلاثُوْنَ

تَمْسَحُ: تو پونچھتا ہے + تَمْسَحِیْنَ: تو صاف کرتی ہے + اَضَعُ: میں رکھتا یا رکھتی ہوں + یَضَعُ: وہ رکھتا ہے + تَضَعُ: وہ رکھتی ہے یا تو رکھتا ہے + ضَعْ: رکھ (مذکر کے لئے) + ضَعِیْ: تو رکھ (مؤنث کے لئے) +

مَاذَا تَفْعَلُ ؟	اَنَا اَقْرَأُ کِتَابِیْ ۔
مَاذَا تَفْعَلِیْنَ ؟	اَنَا اَقْرَأُ کِتَابِیْ ۔
مَاذَا یَفْعَلُ الْاَوْلَادُ ؟	اَلْاَوْلَادُ یَکْتُبُوْنَ فِیْ کُرَّاسَاتِھِمْ ۔
مَاذَا اَفْعَلُ ؟	اَنْتَ تَمْسَحُ السَّبُّوْرَةَ ۔
مَاذَا اَفْعَلُ ؟ (للمؤنث)	اَنْتِ تَمْسَحِیْنَ السَّبُّوْرَةَ ۔

حَسَنٌ یٰ! خُذْ بِیَدِكَ لَوْحَكَ الْحَجَرِیَّ؛ اَنَا اٰخُذُ لَوْحِیَ الْحَجَرِیَّ بِیَدِیْ ۔

مَاذَا یَفْعَلُ ؟	هُوَ یَأْخُذُ لَوْحَهُ الْحَجَرِیَّ بِیَدِهٖ

يَا لَيْلَى خُذِيْ لَوْحَكِ بِيَدِكِ	أَنَا آخُذُ لَوْحِيْ بِيَدِيْ ـ
مَاذَا تَفْعَلُ ؟	هِيَ تَأْخُذُ لَوْحَهَا بِيَدِهَا ـ
يَا حَمْدِي! ضَعْ لَوْحَكَ }	أَنَا أَضَعُ لَوْحِيْ ـ
يَا لَيْلَى! ضَعِي لَوْحَكِ }	
مَاذَا يَفْعَلُ ؟	هُوَ يَضَعُ لَوْحَهُ ـ
مَاذَا تَفْعَلُ ؟	هِيَ تَضَعُ لَوْحَهَا ـ

اَلدَّرْسُ الثَّالِثُ وَالثَّلَاثُوْنَ

أَرِ : دکھا (فعل امر صیغۂ واحد مخاطب از أَرٰى ـ يُرِيْ ـ إِرَاءَةً : دکھانا) نِ (للوقایہ) يْ : مجھکو + أَرِيْ : دکھا (فعل امر صیغۂ واحدۂ مخاطبہ) + رَأْس : سر + كَ : تیرا ـ اپنا (مذکر) + كِ : تیرا ـ اپنا (مؤنث) + عَيْنَانِ ـ عَيْنَيْنِ : دو آنکھیں + كَ ـ كِ کی طرف مضاف ہونے سے ن گر گیا + جَبْهَةٌ : ماتھا + مَسِّ : چھو (مذکر) + مَسِّيْ : چھو (مؤنث) + رَقَبَةٌ : گردن + مَنْكِبٌ : کاندھا + ذَقَنٌ : ٹھوڑی + شَفَةٌ : لب + شَفَتَانِ : دو لب + سِنٌّ : دانت + أَسْنَانٌ : دانت (جمع) +

أَرِنِيْ رَأْسَكَ	هٰذَا رَأْسِيْ
أَرِيْنِيْ رَأْسَكِ	هٰذَا رَأْسِيْ
أَرِنِيْ عَيْنَيْكَ	هَاتَانِ عَيْنَايَ
أَرِيْنِيْ عَيْنَيْكِ	هَاتَانِ عَيْنَايَ

أَرِنِي جَبْهَتَهُ ؟ هٰذِهٖ جَبْهَتُهُ ۔

أَرِينِي جَبْهَتَهَا ؟ هٰذِهٖ جَبْهَتُهَا ۔

مَسِّ حَلْقَكَ ؟ أَنَا أَمَسُّ حَلْقِي ۔

مَسِّي حَلْقَكِ ؟ أَنَا أَمَسُّ حَلْقِي ۔

مَسَّ رَقَبَتَهُ ؟ أَمَسُّ رَقَبَتَهُ ۔

مَسِّي رَقَبَتَهَا ؟ أَمَسُّ رَقَبَتَهَا ۔

اِمْسَسَا مَنْكِبِي ؟ نَحْنُ نَمَسُّ مَنْكِبَكَ ۔

اِمْسَسَا مَنْكِبَ زَيْنَبَ ؟ نَحْنُ نَمَسُّ مَنْكِبَهَا ۔

أَيْنَ ذَقَنُكِ ؟ هٰذَا ذَقَنِي ۔

أَيْنَ شَفَتَاكَ ؟ هَاتَانِ شَفَتَايَ ۔

أَيْنَ أَسْنَانُكُمْ ؟ هٰذِهٖ أَسْنَانُنَا ۔

أَيْنَ أَسْنَانُكُنَّ ؟ هٰذِهٖ أَسْنَانُنَا ۔

أَيْنَ أَسْنَانُكُمَا ؟ هٰذِهٖ أَسْنَانُنَا ۔

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ

مَاذَا : کیا + عَلٰى : پر + حِيطَانٌ : دیواروں + حَائِطٌ : دیو
تَرٰى : تو دیکھتا ہے + تَرَيْنَ : تو دیکھتی ہے + أَرٰى : میں دیکھتا یا دیکھتی ہ
خَرَائِط : نقشے ۔ خَرِيطَةٌ : نقشہ + صُوَر : تصویریں + أَوْلَاد : لڑ
مَكَاتِب : ڈیسک + مَقَاعِد : بنچیں + حُجْرَةٌ : کمرہ + فِي : میں +
طَرِيقٌ : سڑک + عَرَبَات : گاڑیاں + كَارَات : Carts + طَيُّورٌ

اَوْرَاقٌ جمع وَرَق : پتے + كَلْبٌ : کتا + مِطْوَاةٌ : چاقو + مِفْتَاحٌ : چابی + كِيْسَةٌ : Bag + نَعْلَيْن : جوتے +

مَاذَا تَرٰى عَلَى الحِيْطَانِ ؟ مَاذَا تَرَيْنَ عَلَى الحِيْطَانِ ؟	اَنَا اَرٰى الخَرَائِطَ وَ الصُّوَرَ عَلَى الحِيْطَانِ ۔
مَاذَا تَرَيْنَ فِي الحُجْرَةِ ؟	اَرٰى الاَوْلَادَ وَ المَكَاتِبَ وَ المَقَاعِدَ فِي الحُجْرَةِ ۔
مَاذَا تَرٰى فِي الطَّرِيْقِ ؟	اَنَا اَرٰى الرِّجَالَ وَ العَرَبَاتِ وَ الكَارَاتِ فِي الطَّرِيْقِ ۔
مَاذَا تَرٰى عَلَى الشَّجَرَةِ ؟	اَرٰى الطُّيُوْرَ وَ الاَوْرَاقَ عَلَى الشَّجَرَةِ ۔
مَاذَا تَرٰى فِي الصُّوْرَةِ ؟	اَرٰى كَلْبًا وَ وَلَدًا فِي الصُّوْرَةِ ۔
مَاذَا عَلٰى رَأْسِكَ ؟	عَلٰى رَأْسِيْ عِمَامَةٌ ۔
مَاذَا فِي يَدِي ؟	فِيْ يَدِكَ مِطْوَاةٌ ۔
مَاذَا فِي جَيْبِكَ ؟	فِيْ جَيْبِي مِفْتَاحٌ وَ قَلَمٌ ۔
مَاذَا فِي كِيْسَتِكَ ؟	فِي كِيْسَتِي كُتُبٌ ۔
مَا اَنْتِ لَابِسَةٌ فِيْ رِجْلَيْكِ ؟	اَنَا لَابِسَةٌ نَعْلَيْنِ فِيْ رِجْلَيَّ ۔

اَلدَّرْسُ الْخَامِسُ وَالثَّلَاثُوْن

مَا: کیا ہے؟ + اِسْم: نام + كَ (مذکر) ـ كِ (مؤنث): تیرا + اِسْمِی: میرا نام + اِسْمُهٗ: اس کا نام + اِسْمُهَا: اس (مؤنث) کا نام + اِسْمُكِ: تیرا (مؤنث کا) نام + اَبٌ: باپ + عَمٌّ: چچا + اَخٌ: بھائی + فَلَّاح: کسان + صَاحِبُ الدُّكَّان: دُکاندار +

مَا اسْمُكَ؟
اِسْمِی نُوْر مُحَمَّدٌ ـ

مَا اسْمُكِ؟
اِسْمِی رَشِیْدَة ـ

مَا اسْمُ اَبِیْكِ؟
اِسْمُهٗ حَیْدَر ـ

مَا اسْمُ اُمِّكِ؟
اِسْمُهَا فَاطِمَةُ ـ

مَا اسْمُ مَدْرَسَتِكُنَّ؟
اِسْمُ مَدْرَسَتِنَا مَدْرَسَةُ الْبَنَاتِ

مَا اسْمِی؟
اِسْمُكِ خَوْلَةُ ـ

مَا اسْمُهٗ؟
اِسْمُهٗ عَاصِمٌ ـ

مَنْ هُوَ اَبُوْكِ؟
اَبِی مُحَامٍ ـ اَبِی مُعَلِّمٌ ـ اَبِی كَاتِبٌ ـ اَبِی طَبِیْبٌ (دُكْتُوْر)

مَا شُغْلُ عَمِّكَ؟
عَمِّی صَاحِبُ الدُّكَّانِ ـ

مَا شُغْلُ اَخِیْكِ؟
اَخِی فَلَّاحٌ ـ

حاشیہ مختصر ابن ابی حمرہ

(۴)

(۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:
ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ: اَنْ یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا، وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی، وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ +

(ترجمہ) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تین خصلتیں ہیں، جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت (شیرینی) پائے گا (ایک یہ) کہ خدا اور رسول خدا اسکو ماسوائے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ جس آدمی سے محبت کرے اللہ ہی کے لئے محبت کرے۔ سوم یہ کہ پھر کفر کی طرف آنا بعد اس کے کہ اللہ نے اسے نکالا اس کو ایسا مکروہ ہو جیسے آگ میں ڈالے جانا۔

تشریح کلمات:-

اَنَسٌ: (بڑا گروہ۔ دوست۔ پیارا) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے۔ باپ کا نام مالک۔ انھوں نے دس برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ اس اثنار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی کام پر باز پرس نہیں فرمائی۔ نہ تو کسی کام کے کرنے پر کبھی یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام

کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں نہیں کیا۔ اُن کی ماں نے ایک دفعہ آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے خادم کے حق میں مال و اولاد کی کثرت اور عمر درازی کی دعا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ فِیْهِ وَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ: اے اللہ اس کا مال و اولاد زیادہ کر، اور اس میں برکت دے، اور اس کی عمر دراز کر، اور اس کے گناہ بخش دے! اللہ نے ان کی دعا پوری کر دی۔ حضرت انس نے ننانویں سال کی عمر پائی اور ان کا نخلستان سال میں دو بار پھلتا۔ اور ان کا ایک باغ تھا۔ جس سے ریحان کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ اور اس کی خوشبو ایسی تھی جیسے کستوری کی۔ اور ان کی صرف نرینہ اولاد کی تعداد سنو تھی۔ حضرت انس کہا کرتے کہ آنحضرت کی دعا میں سے تین چیزیں تو مل گئی ہیں۔ چوتھی کا (یعنی مغفرت کا) امیدوار ہوں۔

ثَلَاثٌ: (تین ہیں) مبتدا۔ اور اس کا مبتدا لانا اس لئے جائز ہوا کہ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے اَیْ خِصَالٌ ثَلَاثٌ اور جملہ مَنْ کُنَّ فِیْهِ اس مبتدا کی خبر ہے یا ثَلَاثٌ کا بدل ہے۔

مَنْ کُنَّ فِیْهِ (اَیْ حَصَلْنَ وَ وُجِدْنَ فِیْهِ) یعنی جس شخص میں حاصل یا موجود ہوں) کَانَ اس میں تَامَّہ ہے۔ ان خصلتوں کے کسی میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس پر غالب ہوں۔ ان کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ کہ یہ اعمالِ قلب ہیں جن کو ریا یعنی دکھاوا عارض نہیں ہوتا۔

حَلَاوَةَ (شیرینی۔ مٹھاس) اور حَلَاوَةَ الْاِیْمَان استعارہ بالکنایہ ہے ایمان کو لذیذ شیریں چیز سے تشبیہ دی گئی۔ مطلب یہ کہ تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو انسان ان سے متصف ہو جائے اس کے دل میں طاعات کی رغبت اور لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان میں کیسی ہی مشقت ہو۔ مثلاً گرمی کی شدت میں روزے رکھنا اور حج کرنا۔ اور اللہ کی

میں جہاد کرنا۔ چنانچہ عقبہؓ کا قول ہے کہ میں بیس برس تک مشقت سے نماز پڑھتا رہا۔ اب باقی عمر اُس سے لذت اندوز ہو رہا ہوں۔ اور حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے:

اَهْلُ اللَّيْلِ فِي لَيْلِهِمْ اَلَذُّ مِنْ اَهْلِ اللَّهْوِ فِيْ لَهْوِهِمْ شب زندہ دار اپنی رات (کی عبادت) میں اس سے زیادہ لذتگیر ہوتے ہیں۔ جتنے کہ کھیل تماشے والے اپنے کھیل تماشے سے۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اِنَّا لَفِي لَذَّةٍ لَوْ عَلِمَهَا الْمُلُوْكُ لَجَالَدُوْنَا عَلَيْهَا بِالسُّيُوْفِ: ہم لوگ ایسی لذت میں ہیں کہ اگر بادشاہ اس کی خبر پاتے تو حسد کے مارے تلواریں لے کر ہم پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اَحَبَّ اِلَيْهِ: منصوب ہے کیونکہ یَكُوْنَ کی خبر ہے۔

حُبّ سے مراد یہاں حُبِّ عقلی ہے۔ اور وہ اس چیز کو ترجیح دینا ہے۔ جس کا رجحان عقلِ سلیم چاہتی ہو۔ اگرچہ وہ چیز خواہش نفس کے مخالف ہو۔ مثلاً بیمار آدمی طبعاً دوا سے نفرت کرتا ہے۔ اور اپنی عقل کے مقتضار سے اس کو تناول کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس میں اپنی بہتری دیکھتا ہے اور جب انسان اس میں تامل کرتا ہے۔ کہ شارع علیہ السلام اسی کام کا حکم دیتا اور اسی بات سے مناہی فرماتا ہے۔ جس میں اس کی اس جہان کی بھلائی یا اُس جہان کی رہائی ہو، اور عقل سلیم بھی اسی جانب کو ترجیح دیتی ہے۔ تو وہ اس کے احکام پر عمل پیرا رہنے کی مشق کرتا ہے۔ یہانتک کہ اس کے نفس کی خواہش شارع کے احکام کی پیرو ہو جاتی ہے اور اُس سے اس کو عقلی لذت حاصل ہونے لگتی ہے اس لئے کہ لذتِ عقلی کمال اور خیر کے ادراک کا نام ہے۔ بایں حیثیت کہ وہ خیر و کمال ہیں۔ اور اللہ کی محبت دو قسم کی ہے۔ ایک فرض دوسری ندب۔ فرض محبت وہ ہے جو اللہ کے احکام بجا لانے، اس کے گناہوں سے باز اور اس کی تقدیر پر خوش رہنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اور ندب وہ ہے کہ نوافل پر پائندار اور شبہات میں پڑنے سے پرہیزگار رہے۔ اس محبت کے پابند شاذ و نادر ہی اللہ کے بندے ہیں۔ اسی طرح رسول کی محبت بھی دو قسموں پر ہے۔ اور اس پر یہ مزید کیا جاسکتا ہے

کہ مامورات و منہیات میں سے جو کچھ مشکوٰۃ نبوت سے حاصل کرے۔ اسی کی طریقت پر چلے اور اسی کی شریعت پر کاربند رہے یہاں تک کہ اپنے دل میں اس سے جو رسول کا فیصلہ ہو کوئی تنگی محسوس نہ کرے اور جود و ایثار اور حلم و تواضع وغیرہ اخلاقِ محمدیہ سے متخلق ہو۔ پس جو شخص اس امر پر اپنے نفس سے مجاہدہ کرے۔ وہ حلاوتِ ایمان سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ مومنوں کے مراتب اسی کے مطابق کم و بیش ہوتے ہیں۔

اَحَبَّ کو مثنے اس لئے نہیں لائے کہ افعل التفضیل کا جوڑ مَنۡ کے ساتھ ہے۔ اور اِلَیۡہِ ضمیر مَنۡ پر عائد ہے۔

مِمَّا سِوَاھُمَا: (ان دونوں کے ماسوا سے) متعلق ہے اَحَبَّ کے۔ اور یہ تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ جن میں اس کی جان، اس کا مال، اس کے ماں باپ اور بال بچے سب شامل ہیں۔ اور سِوَاھُمَا کی ضمیر اَللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ پر عائد ہے۔

وَاَنۡ یُّحِبَّ الۡمَرۡءَ: (اور یہ کہ محبت کرے آدمی سے) یہ اور اس کا مابعد عطفِ خاص ہے عام پر۔ کہ من جملہ فرمانبرداری کے یہ بھی ہے کہ تم اپنے غیر سے اللہ تعالےٰ ہی کے لئے محبت کرو۔ اور کفر کی طرف لوٹنا تمہیں ناپسند ہو۔ اور یا یہ عطفِ لازم ہے ملزوم پر۔ اور

اَلۡمَرۡءَ، یُحِبَّ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور فاعل اس کی ضمیر ہے جو مَنۡ پر عائد ہوتی ہے اور مَرۡء یعنی مرد کو خاص طور پر اس کے شرف کے باعث ذکر کیا ہے۔ ورنہ عورت مرد دونو برابر ہیں اور مومن و کافر میں بھی کوئی فرق نہیں بجز اس کے کہ کافر کی محبت اس حیثیت سے ہوگی کہ وہ اللہ کا مخلوق ہے۔ نہ اس حیثیت سے وہ کفر سے متصف ہے، اس لئے کافر کی طرف دل کا میلان اس حیثیت سے کہ ا کافر ہے حرام ہے۔

لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ: (نہ محبت کرے اس سے مگر اللہ کے لئے) جملہ حا

یعنی اس سے اس لئے محبت نہ کرے کہ اس نے اسے کوئی دنیا کی شے دی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بھی اللہ کا ایک بندہ ہے جو عبودیت میں اسکے ساتھ شریک ہے۔ یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا ہے: حَقِیْقَۃُ الحُبِّ فِی اللہِ اَنْ لَّا یَزِیْدَ بِالبِرِّ وَلَا یَنْقُصَ بِالجَفَاءِ: محبت فی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ نہ تو وہ احسان سے زیادہ ہو اور نہ جفا سے کم ہو سکے۔ نووی کہتے ہیں: اصل محبت اس چیز کی طرف میلان ہے جو محبوب کے موافق ہو۔ پھر میلان کبھی تو اس شے کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنے حواس کے ذریعہ لذت پاتا ہے۔ جیسے حسن صورت۔ یا اس چیز کی طرف جس سے اپنی عقل کے ذریعے محظوظ ہوتا ہے جیسے فضل و کمال کی محبت اور کبھی کسی کے احسان کرنے یا مضرت دور کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ محبت تو ایک طبعی چیز ہے۔ اختیار کے تحت کیسے داخل ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ حدیث میں حب طبعی مراد نہیں بلکہ ایسے اختیار کی محبت جسکا لگاؤ اسباب ایمان کے ساتھ ہو۔

وَاَنْ یَکْرَہَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الکُفْرِ: (اور یہ کہ وہ ناپسند کرے لوٹنا کفر میں) فِیْ بمعنیٰ اِلٰی ہے۔

کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ: (جیسے ناپسند کرتا ہے اپنے آگ میں ڈالے جانے کو) کفر میں لوٹنے کی کراہت کو آگ میں ڈالے جانے کی کراہت سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ آگ میں ڈالے جانے کی کراہت نفس پر سب کراہتوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۳)

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللہِ شَیْئًا، وَلَا تَسْرِقُوْا،

وَلَا تَزْنُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ، فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ، وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَا عَاقَبَهٗ، فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذَالِكَ -

(ترجمہ) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ نے فرمایا: بیعت کرو مجھ سے اس پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے اور چو نہ کروگے، اور زنا نہ کروگے۔ اور اپنی اولاد کو نہ مار وگے اور بہتان نہ باندھوگے کو اٹھاؤ اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے بیچ سے اور اچھی بات میں نافرمانی نہ کر پھر جو کوئی تم میں سے اقرار پورا کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو کوئی ان میں کوئی بات کر بیٹھے اور اس کی سزا اسے دنیا میں مل جائے تو یہ اس کے لئے کفا اور جو کوئی ان میں سے کوئی کام کر بیٹھے۔ پھر اللہ تعالےٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے معاف کردے اور اگر چاہے تو سزا دیدے۔ نے اس اقرار پر آپ سے بیعت کرلی۔

تشریح: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ (صامت کے بیٹے عبادہ سے رو ہے)۔ عبادہ بضم عین، انصاری تھے۔ خزرج کے قبیلے سے ان سے ایک سو اکاسی ۱۸۱ مروی ہیں۔ جن میں سے بخاری نے آٹھ یا نو ذکر کی ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جو فلسطین

قاضی مقرر ہوئے۔ دراز قامت، خوبصورت، اور نیکوکار صحابی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ملک شام میں قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا۔ پہلے حمص میں رہے۔ پھر فلسطین کو تشریف لے گئے۔ جنگ بدر میں موجود تھے۔ اور بمقام منیٰ لیلتہ العقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ فلسطین میں (بقول بعض رملہ میں) بعہد حضرت معاویہ بعمر ۲۷ سال سنہ چونتیس ہجری میں مقتول ہو کر وفات پائی اور بیت المقدس میں مدفون ہوئے۔

بَايِعُوْنِي : عَاهِدُوْنِيْ وَاسْتَبْدِلُوْا مِنِّيْ۔ مجھ سے بیعت کرو، معاہدہ کرو، مجھ سے لین دین کرو۔ مومن فروخت کرنے والے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گاہک ہیں۔ اور در حقیقت تو اللہ ہی گاہک ہے، کیونکہ وہی قیمت چکانے والا اور دام دینے والا ہے۔ اور قیمتی مال اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا الخ ہے اور قیمت اجر و ثواب ہے

عَلٰى اَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ : یعنی اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ بلکہ صرف اسی کے لئے عبادت کرو۔ یعنی ایسی عبادت جو ریا و نمود وغیرہ سے خالی ہو۔

وَلَا تَسْرِقُوْا : اور نہ چوری کرو یعنی کسی معصوم کا مال، براہ ظلم، پوشیدہ طور پر اس کی حفاظت سے نہ لو۔ قَالَ فِي الْمِصْبَاحِ : سَرَقَهٗ مَالًا۔ اس نے اس کا مال چرایا۔ يَسْرِقُ : وہ چراتا ہے از باب ضَرَبَ، يَضْرِبُ۔ وَسَرَقَ مِنْهُ مَالًا مصدر سَرَقٌ اور اسم سَرِقٌ و سَرِقَةٌ اور سَرِقَةٌ جو مصدر ہے مَسْرُوْق کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَلَا تَزْنُوْا : اور زنا نہ کرو۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ : اور اپنے بچوں کو قتل نہ کرو، خصوصاً لڑکیوں کو، جیسا کہ اہل جاہلیت قحط اور بھوک کے وقت کیا کرتے تھے اور قتل کو اولاد کے ساتھ اسلئے مخصوص کیا کہ اس میں قتل کے ساتھ قطیعہ رحم بھی شامل ہے۔ تو اسکی مناہی بھی سخت ہی ہونی چاہیئے۔ یا اس لئے کہ قتل اولاد ان میں شائع تھا۔ اور وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا

اور لڑکوں کو مفلسی کے ڈر سے مار ڈالتا تھا۔ یا مخصوص طور پر ان کا ذکر اس لئے لایا گیا کہ وہ بیچارے مدافعت کرنے سے عاجز ہیں۔

وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ: اور بہتان نہ باندھو۔ بہتان اس جھوٹ کو کہتے ہیں جو چکرا دے اور فضیحت میں ڈال دے۔ جیسے کسی پر زنا وغیرہ کی تہمت لگانا اور بہتان مطلق کذب سے خاص تر ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ فضیحت کا ہونا ضروری ہے، برخلاف کذب کے، کہ وہ اس سے زیادہ عام ہے کہ اس کے ساتھ فضیحت ہو یا نہو۔

تَفْتَرُوْنَهٗ: اَیْ تَخْتَلِقُوْنَهٗ، وَتَتَقَوَّلُوْنَهٗ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ وَهُوَ لَا اَصْلَ لَهٗ: یعنی جس کو تم اپنے دل سے گھڑ بنا لیتے ہو۔ اور اصل اس کی کچھ نہیں ہوتی۔

بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ: اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے

سوال۔ اگر تم یہ کہو کہ ہاتھوں اور پاؤں کو تو بہتان میں دخل نہیں ہوتا کیونکہ بہتان تو وہ ہوتا ہے جسے دل تراشتا ہے اور زبان ظاہر کرتی ہے؟

جواب۔ اس کا یہ دیا گیا ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں سے ذات مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر افعال انھی سے وقوع میں آتے ہیں۔ اس لئے کہ عموماً کاروبار کی انجام دہی انھی دو کارکنوں پر منحصر ہوتی ہے۔ اسی لئے زبان عربی میں صناع کو ایادی کہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی کسی قولی قصور پر یہ کہہ کر ڈانٹ بتائی جاتی ہے کہ هٰذَا مِمَّا اكْتَسَبَ يَدَاكَ۔ یا اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ لوگوں پر رُو در رُو بہتان نہ باندھو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: قُلْتُ كَذَا بَيْنَ يَدَيْ فُلَانٍ میں نے فلاں شخص کے سامنے ایسا کہا۔ یہ خطابی کا قول ہے۔ اور اَرْجُل کا ذکر ہونے کی وجہ سے یہ محل نظر ہے۔ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مراد تو ایدی ہی ہیں اَرْجُل کا ذکر محض تائید کے لئے ہے۔ ماحصل مطلب یہ کہ اَرْجُل کا ذکر گو مقتضی نہو تو مانع بھی نہیں ہے۔ اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مَا بَيْنَ الْاَيْدِيْ وَالْاَرْجُلِ سے مراد

قلب ہے کیونکہ وہ دست و پا کے درمیان ہے۔ یعنی کسی شخص کو ایسے جھوٹ کا نشانہ نہ بناؤ جسے تم اپنے دلوں میں گھڑتے ہو۔ پھر اپنی زبان سے اس کا اظہار کرتے ہو۔ مولف کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ کا مطلب فی الحال ہو اور اَرْجُلِکُمْ کا فی المستقبل۔

وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ اور کسی معروف میں نافرمانی نہ کرو۔ اور معروف وہ ہے جس کی خوبی امراً یا نہیاً عقل و شرع سے جانی جائے۔ معروف کی قید اس امر پر متنبہ کرنے کے لئے آئی ہے کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔

فَمَنْ وَفٰی: (پھر جس نے پورا کیا) یعنی جو شخص عہد پر قائم رہے اور جس امر پر بیعت کی ہے۔ اس کی فرمانبرداری کرتا رہے اور اسی پر مرے۔

فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ (تو اس کا اجر اللہ پر ہے)۔

اَلْاَوَانِی الْمَنْزِلِیَّۃِ

گھر کے برتن

تَلْمِیْعُ الصُّوَرِ الْفُوْتُوْغَرَافِیَّۃِ الْقَدِیْمَۃِ	فوٹوگراف کی پرانی تصویروں کو چمکانا
خُذْ قِطْعَۃً مِنْ وَرَقِ النَّشَّافِ وَ بَلِّلْهَا بِمَذْوبٍ مِنْ مَاءٍ صَافٍ وکلورود الزِّیْبَقِ وَ اَفْرِدْهَا فَوْقَ الصُّوْرَۃِ فَتَعُوْدُ اِلَیْهَا طَبِیْعَتُهَا وَ اَلْوَانُهَا الْمَفْقُوْدَۃُ	ایک ٹکڑا سیاہی چوس کا لو اور اسے صاف پانی اور مرکری کلورائڈ میں تر کر لو اور تصویر پر ملو، وہ اپنی اصلی حالت اور رنگت پر آجائے گی
قِطْعَۃٌ مِنَ الْکَافُوْرِ مَعَ اٰنَاءِ الْفِضَّۃِ الْمَخْبُوْءِ تَمْنَعُهُ مِنَ الْاِسوداد۔	چاندی کے چھپا کر رکھے ہوئے برتن کے ساتھ کافور کی ڈلی رکھنا اس کو سیاہ ہونے نہیں دیتا

تجدید قبضات السجوف

قَبْضَاتِ السُّجُوْفِ النُّحَاسِیَّۃِ اِذَا اضْمَحَلَّ لَوْنُهَا اَمْکَنَ تَجْدِیْدُهَا بِمَسْحِهَا بِعَجِیْنٍ مَصْنُوْعٍ مِنَ التَّرَبَنْتِیْن وَمسحوق حجر الخَفَّان۔	پردوں کے تانبے کے کڑوں کا رنگ جب ماند پڑ جائے تو تارپین میں گندھے ہوئے جھانواں پتھر کے سفوف (سائیدہ) سے مل کر انھیں تازہ کیا جا سکتا ہے۔

اٰلَۃُ الْفَرْمِ

لَعَلَّ سلق اللحم دفيه مين	قیمہ کرنے کی مشین میں گوشت وغیرہ وغیرہ

الاشیاءِ المدهنة فِی اٰلَةِ الفَرمِ اجْعَلْ قَلِیْلاً مِنَ الخُبْزِ القَاشِفِ فِی الاٰلَةِ وَ اهْرِسْهُ فَیُنَظِّفُهَا۔

اشیار کو چُورا کرنے کے بعد تھوڑی خشک روٹی آلہ میں ڈال کر اس کو چُور کرو۔ یہ اسکو صاف کر دیگی۔

تَنْظِیْفُ النُّحَاسِ الاَحْمَر

تانبے کو صاف کرنا

اَحْسَنُ طَرِیقَةٍ لِتَنْظِیْفِ النُّحَاسِ الاَحْمَرِ اَوِ الاَصْفَرِ هِیَ فَرْكُهُ بِاللَّیمُونِ الحَامِضِ ثُمَّ سَكْبِ المَاءِ الغَالِی ثُمَّ صَقلُهُ بِخرقَةٍ نَظِیْفَةٍ۔

تانبے یا پیتل کے صاف کرنے کا بہتر طریقہ ہے۔ اس کو کھٹے نیبو سے ملنا پھر ابلتا پانی ڈالنا۔ پھر پاک و صاف دھجی سے اس کو جِلا دینا۔

الصِّینی

چینی کے برتن

لِاِزَالَةِ دُبُوغِ الشَّای وَغَیْرِهَا مِنَ الاَوَانِی الصِّیْنِیَّةِ دَعْهَا تَغْلِی عَشَرَ دَقَائِقَ فِی مَاءٍ مُضَافٍ اِلَیهِ قَلِیْلٌ مِنَ الصُّودَا۔

چینی کے برتنوں سے چائے وغیرہ کے داغ دور کرنے کے لئے انھیں دس منٹ تک پانی میں جس میں تھوڑا سا سوڈا ملایا ہوا ہو ابلنے دیجئے۔

الصِّینِیة المَدْهُونة لَا یَجِبُ اَنْ یُوضَعَ فِیهَا مَاءٌ بَارِدٌ وَ هِیَ سَخِنَةٌ لِاَنَّ ذٰلِكَ یَدَعَ الدهانَ لِاَنْ یَتَشَقَّقَ۔

روغن دار چینی میں جبکہ وہ گرم ہو ٹھنڈا پانی نہ ڈالنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے روغن پھٹ جائے گا۔

مِنْ خواص الشَّمع انه بعْد

موم بتی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اسے

حِفْظِهٖ مُدَّةً يَزْدَادُ نُوْرُهٗ تَأَلُّقًا وَ تَطُوْلُ مُدَّةُ اِشْتِعَالِهٖ ۔

ایک مدت تک محفوظ رکھنے کے بعد اسکی روشنی کی تاب بڑھ جاتی ہے اور اسکے جلتے رہنے کی مدت دراز ہو جاتی ہے

اِبْرِيْقُ الشَّايِ الْفِضِّيُّ

بَعْدَ غَسْلِهٖ اِمْسَحْهُ جَيِّدًا ثُمَّ ضَعْ قِطْعَةَ سُكَّرٍ تَمْنَعُ مِنْ رَائِحَتِهِ التَّعَفُّنَ

چاندی کی چائے دانی

اس کو دھونے کے بعد اچھی طرح پونچھ لو پھر مصری کا ٹکڑا اس میں رکھ دو۔ اسکی بو میں اندر بہتے دیکھا

التذهيب

اَلَّذِىْ اَصَابَتْهُ الْبُقَعُ يُسْتَحْسَنُ مَسْحُهٗ بِلُطْفٍ بِاِسْفَنْجَةٍ مَبْلُوْلَةٍ بِالتَّرْبِنْتِيْنِ ۔

سنہری ملمع

جس پر دھبے پڑ گئے ہوں اس کو تارپین کے بھیگے ہوئے اسفنج سے نرم نرم ملنا بہتر ہے۔

اَلْاَوَانِى الْمَنْقُوْشَةُ

لَا فَائِدَةَ مِنْ تَلْمِيْعِ الْاَوَانِى الْمَنْقُوْشَةِ بِخِرْقَةٍ بَلْ يَجِبُ اِسْتِعْمَالُ فُرْشَاةٍ مُتَوَسِّطَةِ الْقَسَاوَةِ

نقش دار برتن

نقش دار برتنوں کو دھجی سے چمکانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ متوسط درجہ کا سخت برش استعمال کرنا چاہیئے۔

سَنُّ السَّكَاكِيْنِ

قَبْلَ سَنِّ السَّكَاكِيْنِ اَحْمِيْهَا قَلِيْلًا فِى الْمَاءِ الْغَالِى وَهٰكَذَا قَبْلَ الْقَصِّ وَ التَّقْطِيْعِ تَصِيْرُ اَمْضٰى

چاقو تیز کرنا

چھریوں کو تیز کرنے سے پہلے تھوڑی دیر ابلتے پانی میں گرم کر لو اور اسی طرح کترنے اور کاٹنے سے پہلے، تیز تر ہو جائیں گی۔

لَمَعَانُ الْاٰنِيَةِ

لِاَجْلِ اِعَادَةِ اللَّمَعَانِ اِلَى الْاٰنِيَةِ الْمُذَهَّبَةِ اِغْسِلْهَا بِمَاءٍ مَسْلُوْقٍ فِيْهِ بَصَلٌ ۔

سنہری برتنوں کی آب و تاب

سنہری برتنوں کو دوبارہ چمکدار بنانے کیلئے ان کو پانی سے جس میں لہسن ابالا گیا ہو دھونا چاہیئے۔

[illegible]

الدرس الثانی

سُورَۃُ البَقَرَۃ

از جناب داعی الی الحق

ابتدائی امور یہ قرآن عزیز کی دوسری سُورۃ ہے۔ یہ سُورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اسلئے مدنی ہے۔ اس میں دو سَو چھیاسی (۲۸۶) آیات، چھ ہزار اکیس (۶۰۲۱) کلمات پانچ سو پچیس (۵۲۵) ہزار حروف اور چالیس (۴۰) رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ "بقر" اور "بقرۃ" کا گائے، بیل، مذکر، مؤنث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے بقرۃ میں (ۃ) تانیث کے لئے نہیں۔ بلکہ جنس کے لئے ہے (جیسے تمر اور تمرۃ ـــ کھجور)۔ یہود میں گائے کی پرستش قیام مصر کی وجہ سے رواج پذیر ہو چکی تھی۔ اس سورۃ میں گائے کے ذبح کرنے کا تذکرہ اہم ترین مضامین کا ایک اہم جزو ہے۔ اس لئے سورۃ کا نام "البقرۃ" رکھا گیا ــــــ

نزول ۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن جون ۶۲۲ء کے آخری ایام میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور مدینہ سے تین میل بیرونی آبادی (جو قبا کہلاتی تھی) میں فروکش ہوئے۔ اس سورۃ کے ذریعہ مدنی زندگی کی ابتداء میں مکی زندگی کے مصائب و آلام کے بعد اللہ تعالٰے نے حیات انگیز پیغام دیا۔ سورۃ فاتحہ میں جہل و ضلالت کے کوڑھیوں کے لئے اگر سامانِ شفاء موجود تھا۔ تو سورۃ البقر میں حیاتِ جاودانی اور نشاۃِ روحانی کے لئے تمام اصول واضح کر دئے گئے ہیں ــــــ

ربط قرآن کی مہتم بالشان سات آیاتِ دعائیہ جس طلب کا عنوان تھیں۔ اُنکی اجابت کی نوید سنا دی گئی۔ اور اِھدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم کے جادہ پیما کو ذَالِكَ الكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۚ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی شاہراہِ حق نما دکھا دی

اگر سورۃ فاتحہ بطور دیباچہ (Preface) تمام قرآنِ عزیز کا نچوڑ تھا۔ تو سورۃ بقر کی ابتدائی آیات میں اس کتاب حق کی غرض و غایت کو واضح کر دیا ہے۔

دو جماعتیں فکر و عمل کے ہر گوشہ میں دو جماعتوں کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ ایک وہ جماعت جو مستعد اور صالح ہوتی ہے۔ نیک راہ پر چلنا اور حق پرستی کو زندگی کا مقصد سمجھنا اس کی خصوصیت ہے اس جماعت کے نقش کو "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری جماعت وہ ہوتی ہے۔ جو انکار و جحود میں سرگرم عمل رہتی ہے۔ اس کے افراد مخالفت میں پوری بیباکی سے کام لیتے ہیں۔ یہاں پھر دو راہیں ہیں۔ یا تو قانونِ حق (جو اعتدال اور حسنِ عمل کا معیار ہے) میں نا فرض شناسی کرتے ہوئے کمی کی جائے یا روح قانون سے غافل ہو کر اس میں خود ساختہ زیادتی کو داخل کر لیا جائے۔ پہلی راہ راہِ غضب ہے اور دوسری راہ راہِ ضلالت۔

تین حالتیں سورۃ فاتحہ میں شاہراہ حق کو صراطِ مستقیم اور تفریط و افراط کی راہوں کو راہِ غضب اور راہِ ضلالت کے ناموں سے روشناس کرایا تھا۔ یہاں اس سورۃ کے ابتدائی حصہ میں عقائد و اعمال کی ان تینوں حالتوں کو بیان کر دیا ہے۔ ایمان کفر اور نفاق اگر غور کیا جائے تو عالم ہستی کے ہر گوشہ میں اصلاً تین ہی حالتیں پائی جاتی ہیں یا تو تکوین و اصلاح کی حالت ہو گی یا بگاڑ اور فساد کی حالت ہو گی۔ یا دونوں کے علاوہ درمیانی حالت۔

انسانی وجود کو دیکھو یا زندگی ہے یا موت ہے۔ یا بیماری ——— بیماری کو نہ تو زندگی کی صحیح حالت کہہ سکتے ہیں۔ نہ موت ہی قرار دے سکتے ہیں۔ دونوں کے بین بین ہے۔ لیکن رُخ اس کا موت ہی کی طرف ہے۔ قلب و روح کا بھی یہی حال ہے۔

ایمان زندگی ہے۔ کفر موت ہے۔ اور نفاق بیماری ہے۔

اسی سورۂ مبارکہ کے پہلے دو رکوع میں زندگی کی دونوں راہیں واضح کر دی ہیں۔ راہِ ایمان اور راہِ کفر۔ اس کے بعد راہِ نفاق جو نسبتاً زیادہ پُرکار اور ہوشیار لوگوں کے لئے دعوت بن سکتی تھی۔ مع امثلہ واضح کی۔ تاکہ مؤمنِ حق اپنے مقام کو پہچان کر غلط راستوں سے بچ سکے۔

رکوع اول

آیات ــــــ (۱ ــــ تا ــــ ۷)

خلاصہ | یہ کتاب متقی انسانوں پر راہِ فلاح و سعادت کھولنے والی ہے۔ یہ کتاب پراگندہ الفاظ اور منتشر اوراق کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ وہ قانونِ حق ہے۔ جو اصلاح پسند انسانوں کو راہِ راست پر لانے کی ضامن ہے۔ ایسے نکوکار۔ (متقین) لوگوں کی پانچ خاص صفات ہیں تین عقائد کے رنگ میں۔ ایمان بالغیب (اللہ تعالےٰ اور ملائکہ پر ایمان) اللہ تعالےٰ کی وحی پر ایمان۔ اور اعمال کی جزا و سزا پر ایمان۔ اور دو عمل کے رنگ میں۔ صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔

ان پانچ اصولوں کا قطعی نتیجہ کامیاب اور بامراد ہونا ہے۔ قبولیت کے لحاظ سے یہ کامیاب لوگ (مؤمن اور متقی) انسانیت کا گلِ سرسبد ہیں۔ دوسری جماعت قبولیت کی استعداد کے لحاظ سے ان کی ضد ہے۔ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے فطرتِ انسانی کو مسخ کرنے کے بعد یہ لوگ قرآنِ عزیز سے ہرگز متاثر نہ ہوں گے اور انجام کار عذابِ عظیم کی وعید کے ماتحت وہ جہنم کا ایندھن بن جائیں گے ــــ پہلی جماعت کو شریعت کی اصطلاح میں مؤمن اور دوسری جماعت کو کافر کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱

(۲۵) حروفِ مقطعات :۔ الٓمّٓ ــــــ (۱)

حِفْظِهٖ مُدَّةً يَزْدَادُ نُوْرُهٗ تَألُّقًا وَ
تَطُوْلُ مُدَّةُ اِشْتِعَالِهٖ۔

ایک مدت تک محفوظ رکھنے کے بعد اسکی روشنی کی تاب بڑھ جاتی ہے اور اسکے جلتے رہنے کی مدت دراز ہو جاتی ہے

اِبْرِيْقُ الشَّايِ الْفِضِّيُّ

چاندی کی چائے دانی

بَعْدَ غَسْلِهٖ اِمْسَحْهُ جَيِّدًا ثُمَّ
ضَعْ قِطْعَةَ سُكَّرٍ تَمْنَعُ مِنْ رَائِحَتِهِ التَّعَفُّنَ

اس کو دھونے کے بعد اچھی طرح پونچھ لو پھر مصری کا ٹکڑا اس میں رکھ دو۔ اسکی بو میں اندیشہ تعفن نہ رہیگا

التَّذْهِيْب

سنہری ملمع

اَلَّذِيْ اَصَابَتْهُ الْبُقَعُ يُسْتَحْسَنُ
مَسْحُهٗ بِلُطْفٍ بِاِسْفَنْجَةٍ مَبْلُوْلَةٍ
بِالتَّرْبَنْتِيْن۔

جس پر دھبے پڑ گئے ہوں اس کو تارپین کے بھیگے ہوئے اسفنج سے نرم نرم ملنا بہتر ہے۔

اَلْاَوَانِي الْمَنْقُوْشَةُ

نقش دار برتن

لَا فَائِدَةَ مِنْ تَلْمِيْعِ الْاَوَانِي
الْمَنْقُوْشَةِ بِخِرْقَةٍ بَلْ يَجِبُ
اِسْتِعْمَالُ فُرْشَاةٍ مُتَوَسِّطَةِ الْقَسَاوَةِ

نقش دار برتنوں کو دھجی سے چمکانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ متوسط درجہ کا سخت برش استعمال کرنا چاہیئے۔

سَنُّ السَّكَاكِيْنِ

چاقو تیز کرنا

قَبْلَ سَنِّ السَّكَاكِيْنِ اَحْمِيْهَا
قَلِيْلًا فِي الْمَاءِ الْغَالِيْ وَهٰكَذَا قَبْلَ
الْقَصِّ وَالتَّقْطِيْعِ تَصِيْرُ اَمْضٰى

چھریوں کو تیز کرنے سے پہلے تھوڑی دیر ابلتے پانی میں گرم کر لو اور اسی طرح کترنے اور کاٹنے سے پہلے، تیز تر ہو جائیں گی۔

لَمَعَانُ الْآنِيَةِ

سنہری برتنوں کی آب و تاب

لِاَجْلِ اِعَادَةِ اللَّمَعَانِ اِلَى
الْآنِيَةِ الْمُذَهَّبَةِ اِغْسِلْهَا بِمَاءٍ
مَسْلُوْقٍ فِيْهِ بَصَلٌ۔

سنہری برتنوں کو دوبارہ چمکدار بنانے کیلئے ان کو پانی سے جس میں لہسن ابالا گیا ہو دھو چاہیئے۔

مسحوق ... افضل ما تنظف به الاوانی الفضیة — مٹی کی راکھ بہترین چیز ہے جس سے چاندی کے برتن صاف ...

الدرس الثانی

سُورۃُ البقرۃ

از جناب
داعی الی الحق

ابتدائی امور
یہ قرآن عزیز کی دوسری سُورۃ ہے - یہ سُورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اسلئے مدنی ہے - اس میں دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات، چھ ہزار اکیس (۶۰۲۱) کلمات پانچ سو پچیس (۵۲۵) ہزار حروف اور چالیس (۴۰) رکوع ہیں -

وجہ تسمیہ
"بقر" اور "بقرۃ" کا گائے، بیل، مذکر، مؤنث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے بقرۃ میں (ۃ) تانیث کے لئے نہیں - بلکہ جنس کے لئے ہے (جیسے تمر اور تمرۃ ــــ کھجور) - یہود میں گائے کی پرستش قیام مصر کی وجہ سے رواج پذیر ہو چکی تھی - اس سورۃ میں گائے کے ذبح کرنے کا تذکرہ اہم ترین مضامین کا ایک اہم جزو ہے - اس لئے سورۃ کا نام "البقرۃ" رکھا گیا ـــــــ

نزول
۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن جون سنہ ۶۲۲ء کے آخری ایام میں حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور مدینہ سے تین میل بیرونی آبادی (جو قبا کہلاتی تھی) میں فروکش ہوئے - اس سورۃ کے ذریعہ مدنی زندگی کی ابتداء میں مکی زندگی کے مصائب و آلام کے بعد اللہ تعالےٰ نے حیات انگیز پیغام دیا - سورۃ فاتحہ میں جہل و ضلالت کے کوڑھیوں کے لئے اگر سامانِ شفاء موجود تھا - تو سورۃ البقر میں حیاتِ جاودانی اور نشاۃِ روحانی کے لئے تمام اصول واضح کر دئے گئے ہیں ـــــــ

ربط
قرآن کی مہتم بالشان سات آیاتِ دعائیہ جس طلب کا عنوان تھیں - اُنکی اجابت کی نوید سنا دی گئی - اور اِھدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم کے جادہ پیما کو ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۛ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی شاہراہِ حق نما دکھا دی

اگر سورۃ فاتحہ بطور دیباچہ (preface) تمام قرآن عزیز کا نچوڑ تھا۔ تو سورۃ بقر کی ابتدائی آیات میں اس کتاب حق کی غرض و غایت کو واضح کر دیا ہے۔

دو جماعتیں

فکر و عمل کے ہر گوشہ میں دو جماعتوں کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ ایک وہ جماعت جو مستعد اور صالح ہوتی ہے۔ نیک راہ پر چلنا اور حق پرستی کو زندگی کا مقصد سمجھنا اس کی خصوصیت ہے اس جماعت کے نقش کو "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری جماعت وہ ہوتی ہے۔ جو انکار وجود میں سرگرم عمل رہتی ہے۔ اس کے افراد مخالفت میں پوری بیباکی سے کام لیتے ہیں۔ یہاں پھر دو راہیں ہیں۔ یا تو قانونِ حق (جو اعتدال اور حسن عمل کا معیار ہے) میں نا فرض شناسی کرتے ہوئے کمی کی جائے یا روح قانون سے غافل ہو کر اس میں خود ساختہ زیادتی کو داخل کر لیا جائے۔ پہلی راہ راہِ غضب ہے اور دوسری راہ راہِ ضلالت۔

تین حالتیں

سورۃ فاتحہ میں شاہراہ حق کو صراطِ مستقیم اور تفریط و افراط کی راہوں کو راہِ غضب اور راہِ ضلالت کے ناموں سے روشناس کرایا تھا۔ یہاں اس سورۃ کے ابتدائی حصہ میں عقائد و اعمال کی ان تینوں حالتوں کو بیان کر دیا ہے۔ ایمان کفر اور نفاق اگر غور کیا جائے تو عالم ہستی کے ہر گوشہ میں اصلاً تین ہی حالتیں پائی جاتی ہیں یا تو تکوین و اصلاح کی حالت ہوگی یا بگاڑ اور فساد کی حالت ہوگی۔ یا دونوں کے علاوہ درمیانی حالت۔

انسانی وجود کو دیکھو یا زندگی ہے یا موت ہے۔ یا بیماری ــــ بیماری کو نہ تو زندگی کی صحیح حالت کہہ سکتے ہیں۔ نہ موت ہی قرار دے سکتے ہیں۔ دونوں کے بین بین ہے۔ لیکن رُخ اس کا موت ہی کی طرف ہے۔ قلب و روح کا بھی یہی حال ہے۔

ایمان زندگی ہے۔ کفر موت ہے۔ اور نفاق بیماری ہے۔

اس میں سورۂ مبارکہ کے پہلے دو رکوع میں زندگی کی دونوں راہیں واضح کردی ہیں۔ راہِ ایمان اور راہِ کفر۔ اس کے بعد راہِ نفاق جو نسبتاً زیادہ پُرکار اور ہوشیار لوگوں کے لئے دعوت بن سکتی تھی۔ معہ امثلہ واضح کی۔ تاکہ مومنِ حق اپنے مقام کو پہچان کر غلط راستوں سے بچ سکے۔

رکوع اول

آیات ـــــــ (۱ ـــ تا ـــ ۷)

خلاصہ | یہ کتاب متقی انسانوں پر راہِ فلاح وسعادت کھولنے والی ہے۔ یہ کتاب پراگندہ الفاظ اور منتشر اوراق کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ وہ قانونِ حق ہے۔ جو اصلاح پسند انسانوں کو راہِ راست پر لانے کی ضامن ہے۔ ایسے نکوکار۔ (متقین) لوگوں کی پانچ خاص صفات ہیں تین عقائد کے رنگ میں۔ ایمان بالغیب (اللہ تعالےٰ اور ملائکہ پر ایمان) اللہ تعالےٰ کی وحی پر ایمان۔ اور اعمال کی جزا وسزا پر ایمان۔ اور دو عمل کے رنگ میں۔ صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔

ان پانچ اصولوں کا قطعی نتیجہ کامیاب اور بامراد ہونا ہے۔ قبولیت کے لحاظ سے یہ کامیاب لوگ (مؤمن اور متقی) انسانیت کا گلِ سرسبد ہیں۔ دوسری جماعت قبولیت کی استعداد کے لحاظ سے ان کی ضد ہے۔ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے فطرتِ انسانی کو مسخ کرنے کے بعد یہ لوگ قرآنِ عزیز سے ہرگز متاثر نہ ہوں گے اور انجام کار عذابِ عظیم کی وعید کے ماتحت وہ جہنم کا ایندھن بن جائیں گے ـــــــ پہلی جماعت کو شریعت کی اصطلاح میں مومن اور دوسری جماعت کو کافر کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱

(۲۵) حروفِ مقطعات :۔ الٓمٓ ـــــــ (۱)

...سبت الم ہے۔ لکھنے میں یہ الفاظ اکٹھے ہیں۔ پڑھنے میں الگ مقطع الگ شدہ چیز کو کہتے ہیں۔ اس نسبت سے ان حروف کو مقطعات کہا جاتا ہے

یہ قرآن عزیز میں ۲۹ سورتوں کے پہلے آئے ہیں۔ جن کی ترتیب یہ ہے:۔

ا :۔ تین جگہ مفرد ہیں۔ صٓ۔ (سورہ ص ۳۸)۔ قٓ۔ (سورۂ ق ۵۰)، نٓ۔ (سورۃ القلم ۶۸)

ب :۔ دو حرفوں سے مرکب چار الفاظ ہیں۔ طٰہٰ۔ طٰس۔ یٰس۔ حٰم۔ اور اس دو دو کے مجموعہ کو نو سورتوں کے اول میں ذکر کیا گیا ہے۔ طٰہٰ (۲۰)۔ نمل (۲۷)۔ یٰسین (۳۶) مومن (۴۰)۔ حم سجدہ (۴۱)۔ زخرف (۴۳)۔ جاثیہ (۴۵)۔ احقاف (۴۶)۔ دخان (۴۴)۔

ج :۔ اور تین حروف کے مجموعہ کو جیسے (الم۔ الر۔ طسم) کو تیرہ جگہ استعمال کیا گیا ہے

حروف الم چھ سورتوں کی ابتدا میں ہیں :۔

البقرۃ ۲۔ ال عمران ۳۔ العنکبوت ۲۹۔ الروم ۳۰۔ لقمان ۳۱۔ السجدہ ۳۲۔ ان میں سے پہلی دو مکی سورتیں ہیں اور آخری چار مدنی ہیں۔

د :۔ چار حروف کے مجموعہ کو دو سورتوں کی ابتدا میں۔ المرا (رعد ۱۳)۔ المص (اعراف ۷)

ہ :۔ پانچ حروف کے مجموعہ کو بھی دو سورتوں کی ابتدا میں۔ کٓھٰیٰعٓصٓ (مریم ۱۹) حٰمٓ عٓسٓقٓ (شعرا ۴۲) سے ۳ + ۹ + ۱۳ + ۲ + ۲ = ۲۹)۔

خصوصیت مکررات کو حذف کر دیں تو ۱۴ حروف مقطعات رہ جاتے ہیں۔ یا تو ان متشابہات میں سے ہیں جن کے معانی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۲ یا ان کے معانی اس تفصیل کا اجمال ہوتے ہیں جنکے آئندہ سورۃ یا ۳ ابتدار کلام میں لانے سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ جن حروف سے کلام الٰہی مرکب ہے۔ وہی انسانی کلام کا بھی مادہ ہیں پھر کلام حق کا مثل نہ لاسکنا شان اعجاز نہیں تو کیا ہے۔ ۴ یا اسمائے الٰہی کے اجزا ہیں۔

ہے یا ان سے کوئی خاص رمز مراد ہے۔ (اشتقاقِ اکبر)۔

معانی:۔ الف۔ لام۔ میم (اسرار وحی)

اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ بہت جاننے والا ہوں)۔(ابن عباسؓ)

اَلْاَصل اللَّازِمُ لِلْمُسْتَدِلِّ ذٰلِکَ الْکِتَابُ۔ وہ اصل جو ہر طالبِ دلیل کے لئے لازمی ہے وہ یہ کتاب ہے (تبصیر الرحمان)

آیت نمبر ۲: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

الفاظ:۔

(۲۶) ذَالِکَ :۔ اس میں ذَا اسم مبہم ہے جس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ لام مشارٌ الیہ کی تعیین پر دلالت کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اور "کَ" خطاب کے لئے ہے۔ (ا) عموماً یہ لفظ اشارہ بعید کے لئے آتا ہے۔ یہاں بلحاظ عظمت، کتاب (قرآن عزیز) استعمال ہوا ہے۔ (ب) یا ذَالِکَ سے اشارہ بعید کتاب موعود کی طرف ہے یعنی وہ کتاب جس کا وعدہ موسےٰ علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔

(۲۷) اَلْکِتَاب :۔ (مصدر) کتب سے مُشتق ہے (ایک دوسرے سے ملانا یا جمع کرنا)۔ "لکھنا" اس لئے معانی ہوئے کہ لکھنے میں حروف ملائے جاتے ہیں۔ (کتبت الشیء اذا جمعته) "کَتِیْبَه" لشکر کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں قرآن عزیز بھی علوم و قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اسے کتاب کہا گیا۔ اور ال (تعریف کے لئے لاکر قانونِ حق کی تخصیص کر دی۔

(۲۸) رَیْبَ :۔ اصل میں مصدر ہے۔ اس کے حقیقی معنی قلق و اضطراب کے ہیں۔ مگر مطلق شک یا "شک مع التہمت" کے لئے بھی مستعمل ہے۔

فِیْهِ :۔ فِیْ : میں۔(حرف)
هٖ : وہ یا اُس (ضمیر) } فِیْهِ : اس میں

اس سورۃ کی پہلی آیت الٓمّٓ ہے لکھنے میں یہ الفاظ اکٹھے ہیں۔ پڑھنے میں الگ الگ۔ عربی میں مُقطّع الگ شدہ چیز کو کہتے ہیں۔ اس نسبت سے ان حروف کو مقطعات کہا جاتا ہے۔

یہ قرآن عزیز میں ۲۹ سورتوں کے پہلے آئے ہیں۔ جن کی ترتیب یہ ہے:۔

ا :۔ تین جگہ مفرد ہیں۔ صٓ ۔ (سورہ ص ۳۸)۔ قٓ ۔ (سورۂ ق ۵۰)، نٓ ۔ (سورۃ القلم ۶۸)

ب :۔ دو حرفوں سے مرکب چار الفاظ ہیں۔ طٰہٰ ۔ طسٓ ۔ یٰسٓ ۔ حٰمٓ اور اس دو دو کے مجموعہ کو نو سورتوں کے اول میں ذکر کیا گیا ہے۔ طٰہٰ (۲۰)۔ نمل (۲۷)۔ یٰسین (۳۶)۔ مومن (۴۰)۔ حم سجدہ (۴۱)۔ زخرف (۴۳)۔ جاثیہ (۴۵)۔ احقاف (۴۶)۔ دُخان (۴۴)۔

ج :۔ اور تین حروف کے مجموعہ کو جیسے (الٓمّٓ ۔ الٓرٰ ۔ طسٓمّٓ) کو تیرہ جگہ استعمال کیا گیا ہے حروف الٓمّٓ چھ سورتوں کی ابتدا میں ہیں:۔

البقرۃ ۲ ۔ آل عمران ۳ ۔ العنکبوت ۲۹ ۔ الروم ۳۰ ۔ لقمان ۳۱ ۔ السجدہ ۳۲ ۔ ان میں سے پہلی دو مکی سورتیں ہیں اور آخری چار مدنی ہیں۔

د :۔ چار حروف کے مجموعہ کو دو سورتوں کی ابتدا میں۔ الٓمّٓرٰ (رعد ۱۳)۔ الٓمّٓصٓ (اعراف ۷)

س :۔ پانچ حروف کے مجموعہ کو بھی دو سورتوں کی ابتدا میں۔ کٓھٰیٰعٓصٓ (مریم ۱۹) حٰمٓ عٓسٓقٓ (شعرا ۴۲) ۳ + ۹ + ۱۳ + ۲ + ۲ = ۲۹)۔

خصوصیت مکررات کو حذف کر دیں تو ۱۴ حروف مقطعات رہ جاتے ہیں۔ یا تو ان متشابہات میں سے ہیں جن کے معانی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۲ یا ان کے معانی اس تفصیل کا اجمال ہوتے ہیں جسکے آئندہ سورۃ یا ۳ ابتدار کلام میں لانے سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ جن حروف سے کلام الٰہی مرکب ہے۔ وہی انسانی کلام کا بھی مادہ ہیں پھر کلام حق کا مثل نہ لاسکنا شان اعجاز نہیں تو کیا ہے۔ یا ۴ اسمائے الٰہی کے اجزا ہیں۔

شہ یا ان سے کوئی خاص رمز مراد ہے۔ (اشتقاقِ اکبر)۔

معانی :۔ الف۔ لام۔ میم (اسرار وحی)

اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ بہت جاننے والا ہوں)۔(ابن عباسؓ)

اَلْاَصل اللَّازِمُ لِلْمُسْتَدِلِّ ذٰلِکَ الْکِتَابُ۔ وہ اصل جو ہر طالب دلیل کے لئے لازمی ہے وہ یہ کتاب ہے (تبصیر الرحمان)

آیت نمبر ۲ : ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

الفاظ :۔

(۲۶) ذَالِکَ :۔ اس میں ذَا اسم مبہم ہے جس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ لام مشارٌ الیہ کی تعیین پر دلالت کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اور "کَ" خطاب کے لئے ہے۔ (ا) عموماً یہ لفظ اشارہ بعید کے لئے آتا ہے۔ یہاں بلحاظ عظمت، کتاب (قرآن عزیز) استعمال ہوا ہے۔ (ب) یا ذَالِکَ سے اشارہ بعید کتاب موعود کی طرف ہے یعنی وہ کتاب جس کا وعدہ موسےٰ علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔

(۲۷) اَلْکِتَاب :۔ (مصدر) کتب سے مُشتق ہے (ایک دوسرے سے ملانا یا جمع کرنا)۔ "لکھنا" اس لئے معانی ہوئے کہ لکھنے میں حروف ملائے جاتے ہیں۔ (کتبت الشیء اذا جمعتہ) "کَتِیْبَہ" لشکر کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں قرآن عزیز بھی علوم و قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اسے کتاب کہا گیا۔ اور ال (تعریف کے لئے لاکر قانونِ حق کی تخصیص کر دی۔

(۲۸) رَیْبَ :۔ اصل میں مصدر ہے۔ اس کے حقیقی معنی قلق و اضطراب کے ہیں۔ مگر مطلق شک یا "شک مع التہمت" کے لئے بھی مستعمل ہے۔

فِیْہِ :۔ فِیْ : میں۔ (حرف)
ہِ : وہ یا اُس (ضمیر) } فِیْہِ : اس میں

(۲۹) هُدًى :۔ مصدر بمعنی اسم فاعل (هَادِی) یہاں مبالغہ اور خوبی مقصود ہے جیسے "زَیْدٌ عَدْلٌ" سے مراد کامل صفتِ عدل لی جائے (زید مجسمہ عدل)۔ (هَادِی ایسے راہ پر چلانے والا جو منزل مقصود تک پہنچا دے)۔

لِ :۔ واسطے (حرف)

(۳۰) مُتَّقِیْنَ :۔ واحد مُتَّقِی۔ اِتَّقٰی سے اسم فاعل ہے۔ اصل میں اِوْتَقٰی تھا وَقٰی۔یَقِی سے باب اِفتِعال ہے۔ اور مصدر وقایہ کے معنی ہیں "حِفْظُ الشَّیْءِ مِمَّا یُؤْذِیْهِ وَیَضُرُّهٗ" (راغب) ایک چیز کی حفاظت کرنا اس سے جو کو ایذا دے اور نقصان پہنچائے۔

تقوٰی :۔ کے اصل معنی ہیں۔ "ضرر رساں چیزوں سے اپنے آپ کو بچانا۔ "جَعْلُ النَّفْس فِی وِقَایَةٍ مِمَّا یُخَافُ" (راغب)

اصطلاحِ شریعت میں تقوٰی اس نگہداشت کا نام ہے جو انسان گناہ سے بچتے ہوئے ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔

قرآنِ عزیز راہِ حق دکھانے میں سب لوگوں کے لئے قانونِ ہدایت ہے۔ (هُدًى لِلنَّاسِ ۲/۱۸۵) اور منزلِ مقصود تک پہنچا دینے کے لحاظ سے متقین کے لئے ہادی ہے۔ اس منزل کا نام فلاح رکھ کر دونوں پہلوؤں کو واضح کر دیا۔ حصولِ کمال کے لئے جہاں ہدایت من جانب اللہ ضروری ہے وہاں انسانی جدوجہد کو بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ترجمہ :۔ یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس (کے قانونِ حق ہونے) میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ متقی انسانوں پر (فلاح وسعادت کی) راہ کھولنے والی ہے۔

تشریح :۔ سورۂ فاتحہ کی دعا کو قبول فرما کر "قانونِ حق" کو یوں پیش کیا۔ کہ یہ عظیم الشان کتاب وہ مجموعۂ قوانین ہے۔ جو شک وشبہ سے بلند تر اور متقین کے لئے قانونِ

ہدایت ہے۔ اب اگر "متقین" کے زمرہ میں شامل ہونے کی طلب ہے تو ان صفاتِ خمسہ کے حامل ہو جاؤ جو فلاح و سعادت کا سرمایہ ہیں۔

آیت نمبر ۳،۴:۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (۳) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (۴)

لغات:۔

یُؤْمِنُوْنَ :۔ مضارع صیغہ جمع غائب مصدر "ایمان" مادہ "امن" (اٰمَنَ یُؤْمِنُ) ایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کا سچا جاننا اور یقین کرنا۔ اٰمَنَ کا استعمال دو طرح پر ہے۔ متعدی جیسے آمَنْتُہٗ (میں نے اس کے لئے امن کر دیا) اس لحاظ سے اللہ کا نام "اَلْمُؤْمِنُ" (امن عطا کرنے والا) ہے۔ غیر متعدی جیسے آمَنَ کا مطلب ہو وہ امن والا ہو گیا۔ اصطلاح شرع میں "ایمان کامل" تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اقرار۔ تصدیق اور عمل۔ یہاں زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعمال سے حرکت لازمی ہے۔ قرآن عزیز میں اس کا ذکر موجود ہے۔ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّھَدَآءُ ۔۔۔۔۔ (الحدید ۱۹)

صرف اقرار لسانی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا ۔۔۔۔۔ (۶۲)

(۲،۳) غَیْبٌ :۔ (غَابَ یَغِیْبُ) مصدر ہے۔ غائب کی جگہ اس کو مبالغۃً استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ مخفی چیز ہے کہ جو نہ حواس سے معلوم ہو۔ اور نہ بداہۃً عقل اس کی مقتضی ہو۔

"غیب" کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور اضافی یعنی جو ہر حال میں پوشیدہ ہو یا جو ایک وقت یا ایک جگہ غائب اور دوسرے وقت یا دوسری جگہ غائب نہ ہو۔ پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک ایسا غیب ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ صرف دل تصدیق کرتا ہے — وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (الانعام) دوسرا وہ جس کے لئے دلائلِ عقلیہ موجود ہیں جیسے ذات باری تعالےٰ۔ ملائکہ اور معاد وغیرہ۔

(۲۳) يُقِيْمُوْنَ :- مضارع (جمع۔ غائب مذکر) اَقَامَ ماضی۔ قوم مادہ۔ اِقامت سیدھا کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔ لغت میں درست اور صحیح حالت میں ہونے کو کہتے ہیں۔ اَقَامَ الْاَمْرَ (کام کو درست حالت میں کیا)۔ اَقَامَ الْعُوْدَ (لکڑی کو درست حالت میں کر دیا)۔

قرآن عزیز میں جہاں مدح یا تحریص کے مقام پر صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے وہاں اقامت یا اس کے مشتقات کو استعمال کیا گیا ہے

(اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۔ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ۔ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ) صلاۃ کے ساتھ اقامت کو خاص کرنے کی ضرورت اس لئے ہے۔ کہ ظاہری صورت صلوٰۃ کے ساتھ حقیقی غرض بھی پوری کی جائے۔ اسی لئے ذم کے مقام پر لفظِ مصلّی اختیار کیا (الماعون ۔۴(۱۰۷)) تاکہ مقصد صلوٰۃ واضح ہو جائے۔

اقامت صلوٰۃ کے حقوق و شرائط : (۱) طہارت جسمانی (المائدہ ۔۶)

(۲) اوقات مقررہ پر ادا کرنا اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء ۱۰۳)

(۳) نماز پر دوام :- عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج ۔ ۲۳)

(۴) نماز کی حفاظت :- سفر۔ بیماری۔ جنگ وغیرہ مشکلات میں عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المعارج : ۳۴)

(۵) حقیقت صلوٰۃ سے غافل نہ ہونا۔ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون ۵)
(۶) ریا سے پاک ہونا۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ (الماعون ۶)
(۷) ادائیگی صلوٰۃ میں سستی اور کسل نہ ہو۔ منافقوں کی نمازیں بتایا۔ لَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى (التوبۃ ۵۴)
(۸) نماز باجماعت۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرۃ)
(۹) نماز میں خضوع وخشوع :۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المؤمنون ۲)
(۱۰) برائیوں اور ناشائستہ امور سے اجتناب۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنکبوت ۴۵)

(۳۴) اَلصَّلٰوۃ :۔ صلّی سے مشتق ہے۔ جس طرح زکوٰۃ زکی سے۔ یہ اصل میں صَلَوَةٌ بوزن فَعَلَةٌ تھا۔ واؤ کو ما قبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا۔ مگر تفخیم لفظ کی وجہ سے واؤ کو رہنے دیا۔ مادہ صَلْیٌ یعنی (آگ کا جلانا) اور آگ میں داخل ہونا (يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا) صلوٰۃ کے اصل معانی دعا اور برکت کے ہیں۔

صَلَّيْتُ عَلَيْهِ (دعوت علیہ)
میں نے اس کے لئے دعا کی۔

امثلہ :۔ (۱) صَلِّ عَلَيْهِمْ ——— (التوبہ : ۱۰۳)
(۲) يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب : ۵۶)
(۳) اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (البقرۃ ۱۵۷)
عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں۔ صَلَوَاتٌ (الحج ۴۰)
نماز کو صلوٰۃ کہنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ فریضہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ یا اس میں

[illegible] ہے اور [illegible] کا نام [illegible] بولا جاتا ہے

مِمَّا: مِنْ (تبعیضیہ) مَا مصدریہ [illegible]

(نہیں) کیسی استفہامیہ (کیا)۔

(۳۵) رَزَقْنٰهُمْ :- ماضی صیغہ جمع متکلم (ہم نے رزق دیا) ضمیر جمع غائب۔ رَزَقَ یَرْزُقُ
رَازِقٌ اسم فاعل۔ رزق کے معنی حصہ۔ یا عطائے جاریہ یا عطیۂ الٰہی۔ دنیوی
ہو یا اُخروی۔

یہاں رَزَقَ میں مال۔ جاہ۔ علم اور سب قوائے انسانی داخل ہیں (راغب)

(۳۶) یُنْفِقُوْنَ :- اِنفاق مصدر۔ مادہ نَفَق (اَنْفَقَ یُنْفِقُ) جب لازم ہو تو معنی
ہوں گے (مال جاتا رہنا) خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ (بنی اسرائیل - ۱۰۰)
ای فناء اور متعدی ہو تو معنی خرچ کرنا ہوں گے۔ نَفَقٌ سُرنگ کو بھی کہتے
ہیں۔ (اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ۔ الانعام ۳۴) منافق دین
میں ایک راہ (قول) سے داخل ہوتا ہے۔ اور دوسرے راستہ (عمل) سے نکل
جاتا ہے۔ یہی "نفاق" ہے (راغب)۔

(۳۷) اُنْزِلَ :- ماضی مجہول (اَنْزَلَ یُنْزِلُ) نزول کے اصل معنی گو اوپر سے
آنے کے ہیں۔ مگر اس لفظ کا استعمال مطلق ایصال و ابلاغ (ملا دینا۔ پہنچا دینا)
میں بھی ہوتا ہے (راغب)

امثلہ۔ (۱) اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا (اعراف: ۲۶)

(۲) اَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ (الزمر: ۶)

(۳) اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ (الحدید: ۲۵)

یہاں مراد پہنچا دینا ہے۔ کیونکہ لباس۔ چوپائے اور لوہا اوپر سے نہیں اترتا۔

(۳۸) اِلَیْكَ :- اِلٰی (حرف)۔ كَ (ضمیر) (تیری طرف) مِنْ (حرف) سے۔ [illegible]

---

* [illegible] مضمون تا [illegible] ملاحظہ فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الدرس الثانی — متسلسل

سورۃ البقرۃ

از جناب داعی الی الحق

آیت نمبر ۵:- اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵

الفاظ

(۴۱) اُولٰٓئِكَ : اسم اشارہ جمع (یہی لوگ)۔ واحد: هٰذَا مذکر۔ هٰذِهٖ مؤنث۔ هٰذَا (یہ) میں هٰ تاکید کیلئے ذَا کے ساتھ لَكَ لگاؤ تو اشارہ بعید ہوگیا۔ لَ بعید کے لئے اور كَ خطاب کے لئے۔

(۴۲) الْمُفْلِحُوْنَ :- مُفْلِحٌ واحد۔ فلاح کے معنی ظفر و ادراک بغیبہ : یعنی کامیابی اور مطلوب کو پالینا (راغب)۔ فَلْحٌ کے اصل معانی (شق) یعنی پھاڑنا ہیں۔ زمین میں ہل چلانے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ کسان کو اسی لئے فلاح اور کاشتکاری کو فلاحت کہتے ہیں جس طرح ہل چلانے میں زمین کی مخفی طاقتیں اور اصلی جوہر باہر نکل آتے ہیں۔ اسی طرح قوائے انسانی کا بھی یہی حال ہے اور حقیقت میں انسانیت کی پوشیدہ خوبیوں کا ظاہر ہونا ہی کامیابی ہے جس شخص کا نچلا ہونٹ پھٹا ہوا ہو اُسے اَفْلَح کہتے ہیں "مقصد" پر فتحیاب ہونے والے کے لئے بھی وجوہ ظفر کھل جاتے ہیں۔ اسی لئے اسے مُفْلِح کہتے ہیں۔ ائمہ لسان کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان میں دینی اور دنیوی کامیابی اور بھلائی کے لئے فلاح سے بڑھ کر کوئی ایسا جامع لفظ نہیں جس سے اس کا اظہار کیا جاسکے۔

ترجمہ

یقیناً یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے (تجویز کردہ) راہ ہدایت پر ہیں اور یہی ہیں جو (دنیا و آخرت) میں کامیاب ہوں گے۔

تشریح کامیابی کے پانچ زریں اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا فطرتی نتیجہ راہ ہدایت کی یافت ہے۔ اور اس پر قیام فلاح کی روشن دلیل۔ لہٰذا اس آیت میں نکوکاروں کا حسنِ انجام بیان فرمایا تاکہ "زندگی" کا رُخ روشن انسانوں کے لئے "دعوتِ عمل" بن کر سرمایہ ترغیب وتحریص ہو جائے

منکرین حق اور ان کا انجام

قبولیت حق کے لحاظ سے انسانوں کی دوسری قسم

آیت نمبر ۶ و ۷ :- اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦

الفاظ اِنَّ : حرف مشبہ بالفعل (بیشک۔ تحقیق)۔

(۴۳) کَفَرُوْا : کُفر لغت میں سَتْرُ الشَّیْءِ یعنی ایک چیز کو ڈھانکنے کا نام ہے۔ "رات" اور "کسان" کے لئے بھی لغت میں "کافر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسلئے کہ روشنی اور بیج ڈھانپ دینے والے ہیں۔ اصطلاح شرع میں "توحید۔ نبوت اور شریعت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔" اس لفظ کے استعمال میں کافی وسعت ہے۔ فروع کے انکار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (مَنْ رَغَبَ عَنْ اَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ)۔ کفرِ نعمت ناشکرگزاری کا نام (وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ) (البقرہ ۱۵۲) ہے۔

سَوَآءٌ : برابر ہے (مساوات۔ تسویہ)

ءَ : خواہ۔ کہ

(۴۴) اَنْذَرْتَهُمْ : اَنْذَرْتَ (ماضی مخاطب)۔۔۔۔ اَنْذَرَ يُنْذِرُ۔ مادہ نَذَرَ نذر کے معنی ہیں کسی چیز کو واجب کر لینا (راغب) نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ (البقرہ: ۲۷۳) انذار کے معنی صرف اِعْلَمْ (ایک بات کا اس کو علم دیا) ہیں (قاموس) یا ایک بات کے

پہنچانے میں انسان کو محتاط کیا جائے اور ڈرایا جائے (تاج العروس)۔
اَمْ: یا۔ حرف
لَمْ تُنْذِرْھُمْ: نفی جحد بہ لَمْ (تو نہ ڈرائے)

(۴۵) خَتَمَ: ختم طبع کے معنی مُہر کرنے کے ہیں۔ یہاں قلب سمع اور ابصار کی تخصیص اسلئے فرمائی کہ ہدایت کے بڑے ذریعے بھی یہی تین ہیں اور ان سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔

(الف) مُہر لگانے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اعتقاد باطل یا ارتکاب گناہ میں حد سے بڑھ جائے یہانتک کہ وہ حق کی طرف توجہ ہی نہ کرے۔ اور اسکی یہ ہیئتِ راسخہ اسے گناہ کے اچھا سمجھنے کا عادی بنادے تو اس کیفیت کو استعارۃً مہر لگا دینا کہتے ہیں۔

(ب) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ہر قسم کے ظلم کی نفی کردی گئی ہے (النسا[۴] : ۴۱) اور انسان کی شقاوت اس کے اعمال کا فطرتی نتیجہ ہے۔ (یونس[۱۰] : ۴۵) اس لئے مہر لگانا ان کے انکار اور انکار پر اصرار کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو بندوں کے لئے "کفر" کو پسند ہی نہیں کرتا (الزمر[۳۹] : ۸) بلکہ بدکاری اور سرکشی سے خدا کو نفرت ہے (الحجرات[۴۹] : ۹)

ایمان لانے اور انکار کرنے میں انسان کی اپنی مرضی کو دخل ہے۔ اس پر جبر نہیں (الکہف[۱۸] : ۳) (البقرۃ[۲] : ۲۵۴) ورنہ مشیت قہری کے ماتحت تو کوئی بھی انکار کی جرأت نہ کرسکتا (الانعام[۶] : ۱۵۰)

(ج) مُہر اور پردہ کوئی جسمانی چیز نہیں بلکہ ایک دائمی انکار کی کیفیت کا نام ہے (حمٓ السجدۃ[۴۱] : ۶،۴)، (الاعراف : ۱۸۰)، (الجاثیہ[۴۵] : ۲۷)۔

(۴۶) قُلُوْب: واحد قلب (دل)۔ جسمانی طور پر وہ عضو رئیس ہے جو خزانہ تولید و دورانِ خون ہے۔ اسکی ہیئت صنوبری اور شکل اُلٹی ہوتی ہے۔ اسلئے 'قلب' نام ہے۔

اصطلاح شرع میں "قلب" لطیفۂ انسانی کا نام ہے جس سے انسانیت قائم ہے جو مرکزِ شوق و محبت ہے۔ جو اوامر و نواہی کا مصدر ہے۔ یہی الہامِ الٰہی کا مقام اور حق شناسی کی دوربین ہے۔ کبھی مراد عقل ہوتی ہے جیسے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ۔ ۹ (ق : ۳۷)۔

(۴۷) سَمْع : کان۔ قوتِ شنوائی (جو حق بات سننے میں بیکار ہو چکی ہے۔

(۴۸) اَبْصَار : واحد بَصَر (آنکھ)۔

(۴۹) غِشَاوَۃٌ : غشی مادہ، معنی ہے ڈھانکنا اور غِشَاوَۃٌ وہ جس سے کوئی چیز ڈھانکی جائے (مشتقات فی القرآن)۔ غَشِیَ۔ یَغْشٰی۔ تَغْشٰی۔ غَاشِیَۃٌ۔ مَغْشِیْ۔ اِسْتَغْشَوْا۔ غِشَاوَہ کا تعلق صرف ابصار سے ہے۔ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشَاوَۃً (الجاثیہ: ۲۳)[۲۵]

(۵۰) عَذَاب : مادہ "عذب" ۔ مَاءٌ عَذْبٌ (شیریں اور عمدہ پانی) هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ (الفرقان: ۵۳)۔ عَذَاب سخت دکھ کو کہتے ہیں۔ تَعْذِیب میں ازالۂ عذب ہے یعنی زندگی کی اچھی چیزوں کو دور کر دینا جیسے تمریض مرض کے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ گویا اچھی چیزوں سے محروم ہو جانے کا نام عذاب ہے۔

(۵۱) عَظِیْمٌ : بڑا۔ قرآن عزیز نے عذاب کو ظاہری کیفیت کے لحاظ سے عظیم کہا ہے۔

ترجمہ (لیکن) وہ لوگ جنھوں نے (ایمان کی جگہ) انکار کی راہ اختیار کی (اور دعوتِ حق کے سننے اور قبول کرنے کی فطری استعداد کھو دی) تو ان کے لئے ہدایت کی تمام صدائیں بیکار ہیں۔ تم انھیں (انکارِ حق کے نتائج سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ وہ (کبھی) ایمان نہیں لائیں گے۔ (انھوں نے روشنی کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اور اللہ کا قانون یہ ہے۔ کہ جو آنکھیں بند کر لیتا ہے اس کے لئے تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ پس اس انکار اور اس پر اصرار کا نتیجہ یہ ہے کہ) اُن کے دلوں اور کانوں پر اللہ نے مُہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ (کوئی بات کتنی ہی سچی ہو سمجھ نہیں سکتے۔ کوئی آواز کتنی ہی اونچی ہو، سن نہیں سکتے۔ کوئی چیز کتنی ہی روشن ہو دیکھ نہیں سکتے۔ سو جن لوگوں نے اپنا یہ حال بنا لیا ہے۔ وہ ہدایت کیسے پا سکتے ہیں۔ لہٰذا فلاح کی جگہ) ان کے لئے عذاب جانکاہ ہے۔

تشریح منکرین حق جو قبولیت کی استعداد کے لحاظ سے پہلی قسم (متقین) کی ضد ہیں۔ ان کے انکار

اور ہٹ دھرمی اور اصرار کی کیفیت کو بیان فرمایا۔

صدائے حق سے منہ موڑ لینا اور اس جہان "سعی و عمل" میں ہمیشہ کے لئے "دل، کان اور آنکھ" کو راہِ ہدایت میں بیکار محض بنا لینا اس کیفیت کا اصل سبب ہے جسے بطور استعارہ "مُہر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مُہر سے مراد اُن کی جبلی کجروی اور طبعی تاریکی ہے جس میں کفر و معصیت کے زنگ کی وجہ سے نورِ حق کی تجلی کو قبول کرنے کی استعداد ممکن نہیں۔

اس حالت کو قرآن عزیز میں طبع (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (محمد)

(یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر (طبع) لگا دی)

۲ اغفال (وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا (ق: ۲۷)) اور

(اور اس کی پیروی نہ کر جس نے دل کو ہمارے ذکر سے غفلت میں (اغفل) ڈال دیا)

۳ اقساء (وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً): (اور ہم نے ان کے قلوب کو زنگ آلود (قاسیہ) کر دیا) سے بھی تعبیر کیا ہے۔

اس انکار اور ختم کا فطرتی نتیجہ عذاب جانکاہ ہے جسے عذابِ عظیم کا نام دیا ہے۔

زندگی کی دو مختلف راہیں "فلاح و سعادت کی جنت" اور "عذابِ جانکاہ کی جہنم" بتا دیں۔ تاکہ انسان ایک کی طلب میں سرگرم عمل ہو۔ اور دوسرے کے ہولناک انجام سے بچنے کے لئے انکار سے باز آجائے!

کیا مُہریں ٹوٹ سکتی ہیں؟

وہ لوگ جو فطری صلاحیت مسخ کر کے اصلاح و تربیت کی آخری حد تک نہیں پہنچ جاتے، ان کے دل و دماغ حق کی آواز سن سکتے ہیں، جو اس کفر و جمود کی دلدل سے نکل آنے کی امید میں قدم اٹھا سکتے ہیں، ان کی یہ کیفیت بھی بدل سکتی ہے۔ جسے مُہر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بدترین دشمنانِ اسلام جب انکار و حسد سے باز آگئے۔ تو

اُن کے قلوب نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔ کیا کوئی فاروق اعظمؓ سے جری دشمن اسلام ہو سکتا ہے؟
وہ گستاخ نگاہیں جو اس لئے اٹھیں کہ ہادیٔ برحقؐ کو نیچا دکھائیں۔ زمین پر بچھ گئیں۔
قاتلِ رسول دل کے بدل جانے سے فاروق اعظمؓ کے شرف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور وہ
تلوار جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی پیاسی تھی اللہ کی تلوار بن گئی۔

آج بھی یہ راہ کھلی ہے۔ اللہ کی دین ہے۔ جسے چاہے دے اور جسے چاہے اپنے سایۂ رحمت میں لے لے!

رکوع ۲ ———— (۸ — ۲۰ آیات)

اسلام کے باطنی دشمن

(منافقین)

یہاں اُس جماعت کے بیان کی ابتدا ہوتی ہے جو اقرار نُما انکار کرنے والے نمائشی مسلمان ہیں۔
قرآنِ عزیز نے سب سے پہلے بنی نوع انسان کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا۔ ایک وہ جو دُنیا میں قوانین الٰہیہ کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور خدائی حکومت کا قیام اپنا منتہائے نظر قرار دیتے ہیں، یہی مومن ہیں، یہی حزب اللہ ہیں، اور یہی فلاح وسعادت کی منزل کے راہی ہیں۔

دوسری جماعت کے لوگ پہلی قسم کی ضد ہیں۔ یہ لوگ خدائی نظام زندگی کو تسلیم نہیں کرتے۔ غیر خدا (طاغوتی طاقتوں) کے وضع کردہ دساتیر وقوانین کے پابند ہوتے ہیں۔ یہ خدا کے باغی ہیں۔

تیسری جماعت ان دو جماعتوں میں سے ہی پیدا ہو جاتی ہے، یہ لوگ فطرتاً غلام ہوتے ہیں۔ محکومی اُن کی سرشت میں مُضمر اور نفسانیت اُن کے خمیر میں داخل ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اصول سے ہٹ کر اپنے نفس کے داعیات کا ساتھ دیتے ہیں۔ ظاہر طور پر کبھی اپنے سطوت واقتدار کی خاطر اور کبھی تقدس واتقاء کے اظہار کے لئے مخلص لوگوں کے رفیق کار ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں، لیکن ان کے قلوب ہر وقت ایسے عزائم اور اعمال سے خائف رہتے ہیں جو بلندیٔ ملت کا معیارِ ارتقاء

بن سکیں! یہ لوگ اسلام کا گھونٹ تو پی لیتے ہیں لیکن وہ حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ دینِ حق کی تعلیم جو یقین وعمل کی رُوح پیدا کر دیتی ہے، اس سے یک قلم محروم رہتے ہیں۔ یہ جماعت اسلام کے کھلے دشمنوں (کافروں) سے اس لئے زیادہ خطرناک ہے کہ ان مدعیان اسلام کا خبث باطن ظاہری اقرار کی وجہ سے صاف طور پر محسوس نہیں ہوتا اور جہاں کافر اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ مُنہ کی کھاتے ہیں وہاں یہ رہزنانِ ملّت خفیہ ریشہ دوانیوں میں کامیاب ہوجاتے ہیں! مومن اور منافق کبھی دوست نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ دونوں کی فطرت میں تضاد، سرشت میں تخالف، زاویہ نگاہ میں تبائن، ذہنیت میں اختلاف، لائحہ عمل میں افتراق اور منزلِ مقصود میں بُعد المشرقین ہے۔

دوستی اور اتحاد کے لئے فکر ونظر میں یگانگت، قلب و دماغ میں موانست، خیال وعمل میں وحدت، اور منزلِ مقصود کی یکسانیت ضروری ہے۔ جہاں ان امور میں اتحاد و ائتلاف نہو وہاں دوستی کیسی؟

دوستی قلبی اتحاد کا نام ہے۔ جب دل ایک دوسرے سے الگ ہیں تو دِلی اتحاد کیسے ہو! کیا حکومت کا باغی اور جانباز سپاہی ایک دوسرے کے دوست ہوسکتے ہیں؟ نُور اور ظلمت اور خدا و شیطان کا اتحاد ناممکن ہے!

اللہ تعالےٰ نے اس شیطانی گروہ کے حالات نہایت وضاحت سے بیان فرمائے۔ سورۃ البقرہ۔ آلِ عمران۔ نساء۔ انفال، احزاب، محمد۔ فتح۔ حدید۔ مجادلہ اور حشر میں منافقوں کے اعمال وخصائص بیان کئے اور پھر ایک پوری سُورت (المنافقون) نازل فرمائی۔ کئی مثالیں دیں تاکہ مومن ان کی خفیہ سازشوں سے بچ سکیں اور اجتماعی مقاصد میں ان کے مقابلہ میں ملّت کی حفاظت کرسکیں۔

منافقوں کے اعمال وخصائص

قرآن عزیز کی تمام آیات سامنے رکھیں تو اُن کے اعمال وخصائص کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

"منافق زبان سے اقرار اور اعمال سے تکذیب کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ظاہری اقرار کی وجہ سے

دھوکہ دیتے ہیں۔ ان میں فتنہ پھیلاتے ہیں، کمزور اور نا سمجھ آدمیوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ کذب گوئی ان کا شعار ہے۔ صریحاً ایک بات کہتے ہیں۔ پھر انکار کر دیتے ہیں۔ احکام الٰہی اور آیات قرآنی کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ خوشحالیوں میں مسلمانوں کے ساتھی بنے رہتے ہیں مگر جب قربانیوں کا وقت آتا ہے تو سب سے آخری صفوں میں بھی نظر نہیں آتے۔ مُفسِد ہوتے ہوئے اپنے آپ کو مصلح سمجھتے ہیں۔ وہ راستبازی کو بے وقوفی اور نفاق کو دانشمندی سمجھتے ہیں۔ وہ دین سے زیادہ دنیا کے خواہاں ہیں۔ اسلام کے جو احکام ان کے شخصی اغراض کے برخلاف ہوتے ہیں اُن سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

مسلمانوں سے ظاہری تعلقات رکھتے ہوئے اسلام کے دشمنوں سے بھی سازگاری رکھتے ہیں۔ دونوں طرف ملے رہنے میں یہ مصلحت سمجھتے ہیں کہ اگر دشمن فتح مند ہو گئے تو ان کے پاس بھی جگہ بنی رہیگی۔ غرض کے بندے ہیں، اُن کی خوشنودی کا سارا دارومدار "دنیا" اور "دنیا کا حصول" ہے۔ راہ حق کی آزمائشوں میں اخلاص و یقین نہ ہونے کی وجہ سے مضطرب ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دلوں میں کھوٹ ہے اسلئے ڈرے اور سہمے رہتے ہیں۔"

ہمیشہ ظہور میں آنے والی گمراہی

کفر کی طرح نفاق بھی محض عہدِ نزول کی پیداوار نہ تھا بلکہ یہ ہمیشہ ظہور میں آنے والی انسانی گمراہی، وہ اگر ایک وقت عبداللہ ابن اُبی بن کر عرب میں ظاہر ہوتا ہے تو جعفر اور صادق کے روپ میں ہندوستان میں بھی جنم لے سکتا ہے۔

دورِ حاضر کا مسلمان اگر اپنے ایمان و عمل کا احتساب کرے تو اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ نفاق کی حقیقت سمجھنے کے لئے وہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے۔ اس کی پوری زندگی جس سانچہ میں ڈھلی ہے وہ نفاق کا کامل ترین نمونہ ہے۔ یورپ کے فکر و دانش نے نفاق کو بھی سائنٹفک بنا دیا ہے۔ اسے ڈپلومیسی (Diplomacy) اور سیاسی حکمت عملی (Political strategy) کا خوشنما نام دے کر "دنیا کے بندوں" کو مانوس کر دیا ہے۔

شاعر مشرق نے اس فتنہ سے یوں آگاہ کیا ہے ؎

الاماں از روح جعفر الاماں

الاماں از جعفرانِ ایں زماں

آیات ۸-۹ : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۞۹

ترجمہ | لوگوں میں سے (ایک جماعت ان کی) ہے جو کہتے ہیں ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں مگر (حقیقت یہ ہے کہ) وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ ایمان کا دعویٰ کر کے چاہتے ہیں) اللہ کو اور مومنوں کو دھوکا دیں حالانکہ (دوسروں کو کیا دھوکہ دینگے) وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اگرچہ (جہل و سرکشی سے) اس کا شعور نہیں رکھتے۔

الفاظ :-

(۵۲) اَلنَّاس : واحد اِنس (ناس۔ اناس۔ الناس) لوگ۔

مَنْ : ـــــ موصولہ ـــــ جو

اٰمَنَّا ، صیغہ جمع متکلم۔ دیکھو نمبر ۳۱۔

(۵۳) يُخٰدِعُوْنَ :خدعٌ مادہ ہے۔ لغت میں بُری بات کے چھپانے اور اسکے برعکس دکھلانے کو کہتے ہیں۔ تاکہ مخاطب کو دھوکہ ہو۔ خزانہ کو مَخْدَع اور گردن کی دو رگوں کو اَخْدَعَان اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مخفی ہوتی ہیں (خَادَعَ يُخَادِعُ)۔ (اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ) محاورہ ہے۔

خَادَعَ کسی کو دھوکا دینے کے قصد پر بھی بولا جاتا ہے (تاج العروس)

اِلَّا : حرف استثناء (سوا)۔

(۵۴) اَنْفُسَهُمْ : اَنْفُسَ + هُمْ (ضمیر) واحد نفس

نفس کے معانی عموماً ہوتے ہیں جان ۔ روح حیوانی ۔ روح انسانی ۔ جنس ۔ ساتھی
سَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ (ساتھی) ۔ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (جنس)

(۵۵) یَشْعُرُوْنَ : (شَعَرَ یَشْعُرُ) مضارع جمع غائب مذکر۔

شَعْر بال کو کہتے ہیں ۔ اس کی جمع اَشْعَار آتی ہے (وَ اَشْعَارِهَا : النحل ۹) شَعَرْتُ کے معنی ہیں میں نے ایسا دقیق علم حاصل کیا گویا کہ اس کے بالوں تک پہنچ گیا ۔ شِعْر بھی اصل میں دقیق کلام کو کہتے ہیں (راغب)

مَشَاعِر حواس کو کہتے ہیں شُعُوْر علم سے زیادہ باریک بینی چاہتا ہے

تشریح مدینہ میں ایک شخص عبداللہ ابن ابی ابن سلول قبیلہ خزرج کا سردار تھا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے اہل مدینہ اسے بادشاہ بنانے والے تھے ۔ ذاتِ حق کی تجلیوں نے ان کے قلوب میں ایک نئی لگن پیدا کر دی ۔ معیار شرف روحانی پاکیزگی اور سیرت کی بلندی قرار پایا ۔ مدینہ میں رہنے والوں نے یہودیوں سمیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار مان لیا ۔ یہ شخص اُس جماعت کا سردار بن گیا جو سوسائٹی کے دباؤ کے ماتحت علانیہ مخالفت نہ کر سکتی تھی لیکن خفیہ طور پر اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف ہر ممکن کوشش سے باز نہ آتی ۔ اس جماعت کی ایمانی کیفیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ صرف زبان سے اقرار کرتے ہیں ۔ ان کے دل نورِ ایمان سے خالی ہیں ۔ انھیں آگاہ کر دیا کہ ان کی عیاری علیم و بصیر خدا سے چھپی ڈھکی نہیں ۔ اس لئے یہ خود فریبی ان کے لئے موجبِ ہلاکت ہے +

آیت ۱۰ : فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۵ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ (۱۰)

ترجمہ یہ لوگ ایمان کے دعویدار ہیں لیکن) اُن کے دلوں میں (زبان کے اقرار کے باوجود عملی انکار کا) روگ موجود ہے ۔ پس اللہ نے (دعوتِ

حق کو کامیاب کر کے) ان کا روگ اور زیادہ کر دیا۔ سو ایسے لوگوں کے لئے (کامیابی کی جگہ) دردناک عذاب (کی نامرادی) ہے اس لئے کہ وہ (اپنی نمائش میں) جھوٹے ہیں۔

الفاظ:۔

(۵۶) مَرَض: لغت میں بدن کی اس حالت غیر طبعی کو کہتے ہیں جو افعال طبیعہ میں خلل انداز ہوتی ہے (لَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ۔ النور ۲۴: ۶۱)

مجازاً ان اغراض نفسانیہ کو بھی کہتے ہیں جو نفس کے کمال میں مُخل ہوتے ہیں جیسے جہالت۔ جبن۔ بخل اور نفاق وغیرہ (البقرہ: ۱۰)

——زَادَ: فعل ماضی (زَادَ يَزِيدُ)۔

——عَذَاب: دیکھو نمبر ۵۰

——اَلِيْمٌ: اَلَم کے معنی دَرد کے ہیں جو ادراک نا ملائم کا نام ہے۔ یہاں اَلِيْم مُؤْلِم ہے۔

——بِمَا = بِ (سببیہ) + مَا (موصولہ): اس سبب سے کہ

(۵۷) كَانُوْا يَكْذِبُوْن:۔ ماضی استمراری صیغہ جمع غائب (كَذَبَ يَكْذِبُ)۔ کِذب (جھوٹ) صدق کی ضد ہے۔ قَوْل کَاذِب وہ ہے جو واقع کے خلاف ہو اور فعل کاذب وہ ہے جو قول کے خلاف ہو۔ یہ لفظ قول و فعل دونوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔

تشریح | منافق درپردہ اسلام کی بیخ کنی کی فکر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے "اسلام" کو شوکت و قوت عطا کی۔

یہ لوگ رنج و حسد کے آزار میں پہلے ہی مبتلا تھے۔ اب آفتاب عالمتاب کی چمک نے انکو اور بھی اندھا کر دیا۔ یہی مرض کا زیادہ کرنا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اسلئے ہے کہ یہ دلی روگ ان کے اعمال بد کی سزا تھی ورنہ مُسبب حقیقی نے تو اسلام کو نورِ ہدایت بنایا تھا کہ وہ اپنے دل کی تاریکیوں سے نجات حاصل کریں۔

آیت نمبر ۱۱-۱۲ :- وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾

ترجمہ | اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ مُلک (زمین) میں فساد نہ پھیلاؤ وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو یہی لوگ ہیں جو خرابی (فساد) پھیلانے والے ہیں لیکن وہ (اپنی جہالت و سرکشی کی حالت کا) شعور نہیں رکھتے۔

الفاظ :-

—— اِذَا :- حرف شرط (جب)۔

—— قِيْلَ :- ماضی مجہول (اصل میں قُوِلَ تھا)۔ کہا جاتا ہے۔

—— لَهُمْ :- لَ (واسطے)۔ هُمْ (ان کے) ان کے لئے۔

(۵۸) لَا تُفْسِدُوا : نہی جمع حاضر (فَسَدَ يُفْسِدُ) اِفساد کے معنی ہیں کسی چیز کا اعتدال سے نکل جانا تھوڑا ہو یا بہت۔ اس کی ضد صَلَاح ہے۔ اس کا استعمال نفس۔ بدن اور ان اشیا میں ہوتا ہے جو حدِ اعتدال سے نکل گئی ہوں —— (راغب)

(۵۹) الْاَرْض :- ہر چیز کے نچلے حصے کو ارض کہدیا جاتا ہے۔ جس طرح ہر چیز کے اوپر کے حصہ کو کہدیتے ہیں (راغب) ارض کے مصدری معنی الرَّعْد (کانپنا) یا الدَّوَار (چکر کھانا) بھی آتے ہیں —— تاج۔

چٹائی کو، گھوڑے وغیرہ کی ٹانگوں کے نچلے حصہ کو اور جوتی کے تلوے کو جو زمین سے لگتا ہے ارض کہدیا جاتا ہے۔ مجازاً قلب انسانی کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے —— (راغب)

—— اِنَّمَا : کلمہ حصر (جز این نیست۔ سوائے اسکے نہیں)

— نَحْنُ : ضمیر متکلم جمع ۔(واحد: اَنَا) ۔ ہم

— مُصْلِحُوْنَ : مصدر اِصْلَاح (اَصْلَحَ یُصْلِحُ) مُصْلِحٌ (واحد اسم فاعل) اصلاح کرنیوالا۔

(۴۰) اَلَآ : حرف تنبیہ ہے جو مخاطب کو آئندہ کلام کی طرف خصوصیت سے متوجہ کرنے کے لیے آتاہے۔ منافقین اصلاح کے دعویدار بن کر عوام کو دھوکہ دے سکتے تھے۔ اسلئے ان کو آگاہ کرنے کے لئے حرف تنبیہ لایا گیا ہے۔

— وَلٰكِنْ : حرف استدراک (غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے آتا ہے)۔ لیکن۔

تشریح منافق ایک طرف اسلام کا دعوٰی کرتے ہیں اور دوسری طرف مشرکین اور یہود سے مل کر ان کی تائید کرتے اور انھیں جنگ پر اکساتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوادیں (سورہ حشر: ۱۲) ۔(منافقون :) ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو بہانے بناتے ہیں کہ ہماری نیت نیک تھی۔ ہم اصلاح چاہتے ہیں۔ رہیں یہ باتیں تو یہ صرف مصلحتاً کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ مفسد ہیں۔ ان کے طرزِ عمل سے فساد بڑھ رہا ہے +

آیات ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ : وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۱۵ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا

كَانُوا مُهْتَدِيْنَ ۱۶

ترجمہ اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح (اور مخلص) لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم (بھی اسی طرح) ایمان لے آئیں جس طرح احمق لوگ ایمان لائے (یعنی جس طرح ان راستباز لوگوں نے اپنے دنیوی نفع و نقصان کی کچھ پروا نہ کی اور بے سرو سامانی و مظلومی کی حالت میں دعوتِ حق کا ساتھ دیا اسی طرح ہم بھی ساتھ دیں؟) یاد رکھو یہ (عقل کے دعویدار) ہی درحقیقت بے وقوف ہیں۔ اگرچہ (جہالت و کفر کی وجہ سے) اپنی حالت کا شعور نہیں رکھتے۔ جب یہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو (دعوتِ حق پر) ایمان لا چکے ہیں تو اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے ہیں لیکن جب اپنے شیطانوں کے ساتھ الگ ہو کر ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے ورنہ (ویسے دل سے تو) تمھارے ہی ساتھ ہیں (یہ اپنی جگہ ایمان والوں سے تمسخر کرتے ہیں) حالانکہ (اُن کی بدبختی کی وجہ سے) خود ان ہی کے ساتھ اللہ (بطور سزا) تمسخر کر رہا ہے۔ اللہ (کے قانون جزاء و سزا) نے (مہلت کی) رسی ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے، اور وہ سرکشی (کے طوفان) میں بھکے چلے جا رہے ہیں! (یاد رکھو) یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی (اور اپنی اس منافقانہ روش کو نفع مند تجارت سمجھا) لیکن نہ تو اُن کا یہ سُود فائدہ مند ثابت ہوا اور نہ وہ ہدایت ہی پر قائم رہے!

الفاظ:۔

اٰمِنُوْا: واحد اٰمِنْ (ایمان لاؤ) امر مخاطب۔ اٰمَنَ يُؤْمِنُ (اِفْعَل)

(۶۱) كَمَآ: یہاں کاف نصب کے محل میں ہے کیونکہ مفعول مطلق محذوف کی صفت واقع ہوا ہے تقدیر عبارت یوں ہے (اٰمِنُوْا اِيْمَانًا مُمَاثِلًا لِاِيْمَانِهِمْ)۔

النّاس : (لوگ) واحد اِنس ـــــ اَلْ جنس کے لئے ہے۔

نُؤْمِنُ : مضارع جمع متکلم (ہم ایمان لائیں)۔

(۶۲) اَلسُّفَهَآءُ : واحد سَفِیْہ ۔ سَفَہُ کے اصل معنی "ہلکا پن" ہیں (سَفِهَتِ الرِّيْحُ الشَّیْئَ: ہوا اُس چیز کو اڑا لے گئی) اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر عقل کے خفیف ہونے کی وجہ سے ہے۔ جو لوگ کمزوریٔ عقل اور خفتِ رائے کی وجہ سے اپنا مال صحیح طور پر خرچ نہیں کر سکتے ان کو بھی سفیہ کہا جاتا ہے (النساء : ۵)

اسراف کرنے کے معنوں میں بھی مستعمل ہے : سَفِهْتُ الشَّرَابَ اِذَا اَكْثَرْتُ مِنْهُ وَلَمْ تَرْوِ : یعنی شراب کے استعمال میں اسراف سے کام لیا اور سیر نہ ہوا ! (لسان العرب جلد تاج العروس جلد ۹)۔

(۶۳) خَلَوْا :۔ خَلَا مکان اور زماں دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بلحاظ زمانہ ۔ اس کے معنی ہیں : مَضٰى وَذَهَبَ (گزر گیا اور چلا گیا)

(۱)۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۱۳۴) + (۲) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ۱۴۴)

خَلَا اِلَيْهِ یا خَلَا فُلَانٌ بِفُلَانٍ کے معنی آتے ہیں ـــ وہ اسکے ساتھ خلوت میں ہوا۔

(۶۴) شَيٰطِيْنَ :۔ (واحد شیطان) مادہ شطن جس کے معنی ہیں "دُور ہوا"۔ شیطان وہ ہستی ہے جو رحمت الٰہی سے دور ہوئی۔ بعض نے (شَاطَ يُشِيْطُ) سے مشتق کہا ہے جس کے معنی ہیں ـــ غضب میں جل گیا)۔

شیطان ہر ایک سرکش کا نام ہے جنّوں میں سے ہو، انسانوں سے ہو یا حیوانوں میں سے (ابوعبیدہ) انسانوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں ـــ (شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ـــ القرآن) بعض دفعہ بُرے خُلق کو بھی شیطان کہتے ہیں (راغب)۔ حسد بھی ایک شیطان ہے اور غضب بھی ایک شیطان ہے (الحدیث) یہاں شیاطین سے مراد انسانی شیاطین ہیں۔ رُؤَسَائِهِمْ فِي الْكُفْرِ ۔ ابن عباس ۔

(۶۰) مُسْتَهْزِءُوْنَ :- اسم فاعل مصدر اِسْتِهْزَاءٌ معنی اِنْزَالُ الْهَوَانِ وَالْحَقَارَةِ ؛ ذلت اور حقارت کا نازل کرنا (کشاف) (اِسْتَهْزَءَ يَسْتَهْزِءُ)

مجازاً اِستہزا سے مراد تحقیر اور ذلت کا وارد کرنا ہے ۔۔۔ (روح المعانی)

اِستہزا ایسے طریق پر تحقیر کرنے کو کہتے ہیں جس پر ہنسی آجائے (غزالیؒ)

اِستہزا کی اصل ھزا ہے جس کے معنی ہیں 'خفت' - اِستہزا کی اصل غرض دوسرے کی تحقیر ہے اور ہنسنا ایک ذریعہ ہے جس سے وہ تحقیر کی جاتی ہے محض ہنسنا جس کی غرض دوسرے کی تحقیر نہ ہو استہزا نہیں کہلاتا ۔ (بیضاوی)

(۶۶) يَمُدُّ : (مَدَّ يَمُدُّ) مَدَّ کے معانی ہیں :(۱) جَرَّ (کھینچنا ۔ الحجر: ۸۸ - راغب)

(۲) بَسَطَ (پھیلانا ۔ الفرقان ۴۵ - تاج)

(۳) اِمْهَال (مہلت دینا ۔ ڈھیل دینا) ۔ (۴) مدد دینا ۔

یہاں تیسرے معنی مراد ہیں ۔

(۶۷) طُغْیَان : (طَغٰی یَطْغٰی) طَغْوٌ کے معنی ہیں نافرمانی ہیں حد سے گزر جانا ۔۔۔ (راغب)

طاغوت اسی سے ہے ۔

۶۸ يَعْمَهُوْنَ : (عَمِهَ يَعْمَهُ) عَمَهٌ کے معنی ہیں حیرانی کی وجہ سے کسی امر میں متردد ہونا ۔ یہ لفظ صرف رائے کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور عَمًى اندھاپن (ظاہری نابینائی) اور رائے کی نابینائی دونوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے ۔

عَمَهٌ کے تین معانی مستعمل ہیں (۱) متحیر و حیران ہونا (۲) رُشد سے اندھا ہونا (۳) سر نیچے کر لینا اور جو آگے سے آرہا ہو اُسے نہ دیکھنا ۔

یہاں یہ مُراد ہے کہ منافقین جن شرارتوں میں پڑے ہوئے ہیں بلا سوچے سمجھے ان میں بڑھتے جاتے ہیں

(۶۹) اِشْتَرَوْا :- مادہ شَرٰی (اِشْتَرٰی یَشْتَرِیْ) عموماً شِرَاء کے معنی خریدنا (قیمت دینا اور چیز لینا) اور بَیْع کے معنی بیچنا (چیز دینا اور قیمت لینا) آتے ہیں لیکن جب چیز کے عوض چیز لی جائے

دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں اسلئے اِشتراء ہر معاملہ پر بولا جاتا ہے (راغب)
قاموس میں ہے :۔ کُلُّ مَنْ تَرَكَ شَيْئًا وَ تَمَسَّكَ بِغَيْرِهِ فَقَدِ اشْتَرَاهُ : جب
کوئی شخص ایک چیز کو چھوڑ کر کوئی اور چیز اختیار کرے تو یہ بھی اِشتراء ہے ۔

یہاں اشتراء انھی معنوں میں آیا ہے ۔

۷۔ مَا رَبِحَتْ :۔ رِبح اس فائدے کو کہتے ہیں جو اصلی سرمایہ پر حاصل ہو ۔

۔۔۔ مُهْتَدِيْنَ : اصل میں مُهْتَدِيُوْنَ تھا ۔ باب افتعال دیکھو ہدایت نمبر

تشریح ان آیات میں منافقین کی عیاری اور ہوشیاری کو یوں ظاہر کیا کہ وہ مسلمانوں سے بھی ظاہرداری کے طور پر تعلقات رکھتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ بھی دوستی کا رشتہ استوار کرتے ہیں مسلمان سادہ لوح ہیں ۔ اسلئے کلام موکد کی ضرورت نہیں سمجھتے (قَالُوْا اٰمَنَّا) ان کی سادہ مزاجی ، نیک خوئی اور دیانت کا نام سفاہت رکھ کر اپنی بد دیانتی پر نازاں ہیں ۔ شیاطین (کفار اور منافقین کے سرغنے) جو کبر و نخوت کے مجسمے ہیں ان کے دلی رازدار ہیں ۔ ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کلام موکد (اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ) ضروری سمجھتے ہیں ۔ اس روش کو وہ اپنی دانشمندی خیال کرتے ہیں ۔ لیکن اللہ تعالےٰ جو ان کی طبعی قوتوں اور دنیوی عارضی متاع کی وسعتوں سے خوب واقف ہے ۔ ان کی اس فریب جوئی پر انھیں یوں متنبہ کرتا ہے کہ اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور فطری ہدایت کے نور کو دنیوی متاع کے عوارض میں کھو دیا تو عمل کا وقت ختم ہوتے ہی انھیں معلوم ہو جائیگا کہ اصل مال (یعنی فطرت سلیمہ) بھی برباد ہو گیا اور نفع بھی کچھ نہ ملا ۔

اِستہزا کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف :۔

اِسْتِهْزَا ۔ مکر اور خدع وغیرہ اوصاف کو اللہ تعالےٰ کی طرف مجازاً منسوب کیا جاتا ہے ۔ اللہ کی ذات ان اوصاف ضمیمہ سے پاک ہے ۔ مگر محاورہ میں فعل بد کی جزا و سزا کے لئے بھی وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو اصل فعل کے لئے ۔ (جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا : جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ) ۔

لیکن لفظی مشابہت معنوی یگانگت پر دلیل نہیں بلکہ وہ اس کے مخالف اس فعل بد کی سزا پر دلالت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی مجرم یا ظالم کو سزا دینا سرتاسر رحمت و عدالت کی نمود اور شفقت و احسان کا نشان ہے۔

یہاں یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ میں اللہ کو مقدم کر کے مومنین حق کے مقام بلند اور قرب کی طرف اشارہ کیا۔ جس طرح کوئی بادشاہ باوفا اور دیانتدار ملازم کے مخالف کو خود کہے کہ اب بادشاہ (اس کی بجائے) خود تمھارا مقابلہ کرے گا تاکہ وہ شاہی سطوت و جلال کی بنا پر اپنی ناشائستہ حرکت سے باز آجائے۔

(یَسْتَهْزِئُ) جملہ فعلیہ اس لئے فرمایا کہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرے اور وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے مصائب کا نازل ہونا ان کو معلوم ہو جائے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے:

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ ✦

اَلدُّرُوسُ الْعَرَبِيَّة

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ وَالثَّلَاثُوْنَ

(١) كَيْفَ اَنْتَ ؟ طَيِّبٌ خَالِصٌ ، اَدْعُوْ لَكَ -

(٢) كَيْفَ حَالُكِ يَا سَيِّدَتِيْ ؟ طَيِّبٌ كَثِيْرٌ ، اَللّٰهُ يُسَلِّمُكِ -

(٣) كَيْفَ صِحَّتُكَ ؟ طَيِّبَةٌ جِدًّا - عَالٌ -

(٤) كَيْفَ حَالُ اُمِّكِ ؟ لَيْسَتْ طَيِّبَةً - مُشْ مَبْسُوْطَهْ -

(٥) كَيْفَ حَالُ اَبِيْكَ ؟ هُوَ مَبْسُوْطٌ - بِخَيْرٍ - كَثَّرَ خَيْرُكَ -

(٦) كَيْفَ صِحَّةُ اَخِيْكِ ؟ اِنَّهُ فِيْ غَايَةِ الصِّحَّةِ التَّامَّةِ -

(٧) اِزَّى (كَيْفَ) جَارُكَ ؟ مُصَابٌ بِدَاءِ السِّلِّ -

(٨) لَا سَمِحَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ فِيْهِ اِلَّا الْجِلْدُ وَ الْعَظْمُ -

(٩) اِذَا اعْتَنَوْا بِهٖ تَمَامًا ، يُمْكِنُ يَشْفِيْ ، يَلْزِمُهٗ اَنْ يُغَيِّرَ الْهَوَاءَ دَائِمًا -

---

اَلدَّرْسُ السَّابِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ

(١) مَا مِقْدَارُ عُمْرِكَ ؟ عُمْرِيْ عَشْرُ سَنَوَاتٍ -

(٢) مَا هُوَ عُمْرُ اَخِيْكَ ؟ عُمْرُهٗ خَمْسُ سَنَوَاتٍ -

(٣) مَا عُمْرُ سَعْدٍ ؟ عُمْرُهٗ اِثْنَيْ عَشَرَ سَنَةً

(۴) مَا هُوَ عُمْرِیْ ؟ عُمْرُكَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ـ
(۵) مَا هُوَ عُمْرُكَ ؟ عُمْرِیْ اَحَدَ عَشَرَ سَنَةً ـ
(۶) (يَظْهَرُ اَنَّكَ اَكْبَرُ ــــ اِفْتَكَرْتُ بِاَنَّكَ اَكْبَرُ ــــ ظَنَنْتُ بِاَنَّكَ اَكْبَرُ)
(۷) كَمْ عُمْرُ اَخِيْكَ الْاَكْبَرِ ؟ عُمْرُهٗ تَقْرِيْبًا خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً ـ سَيَكُوْنُ عُمْرُهٗ سِتَّةَ عَشَرَ سَنَةً فِی الشَّهْرِ الْاٰتِیْ ـ
(۸) عُمْرِیْ كَانَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَنَةً فِی الْاُسْبُوْعِ الْمَاضِیْ

اَلدَّرْسُ الثَّامِنُ وَالثَّلَاثُوْنَ

(۱) كَمْ يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ عُمْرُ عَمِّكَ ؟
(۲) يُمْكِنُ يَكُوْنُ عُمْرُهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً ـ
(۳) عُمْرُهٗ تَقْرِيْبًا سِتِّيْنَ سَنَةً ـ
(۴) اِنَّ عُمْرَهٗ حَوَالِی السِّتِّيْنَ ـ
(۵) مَا افْتَكَرْتُ بِاَنَّهٗ عَجُوْزٌ هٰكَذَا ـ
(۶) مَا افْتَكَرْتُ بِاَنَّهٗ كَبِيْرٌ هٰكَذَا ـ
(۷) هُوَ رَجُلٌ عُمْرُهٗ خَمْسِيْنَ فَمَا فَوْقُ ـ
هُوَ رَجُلٌ عُمْرُهٗ خَمْسِيْنَ فَصَاعِدًا ـ
(۸) يُمْكِنُ عُمْرُهٗ يَكُوْنُ سِتِّيْنَ سَنَةً اَوْ حَوَالِی ذَالِكَ ـ
(۹) هُوَ فَوْقَ الثَّمَانِيْنَ ـ
(۱۰) هٰذَا عُمْرٌ كَبِيْرٌ ـ

(۱۱) هَلْ هُوَ عَجُوْزٌ بِمِثْلِ هٰذَا الْمِقْدَارِ ۔

(۱۲) اِنَّهُ ابْتَدَأَ فِي سِنِّ الشَّيْخُوْخَةِ ۔

اَلدَّرْسُ التَّاسِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ

(۱) كَمْ وَلَدًا فِيْ صَفِّكُمْ ؟ فِيْ صَفِّنَا اَرْبَعُوْنَ وَلَدًا ۔

(۲) كَمْ وَلَدًا حَاضِرُوْنَ الْيَوْمَ؟ خَمْسَةٌ وَ ثَلٰثُوْنَ وَلَدًا حَاضِرُوْنَ الْيَوْمَ ۔

(۳) كَمْ وَلَدًا غَائِبُوْنَ ؟ ثَلَاثَةُ اَوْلَادٍ غَائِبُوْنَ ۔

(۴) كَمْ وَلَدًا قَارِئُوْنَ ؟ اَلْوَلَدُ الْوَاحِدُ قَارِئٌ ۔

(۵) كَمْ عَدَدُ الْاَوْلَادِ غَائِبُوْنَ بِالْاِجَازَةِ ؟
اَلْوَلَدُ الْوَاحِدُ غَائِبٌ بِالْاِجَازَةِ ۔

(۶) هَلْ كُنْتَ حَاضِرًا اَمْسِ ؟ لَا۔ كُنْتُ غَائِبًا اَمْسِ ۔

(۷) لِمَا ذَا كُنْتَ غَائِبًا ؟ لِاَنِّيْ كُنْتُ مَرِيْضًا ۔

(۸) هَلْ اَنْتَ بِخَيْرٍ الْيَوْمَ؟ نَعَمْ۔ اَنَا طَيِّبٌ اَلْيَوْمَ ۔

اَلدَّرْسُ الْاَرْبَعُوْنَ

اَلْيَوْمُ : آج + الْبَارِحُ ۔ اَلْبَارِحَةَ ۔ اَمْسِ : کل + الْغَدُ ۔ غَدَاةً ۔
بَاكِرٍ : کل + يَوْمُ الْاَحَدُ : اتوار + يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ : پیر + يَوْمُ الثَّلَاثَاءِ : منگل +

(١) اَیُّ یَوْمٍ اَلْیَوْمَ ؟ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الاِثْنَیْنِ ۔

(٢) فِیْ اَیِّ یَوْمٍ نَحْنُ ؟ نَحْنُ فِیْ یَوْمِ الاِثْنَیْنِ ۔

(٣) اَیُّ یَوْمٍ کَانَ اَمْسِ ؟ کَانَ اَمْسِ یَوْمَ الاَحَدِ ۔

(٤) اَیُّ یَوْمٍ یَکُوْنُ غَدًا ؟ یَکُوْنُ الغَدُ یَوْمَ الثَّلَاثَاءِ ۔

(٦) هَلْ تَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ یَوْمَ الاَحَدِ ؟

لَا ۔ اَنَا لَا اَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ یَوْمَ الاَحَدِ ۔

(٧) لِمَ لَا تَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ یَوْمَ الاَحَدِ ؟

لِاَنَّ یَوْمَ الاَحَدِ عُطْلَةٌ لِمَدَارِسِ الْحُکُوْمَةِ ۔

(٨) هَلْ یَجِیْءُ مُعَلِّمُکُمُ الْمَدْرَسَةَ یَوْمَ الاَحَدِ ؟

لَا ۔ هُوَ لَا یَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ یَوْمَ الاَحَدِ ۔

(٥) هَلْ تَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ کُلَّ یَوْمٍ ؟

نَعَمْ اَجِیْءُ الْمَدْرَسَةَ کُلَّ یَوْمٍ ۔

اَلدَّرْسُ الْوَاحِدُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

فِی الْاَوْقَاتِ

ثَانِیَةٌ : سیکنڈ ۔ ثَوَانِیْ جمع + دَقِیْقَةٌ : منٹ ۔ دَقَائِقُ جمع + سَاعَةٌ : گھنٹہ ۔ سَاعَات جمع + یَوْمٌ : دن ۔ اَیَّام جمع + اُسْبُوْعٌ : ہفتہ ۔ اَسَابِیْع جمع + شَهْرٌ : مہینہ ۔ شُهُوْرٌ جمع + سَنَةٌ : سال ۔ سِنِیْن جمع +

---

(١) کَمْ ثَانِیَةً فِیْ دَقِیْقَةٍ ؟ فِی الدَّقِیْقَةِ سِتُّوْنَ ثَانِیَةً ۔

(۲) كَمْ دَقِيْقَةً فِيْ سَاعَةٍ ؟ فِي السَّاعَةِ سِتُّوْنَ دَقِيْقَةً -
(۳) كَمْ سَاعَةً فِيْ يَوْمٍ ؟ فِي الْيَوْمِ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ سَاعَةً -
(۴) كَمْ يَوْمًا فِيْ شَهْرٍ ؟ فِي الشَّهْرِ ثَلٰثُوْنَ يَوْمًا -
(۵) كَمْ اُسْبُوْعًا فِيْ شَهْرٍ ؟ فِي الشَّهْرِ اَرْبَعَةُ اَسَابِيْعَ -
(۶) كَمْ شَهْرًا فِيْ سَنَةٍ ؟ فِي السَّنَةِ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا -
(۷) ذَكِّرْ اَيَّامَ الْاُسْبُوْعِ ؟ اَيَّامُ الْاُسْبُوْعِ : اَلْاَحَدُ - اَلْاِثْنَانِ (اَلْاِثْنَيْنِ) - اَلثَّلَاثَاءُ - اَلْاَرْبِعَاءُ - اَلْخَمِيْسُ - اَلْجُمُعَةُ - اَلسَّبْتُ -

اَلدَّرْسُ الثَّانِيْ وَالْاَرْبَعُوْنَ

فِي الْاَوْقَاتِ

(۱) اَلسَّاعَةُ كَمْ ؟ / كَمِ السَّاعَةُ ؟ — اَلسَّاعَةُ ثَانِيَةَ عَشَرَ -

(۲) فِيْ اَيِّ وَقْتٍ تَجِيْءُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ ؟
اَجِيْءُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ فِي السَّاعَةِ السَّابِعَةِ -

(۳) فِيْ اَيِّ وَقْتٍ يُفْتَحُ الْمَدْرَسَةَ ؟
اَلْمَدْرَسَةُ يُفْتَحُ فِي السَّاعَةِ الْعَاشِرَةِ -

(۴) فِيْ اَيِّ وَقْتٍ تُقْفَلُ الْمَدْرَسَةُ
اَلْمَدْرَسَةُ تُقْفَلُ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ -

(۵) فِيْ اَيِّ وَقْتٍ تَقُوْمُ مِنَ النَّوْمِ ؟
اَنَا اَقُوْمُ مِنَ النَّوْمِ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ صَبَاحًا -

(۶) فِی أَیِّ وَقْتٍ تَنَامُ؟ أَنَامُ فِی السَّاعَةِ التَّاسِعَةِ مَسَاءً
(۷) مَتٰی تَلْعَبُ؟ أَلْعَبُ مَسَاءً۔
(۸) مَتٰی تَغْتَسِلُ؟ أَغْتَسِلُ صَبَاحًا۔

اَلدَّرْسُ الثَّالِثُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

اَلزَّمَنُ

(۱) اَللَّیْلُ وَ النَّهَارُ یَوْمٌ، وَ الْیَوْمُ اَرْبَعٌ وَ عِشْرُوْنَ سَاعَةً۔
(۲) اَلنَّهَارُ یَبْتَدِئُ مِنْ وَقْتِ شُرُوْقِ الشَّمْسِ۔
(۳) وَ اللَّیْلُ یَبْتَدِئُ مِنْ وَقْتِ غُرُوْبِهَا۔
(۴) اَلصُّبْحُ اَوَّلُ النَّهَارِ۔
(۵) وَ الظُّهْرُ وَسَطُهٗ۔
(۶) وَ الْمَغْرِبُ اٰخِرُهٗ۔
(۷) اَلْمَغْرِبُ اَوَّلُ اللَّیْلِ۔
(۸) وَ السَّحَرُ قُبَیْلَ الْفَجْرِ۔
(۹) وَ الْفَجْرُ اٰخِرُهٗ۔

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

(۱) كَمْ شُبَّاكًا فِی هٰذِهِ الْحُجْرَةِ؟
فِی هٰذِهِ الْحُجْرَةِ اَرْبَعَةُ شَبَابِیْكَ۔

(۲) عُدَّهَا ! وَاحِد - اِثْنَان - ثَلٰثَه - اَرْبَعَه -

(۳) كَمْ صُوْرَةً تَرٰى عَلَى الحِيْطَان ؟

اَنَا اَرٰى ثَلٰثَ صُوَرٍ عَلَى الحِيْطَانِ -

(۴) عُدَّهَا ! وَاحِدٌ - اِثْنَان - ثَلٰثَه -

(۵) كَمْ اِصْبَعًا لَكَ فِيْ اِحْدٰى يَدَيْكَ ؟

لِيْ خَمْسُ اَصَابِعَ فِيْ اِحْدٰى يَدَيَّ -

(۶) عُدَّهَا ! وَاحِد - اِثْنَان - ثَلَاثَة - اَرْبَعَة - خَمْسَة -

(۷) كَمْ اِصْبَعًا لَكَ فِيْ رِجْلَيْكَ ؟

لِيْ عَشْرُ اَصَابِعَ فِيْ رِجْلَيَّ -

(۸) عُدَّهَا !

وَاحِد - اِثْنَان - ثَلٰثَة - اَرْبَعَةٌ - خَمْسَةٌ - سِتَّةٌ - سَبْعَةٌ - ثَمَانِيَةٌ - تِسْعَةٌ - عَشَرَةٌ -

(۹) كَمْ وَرَقًا عَلَى الشَّجَرَةِ ؟ عَلَى الشَّجَرَةِ اَوْرَاقٌ كَثِيْرَةٌ -

(۱۰) هَلْ تَسْتَطِيْعُ عَدَّهَا ؟ لَا اَنَا لَا اَسْتَطِيْعُ عَدَّهَا -

(۱۱) لِمَ لَا تَقْدِرُ عَدَّهَا ؟ لِاَنَّهَا كَثِيْرَةُ العَدَدِ لِلْغَايَةِ -

الدروس العربیہ

(متسلسل)

ان اسباق کا سلسلہ مئی ۱۹۲۱ء سے جاری ہے - اب تک یہ بلا ترجمہ شائع ہوتے ہیں - اس اشاعت سے قارئین محترمین کی آسانی کے لئے ان کا ترجمہ بھی انشاءاللہ

شائع ہوتا رہیگا۔ ترجمہ بین السطور یا اصل عبارت کے محاذی کالم میں طلاب علم کے ذہن و حافظہ کے لیئے زحمت بیداری گوارا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رکھتا۔ اسلئے اس سے اجتناب کرکے ترجمہ کو الگ جگہ دی گئی ہے۔

چھتیسواں سبق

اس سبق میں بھی استفہام کی چند مثالیں آئی ہیں۔ الدرس الثانی میں آپ استفہام کی تعریف پڑھ چکے ہیں۔ عربی میں مندرجہ ذیل اسماء استفہام کے لیئے استعمال ہوتے ہیں :-

مَنْ : کون ۔ کس کو ۔ کس کا + اَیٌّ : کون + مَا ۔ مَاذَا ۔ اَیُّ : کیا + مَتٰی : کب + کَیْفَ : کیسا ؟ لِمَاذَا : کیوں + اَیْنَ : کہاں +

یہ الفاظ استفہام کیلئے جملہ یا کلام کے شروع میں آیا کرتے ہیں ان میں سے اکثر کی مثالیں آپ گزشتہ اسباق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس سبق میں کَیْفَ کی چند مثالیں بھی ملحوظ رکھیئے، اور کچھ مزاج پرسی کی کیفیت بھی۔

تشریح الفاظ:-

اَنْتَ : تو + طَیِّبٌ : اچھا + خَالِصٌ : نرا + اَدْعُوْ : میں دعا کرتا ہوں + یُسَلِّمُ : سلامت رکھے + عَالٍ : جَیِّد لِلْغَایۃ : نہایت اچھا + مُشٌ (دا اچھا) لَیْسَتْ ۔ لَیْسَ : نہیں ہے + مَبْسُوْط : خوشحال ۔ اچھا +

(۱) تو کیسا ہے (مزاج کیسے ہیں) ؟ ج : بالکل اچھا تمہیں دعا دیتا ہوں۔ تمہارے لیئے دعا کرتا ہوں۔

(۲) بیگم ! تمہارا کیا حال ہے ؟ ج : بہت اچھا، اللہ تمہیں سلامت رکھے۔

(۳) تمہاری (تیری) صحت کیسی ہے ؟ ج : بہت اچھی ۔ بہت ہی اچھی ۔

(۴) تمہاری والدہ کا کیا حال ہے؟ ج: اچھی نہیں ہے۔ اچھی نہیں ہیں۔
(۵) آپ کے (تمہارے) والد کا کیا حال ہے؟ ج: وہ اچھے ہیں، خیریت سے ہیں۔ بہت بہت شکریہ
(۶) آپ کے بھائی کی صحت کیسی ہے؟ ج: وہ نہایت کامل صحت پر ہیں۔
(۷) آپ کے پڑوسی کا کیا حال ہے؟ ج: سل کی بیماری میں مبتلا ہے۔
(۸) خدا نہ کرے ج: اس میں چمڑے اور ہڈی کے سوا کچھ نہیں رہا۔
(۹) اگر اس کی پوری پوری خبرگیری کرتے رہیں (تو) ممکن ہے شفا پائے۔ اس کو لازم ہے ہمیشہ ہوا تبدیل کرتا رہے۔

سینتیسواں سبق

اسماء استفہام کا استعمال

(۱) تمہاری (تیری) عمر کتنی ہے؟ میری عمر دس سال ہے۔
(۲) تمہارے بھائی کی کتنی عمر ہے؟ اس کی عمر پانچ سال (کی) ہے۔
(۳) سعد کی کیا عمر ہے؟ اس کی عمر بارہ سال کی ہے۔
(۴) میری عمر کتنی ہے؟ تمہاری عمر چالیس سال ہے۔
(۵) تمہاری عمر کیا ہے؟ میری عمر گیارہ سال ہے۔
(۶) تم اس سے بڑے معلوم ہوتے ہو۔
میں نے خیال کیا تمہاری عمر اس سے زیادہ ہے۔
میں سمجھا تم اس سے زیادہ عمر کے ہو۔
(۷) تمہارے بڑے بھائی کی عمر کتنی ہے؟ اس کی عمر تقریباً پندرہ سال کی ہے۔
آئندہ ماہ میں اس کی عمر سولہ سال کی ہو جائیگی۔
(۸) میری عمر گزشتہ ہفتہ میں سولہ سال کی ہو گئی

اڑتیسواں سبق

(لاحق بہ سابق)

(۱) تمہارے چچا کی عمر کتنی ہو سکتی ہے ؟

(۲) ان کی عمر ساٹھ سال کی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی ہے۔

(۴) ان کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ ہے۔

(۵) میں نہ سمجھا (سمجھتا) کہ وہ اتنے بوڑھے ہونگے۔

(۶) میں نہ سمجھا (سمجھتا) کہ وہ اتنی بڑی عمر کے ہیں۔

(۷) وہ ساٹھ برس سے اوپر عمر کا آدمی ہے۔

(۸) وہ ساٹھ برس سے اوپر کا آدمی ہے۔

(۹) ان کی عمر ساٹھ برس یا اس کے آس پاس ہوگی۔

(۱۰) وہ اسی سے اوپر کے ہیں۔

(۱۱) یہ بڑی عمر ہے۔

(۱۲) کیا وہ اس قدر بوڑھے ہیں۔

(۱۳) انھوں نے پیرانہ سالی میں ابتدا کی ہے۔

(انہوں نے اب بڑھاپے میں قدم رکھا ہے)

انتالیسواں سبق

استفہام کی مشق

(۱) کتنے لڑکے ہیں تمہاری جماعت میں ؟ — ہماری جماعت میں چالیس لڑکے ہیں۔

(۲) کتنے لڑکے حاضر ہیں آج ؟ — آج پینتیس لڑکے حاضر ہیں۔

(۳) کتنے لڑکے غیر حاضر ہیں؟ — تین لڑکے غیر حاضر ہیں۔
(۴) کتنے لڑکے بیمار ہیں؟ — ایک لڑکا بیمار ہے۔
(۵) کتنے لڑکے رخصت پر ہیں؟ — ایک لڑکا رخصت پر ہے۔
(۶) کیا تم حاضر تھے کل؟ — نہیں میں کل غیر حاضر تھا۔
(۷) کیوں تم غیر حاضر تھے؟ — اس لئے کہ میں بیمار تھا۔
(۸) کیا آج تم بخیریت ہو؟ — ہاں آج میں اچھا ہوں۔

چالیسواں سبق

(۱) آج کیا دن ہے؟ — آج پیر ہے۔
(۲) ہم کس دن میں ہیں؟ — ہم پیر کے دن میں ہیں۔
(۳) کونسا دن تھا کل؟ — کل اتوار تھا۔
(۴) کونسا دن ہوگا کل؟ — کل منگلوار ہوگا۔
(۵) کیا تم ہر روز مدرسے آتے ہو؟ — ہاں میں ہر روز مدرسے آتا ہوں۔
(۶) کیا تم اتوار کو مدرسے آتے ہو؟ — نہیں، میں اتوار کو مدرسے نہیں آتا۔
(۷) کیوں تم اتوار کو مدرسے نہیں آتے؟ — اس لئے کہ اتوار کو چھٹی ہوتی ہے سرکاری سکولوں میں۔
(۸) کیا تمہارے استاد صاحب مدرسے آتے ہیں اتوار کو؟ — نہیں وہ اتوار کو مدرسے نہیں آتے۔

اکتالیسواں سبق

وقتوں کا بیان

(۱) کتنے سیکنڈ ہوتے ہیں منٹ میں؟ — منٹ میں ساٹھ سیکنڈ ہوتے ہیں۔

(۲) کے منٹ ہوتے ہیں گھنٹے میں؟ گھنٹے میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں۔
(۳) کتنے گھنٹے ہوتے ہیں دن میں؟ دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔
(۴) کتنے دن ہوتے ہیں مہینے میں؟ مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں۔
(۵) کتنے ہفتے ہوتے ہیں مہینے میں؟ مہینے میں چار ہفتے ہوتے ہیں۔
(۶) کے ماہ ہوتے ہیں سال میں؟ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔
(۷) نام لو ہفتے کے دنوں کا؟ شنبہ۔ یکشنبہ۔ دوشنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہارشنبہ۔ پنجشنبہ۔ جمعہ

بیالیسواں سبق

در بیانِ اوقات

(۱) کے بجے ہیں؟ کیا وقت ہے؟ بارہ بجے ہیں۔ بارہ بجے کا وقت ہے۔
(۲) تم کس وقت مدرسے آتے ہو؟ میں سات بجے مدرسے آتا ہوں۔
(۳) کس وقت مدرسہ کھلتا ہے؟ مدرسہ دس بجے کھلتا ہے۔
(۴) کس وقت مدرسہ بند ہوتا ہے؟ مدرسہ چار بجے بند ہوتا ہے۔
(۵) تم کس وقت سونے سے اٹھتے ہو؟ میں سات بجے صبح نیند سے اٹھتا ہوں۔
(۶) تم کس وقت سوتے ہو؟ میں ۹ بجے شام کے سوتا ہوں۔
(۷) کب کھیلتے ہو؟ شام کو کھیلتا ہوں۔
(۸) نہاتے کب ہو؟ صبح نہاتا ہوں۔

تینتالیسواں سبق

(زمانہ)

(۱) شب و روز (کا) ایک دن ہوتا ہے۔ اور دن چوبیس گھنٹے (کا)۔

(۲) روز شروع ہوتا ہے سورج نکلنے کے وقت سے۔
(۳) اور شب شروع ہوتی ہے اس کے ڈوبنے کے وقت سے۔
(۴) صبح، روز کا پہلا حصہ ہے۔ (۵) اور ظہر اس کا بیچ کا۔ (۶) اور مغرب اس کا پچھلا۔
(۷) اور سحر فجر سے ذرا پہلا۔ (۸) اور فجر اس کے بعد کا۔

چوالیسواں سبق

(۱) کتنے دریچے ہیں اس کمرے میں؟
اس کمرے میں چار دریچے ہیں۔
گنو انھیں؟
ایک، دو، تین، چار۔
(۲) کتنی انگلیاں ہیں تمہارے ایک ہاتھ میں؟
میرے ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں۔
ان کو گنو؟
ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔
(۳) کتنی انگلیاں ہیں تمہارے دونو پاؤں میں؟
میرے دونو پاؤں میں دس انگلیاں ہیں۔
گنو ان کو؟
ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ نو۔ دس۔
(۴) کتنے پتے ہیں درخت پر؟
درخت پر بہتیرے پتے ہیں۔
(۵) تم گن سکتے ہو انھیں؟
میں گن نہیں سکتا ان کو۔
(۶) کیوں نہیں گن سکتے ان کو؟
کیونکہ یہ نہایت کثرت سے ہیں۔

قواعد التدریس (مسلسل)

مدرس: تلامیذ کی نگاہوں کو گھڑی کی سوئیوں کی طرف ملتفت کرے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا عمل (کام) سمجھائے پھر پوچھے - یہ دونوں کیا ہیں؟

شاگرد: یہ گھڑی کی دو سوئیاں ہیں۔ (اگر اس سے غلطی ہو جائے تو درست کر دے)

استاد: میں کلمہ عقرب (سوئی) کے بجائے کسی اور کلمہ کا استعمال چاہتا ہوں۔

شاگرد: یہ دونوں گھڑی کی (مشیران) سوئیاں ہیں۔

استاد: جملہ کو کلمۂ الساعۃ (گھڑی) سے شروع کرو؟

شاگرد: گھڑی (اس) کی دو سوئیاں ہیں۔

استاد: تم ان میں لمبائی اور چھوٹائی کے لحاظ سے کیا دیکھتے ہو؟

شاگرد: میں ایک کو چھوٹی اور دوسری کو لمبی دیکھتا ہوں۔

استاد: اس جملہ کو پہلے جملہ سے ملاؤ؟

شاگرد: گھڑی (اس) کی دو سوئیاں ہیں ایک چھوٹی ہے اور دوسری لمبی ہے۔

استاد: چھوٹی سوئی کس شئے کی طرف اشارہ کرتی ہے؟

شاگرد: گھنٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

استاد: اور لمبی کس شئے کی طرف اشارہ کرتی ہے؟

شاگرد: منٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

استاد: اس جملے "گھنٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے" کو پہلے جملہ "گھڑی کی دو سوئیاں ہیں ان دونوں میں سے ایک چھوٹی ہے اور دوسری لمبی ہے" کے مناسب مقام میں

چسپاں کرو؟

شاگرد: گھڑی کی دو سوئیاں ہیں، ایک چھوٹی ہے جو گھنٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور دوسری لمبی۔

استاد: اس جملہ "منٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے" کو جملہ مذکورہ کے مناسب مقام میں استعمال کرو؟

شاگرد: گھڑی کی دو سوئیاں ہیں ایک چھوٹی ہے جو گھنٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور دوسری لمبی ہے جو منٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

استاد: اس عبارت کی توزیع میں حسب طریقۂ سابق تلامیذ سے محادثہ کرے یہاں تک کہ عبارت حسب ذیل ہو جائے:۔ گھڑی کی دو سنہری سوئیاں ہوتی ہیں، ایک چھوٹی گھنٹوں کے لئے اور دوسری لمبی منٹوں کے لئے۔ پھر اس عبارت کو تختہ سیاہ پر ایک شاگرد سے نمبر "۴" کے نیچے لکھوائے۔

المدرس: ہمیں گھڑی سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

شاگرد: ہم اس سے اوقات معلوم کرتے ہیں۔

استاد: کن اوقات کا معلوم کرنا ہمیں ضروری ہے؟

شاگرد: نماز اور مدرسہ کے اوقات کا معلوم کرنا ہمیں ضروری ہے۔

استاد: اور کن اوقات کا معلوم کرنا ہمیں ضروری ہے؟

شاگرد: کھانے اور سونے کے اوقات کا اور سفر اور لوگوں سے ملاقات کرنے کے اوقات کا۔

استاد: پورے جملہ میں کلام کرو؟

شاگرد: کھانے اور سونے کے اوقات کا اور سفر اور لوگوں سے ملاقات کرنے کے اوقات کا پہچاننا ہمیں ضروری ہے۔

استاد: تمام ان اوقات کو جن کا پہچاننا ہمیں ضروری ہے ایک جملہ میں لاؤ؟

شاگرد: ہمیں نماز اور مدرسہ کے اوقات کا اور کھانے اور سونے کے اوقات کا اور سفر اور لوگوں

سے ملاقات کے اوقات کا پہچاننا ضروری ہے۔

استاد: کونسا کلمہ اس جملہ میں مکرر ہے ؟

شاگرد: کلمہ اوقات مکرر ہے۔

استاد: اس میں کیا عمل واجب ہے ؟

شاگرد: اس کا حذف کرنا واجب ہے۔

استاد: اس کو حذف کرو اور جملہ ادا کرو؟

شاگرد: ہمیں نماز و مدرسہ اور کھانے اور سونے اور سفر اور لوگوں سے ملاقات کے اوقات کا پہچاننا ضروری ہے۔

استاد: تو ہم گھڑی سے کیا معلوم کرتے ہیں ؟

شاگرد: ہم اس سے نماز و مدرسہ کے اور کھانے اور سونے کے اور سفر اور لوگوں سے ملاقات کے اوقات معلوم کرتے ہیں۔

استاد: جملہ میں کلمہ "گھڑی" ذکر کرو ؟

شاگرد: ہم گھڑی سے نماز، مدرسہ، کھانے، سونے، سفر اور لوگوں سے ملاقات کے اوقات معلوم کرتے ہیں۔

استاد: کوئی اور کلمہ (اوقات) کے بجائے استعمال کرو ؟

شاگرد: ہم گھڑی سے نماز و مدرسہ اور کھانے اور سفر اور سونے اور لوگوں سے ملاقات کے مواعید (اوقات) معلوم کرتے ہیں۔

استاد: (اوقات) اور (مواعید) دونو کلمے استعمال کرو ؟

شاگرد: ہم گھڑی سے نماز کے اوقات اور مدرسہ، سفر، کھانے، سونے اور لوگوں سے ملاقات کے مواعید (اوقات) معلوم کرتے ہیں۔

استاد: جملہ کو کلمہ اَلسَّاعَۃ (گھڑی) سے شروع کرو ؟

شاگرد: ہم گھڑی سے نماز کے اوقات اور مدرسہ، سفر، کھانے، سونے اور لوگوں سے ملاقات کے مواعید (اوقات) معلوم کرتے ہیں۔

استاد: اس عبارت کو تختہ سیاہ پر ایک شاگرد سے نمبر "۵" کے نیچے لکھوائے۔

استاد تلامیذ کو تختہ سیاہ کا خلاصہ پڑھائے اور انہیں اپنی کاپیوں میں اس کے نقل کرنے کا حکم دے۔

نوٹ:۔ اگر مدرس اس کے بعد وقت میں گنجائش دیکھے تو ذیل کے مطابق عمل کرے۔

(۱) تختہ سیاہ کی بعض عبارات کو مٹائے اور ان سے بغیر کسی قسم کی مدد کے اپنے پاس سے اس کے پورا کرنے کا مطالبہ کرے۔

(۲) موضوع محادثہ میں مختلف عبارات کے ذکر کرنے کی انہیں تکلیف دے۔

اس مرحلہ میں اسی طرح یا اس کے مانند محادثہ جاری ہوگا اور دروس چلینگے۔

مُختصر ابنِ ابی جمرہ

(متسلسل)

(۵)

عَنْ اَبِی بَکْرَۃَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ۔ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ۔

ترجمہ: ابوبکرہ سے روایت ہے۔ کہا، میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا: جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر بھڑ پڑیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا (دونو ہی) آگ میں پڑینگے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے پیغامبر! یہ تو ہوا قاتل، مقتول (غریب) کس بنا پر؟ فرمایا اس بنا پر کہ وہ اپنے حریف کے قتل کا حریص تھا۔

تشریحات:-

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ: (ابی بکرہ سے مروی ہے) ان کا نام نفیع، باپ کا نام کلدہ۔ اَبُوْ بَکْرَہ (اَبُوْ: باپ۔ بَکْرہ: چرخی: اُبُوبَکرہ، چرخی والا) کنیت۔ اس کنیت کی وجہ: یہ کہ آپ طائف کے قلعے سے چرخی کے ذریعے لٹک کر آنحضرت کی خدمت میں آحاضر ہوئے تھے۔ آپ اسلام لا چکے تھے، لیکن وہاں سے نکلنے کا سوا اس کے اور کوئی چارہ نہ پایا۔ بخاری میں ان کی چودہ حدیثیں آئی ہیں۔

یہ حدیث ابوبکرہ نے احنف بن قیس سے کہی جب انہیں دیکھا کہ علیؓ کے ساتھ ہو کر معاویہؓ سے لڑنے جا رہے ہیں۔

اَبُوْ بَکْرَہؓ: اَیْنَ تُرِیْدُ؟ کدھر کا ارادہ ہے؟ احنف بن قیس: اُرِیْدُ نُصْرَۃَ ھٰذَا الرَّجُلِ۔ اس شخص (حضرت علی) کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ اَبُوْ بَکْرَۃ: اِرْجِعْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ الخ۔ لوٹ جاؤ اسلئے کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لیکر الخ

یہ سن کر پہلے تو احنفؓ نے ابوبکرہ کے ساتھ موافقت کی لیکن پھر ان کی موافقت سے رجوع کر لیا اور حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور باقی لڑائیوں میں بھی ان کا ساتھ دیتے رہے۔

محشی: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جنگ دو مسلمانوں کے بیچ بغیر کسی جائز تاویل کے ہو۔ مگر جب معاملہ دو صحابیوں کا ہو مثلاً علیؓ و معاویہؓ کی جنگ تو یہ ایک اجتہادی امر ہے مقصد جس کا دین کی اصلاح ہے اس میں مجتہد مصیب کو دو اجر اور مجتہد

مخطی کو ایک اجر ملیگا۔ ابوبکرہ نے قتل کا سدباب کرنے کی نیت سے حدیث کو ظاہر پر محمول کرلیا۔

بِسَيْفَيْهِمَا: (اپنی تلواروں کے ساتھ) سیفین کا ذکر محض شہرت کی بنا پر ہے۔ ورنہ مراد سیف سے ہر آلہ حرب ہے جسے فریقین استعمال کریں۔

(۶)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ:

مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی قیام کرے۔ شب قدر میں بروئے ایمان و اخلاص، معاف کردئے جائیں گے اس کو جو پہلے ہو چکے اس کے گناہ۔

تشریحات:۔ **اَبُوْهُرَيْرَةَ**: ان کے اور ان کے والد کے نام سے متعلق تقریباً تیس مختلف اقوال ہیں۔ درست تر یہی ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن و الد کا نام صخر تھا۔ ان کے پاس ایک بلی تھی۔ اس لئے ابوہریرہ کنیت ہوگئی۔

وجوہ تکنیہ: (۱) میں ایک روز ایک بلّی اپنی آستین میں اٹھائے ہوئے تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دیکھا، پوچھا: مَا هٰذِهٖ (یہ کیاہے؟)

میں نے کہا: هِرَّةٌ (بلی) آپ نے فرمایا: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ!

(۲) وہ بچپن میں بلی سے کھیلا کرتے تھے

(۳) وہ بڑی عمر میں بلّی کو پیار سے رکھتے تھے۔

(۴) ان ہی سے یہ حدیث مروی ہے: دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ۔ ایک عورت بلی کی وجہ سے دوزخ میں چلی گئی۔

(۵) یہ کنیت ان کی ان کے باپ نے رکھی۔

نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ان کی والدہ کے حق میں دعا کی تھی۔ ان سے ۵ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے بخاریؒ نے چار سو اٹھارہ ذکر کی ہیں۔ آٹھ سو سے زائد راویوں نے ان سے روایت کی ہے۔ رات دن میں بارہ ہزار تسبیح کیا کرتے تھے۔ تین دفعہ مدینہ کی حکومت پر تعینات ہوئے۔ آنحضرتؐ ان سے محبت کرتے اور انھیں کہتے یَا أَبَا هُرَيْرَةَ! تو کہتے: إِنَّمَا أَنَا أَبُو هُرَيْرَة (میں ہی تو ہوں ابوہریرہ)۔ تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "الذَّكَرُ خَيْرٌ مِنَ الْأُنْثَى" ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہم نے ان کی تعریف کی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بزرگداشت کرتی تھیں۔ ان کا قول ہے: میں اللہ کے پیغمبر کی صحبت میں پیٹ بھر کر رہا ہوں۔ یہ فقرائے صفہ میں سے ایک تھے۔ اپنی بیٹی سے کہا:

لَا تَلْبَسِي الذَّهَبَ، فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكِ اللَّهَبَ سونا نہ پہن کہ مجھے تجھ پر آگ بھڑکنے کا اندیشہ ہے۔ اور کہا:

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَاسْتَغْفَرَ لِأَهْلِ الْقُبُورِ وَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمْ فَكَأَنَّمَا شَهِدَ جَنَائِزَهُمْ وَالصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ جسنے قبرستان میں آکر اہل القبور کے لئے مغفرت و رحمت مانگی، گویا اس نے ان کے جنازوں پر حاضر ہو کر نماز پڑھی۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے، جو مصر میں داخل ہوئے تھے۔

کرامت: علماء کی ایک جماعت مناظرہ کے حلقے میں موجود تھی۔ اتنے میں ایک خراسانی جوان آیا۔ مصراۃ کے بارے میں سوال کیا اور دلیل طلب کی۔ خبر الشیخین عن ابی ہریرۃ سے استدلال کیا گیا۔ اس نے کہا ابوہریرہ کی حدیثیں قابل قبول نہیں ہیں۔ ابھی بات اس نے

ختم بھی نہ کی تھی کہ ایک سانپ گرا۔ جسے دیکھتے لوگ ادھر ادھر بھاگ اٹھے۔ اس سانپ نے سب کو چھوڑ کر اسی خراسانی کا پیچھا کیا۔ وہ پکار اٹھا ثبت ثَبت : یعنی وہ مقبول الحدیث ہیں علیؓ اور معاویہؓ کی جنگوں میں شامل نہیں ہوئے۔ کھانا معاویہ کے دسترخوان پر کھایا کرتے اور نماز علیؓ کے پیچھے پڑھتے اور جب لڑائی کا وقت آتا تو ایک اونچی جگہ جا چڑھتے سبب پوچھا گیا تو کہا: طَعَامُ مُعَاوِیَۃَ اَدْسَمُ ، وَالصَّلٰوۃُ خَلْفَ عَلِیٍّ اَقْوَمُ۔ وَ الْقُعُوْدُ عَلٰی ھٰذَا الکَوْمِ اَسْلَمُ: کھانا معاویہ کا بہت چکنا ہوتا ہے نماز علیؓ کے پیچھے بہت درست ہوتی ہے اور زیادہ سلامتی کا موجب اس ٹیلے پر بیٹھنا ہے۔

ابو ہریرہ سال خیبر میں اسلام لائے۔ جنگ خیبر میں آنحضرت کے ساتھ موجود تھے۔ بعمر ۷۸ سال مدینہ منورہ میں سن ستاون یا اٹھاون یا انسٹھ ھجری میں وفات پائی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

مَنْ یَّقُمْ : جو کوئی کھڑا ہو، قیام کرے۔ نماز پڑھے مراد قیام بالطاعۃ ہے یعنی طاعت و عبادت بجالائے۔ کما فی قولہ۔ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ ۔

قِیَامِ لَیْل : شب زندہ داری۔ رات کو نماز پڑھنا۔ بعض ائمہ اس پر ہیں کہ رات پوری کرنا ہی لازمی نہیں۔ جتنے کو قیام کہا جا سکے وہی بس ہے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ جماعت میں عشا کے فرض ادا کر لینا قیام لیل کیلئے مکتفی ہے۔ لیکن عرف میں قَامَ اللَّیْلَۃَ (اس نے قیام شب کیا۔ اسی کے لئے کہا جا سکتا۔ جس نے کل یا اکثر شب قیام کیا ہو۔

قیامِ شبِ قدر کا ثواب اس شب کے پا لینے پر مل جاتا ہے۔ اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس ترکیب میں "فعلِ شرط مضارع" اور جوابِ شرط ماضی ہے" یہ کم واقع ہوتا ہے

سوال :۔ ایک حدیث میں مَنْ یَّقُمْ آیا ہے اور قیامِ رمضان کی حدیث میں مَنْ قَامَ رَمَضَانَ ؟

جواب : قیامِ رمضان محقق الوقوع ہے کیونکہ رمضان معلوم ہے۔ مگر قیام لیلۃ القدر

محقق الوقوع نہیں، اس لئے کرنا معلوم ہے۔

سوال: جزا استقبال میں شرط کے مطابق کیوں نہیں آئی باآنکہ مغفرت کا تعلق زمانِ مستقبل سے ہے؟

جواب: جواب میں ماضی کو یہ بتانے کیلئے اختیار کیا گیا کہ بفضلِ خدا مغفرت کا وقوع متحقق ہے۔

اِیْمَانًا : اسکو تصدیق کرتے ہوئے کہ وہ حق و طاعت ہے باطل و معصیت نہیں ہے اور سبب مغفرت ہے، اور اللہ نے اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

اِحْتِسَابًا : خالص اللہ تعالےٰ کی رضا کیلئے۔ دکھاوے یا ڈر کی وجہ سے نہیں۔

ایمان و احتساب: منصوب عَلَی الحال ہیں۔ دونو مصدر ہیں۔ بمعنے اسم فاعل۔

اَیْ حَالَ کَوْنِہٖ مُؤْمِنًا مُحْتَسِبًا: یعنی اپنے مومن و محتسب ہونے کی حالت میں۔ یہ بھی درست ہو سکتا ہے کہ دونو مفعول لِاَجْلِہٖ ہوں۔ یعنی لِاَجْلِ الْاِیْمَانِ وَ الْاِحْتِسَاب ایمان و احتساب کی خاطر۔ اور ان کا نصب بر وجہ تمییز بھی درست ہے اور اصل قِیَامَ اِیْمَانٍ وَّ قِیَامَ اِحْتِسَابٍ ہے فَھُوَ تَمِیِیْزٌ مُحَوَّلٌ عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ

غُفِرَ لَہٗ : (اسکو معاف کر دیے جائینگے) گناہان صغائر از حقوق اللہ۔ لَہٗ کی ضمیر مَنْ پر عائد ہوتی ہے۔

مِنْ ذَنْبِہٖ : کہا گیا جار و مجرور محل رفع میں غُفِرَ کا نائب فاعل ہے، یہ باطل ہے۔ بلکہ جار و مجرور متعلق بہ فعل تَقَدَّمَ ہے، اور مَا، غُفِرَ کا نائب فاعل ہے۔

ایک روایت میں وَمَا تَاَخَّرَ بھی آگیا ہے۔ یہ حدیث بخاریؒ نے باب قِیَامُ لَیْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْاِیْمَان میں ذکر کی ہے۔

(۷)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ ، وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ ، فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَ اَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَ الرَّوْحَۃِ وَ شَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَۃِ۔

ترجمہ:- یقیناً دین (اسلام) آسانی (کا نام) ہے، اور کبھی نہ ہوگا کہ کوئی دین سے زور آزمائی کرے، اور دین ہی اس پر غالب نہ آئے۔ پس گفتار و کردار درست کر لو۔ اور میانہ روی اختیار کرلو، اور خوشیاں مناؤ، اور مدد لو غَدْوَہ (نماز فجر) سے اور رَوْحَۃ (نماز ظہر و عصر) سے اور کچھ دُلجہ (نماز مغرب وعشا) سے (بحکم وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ)

اِنَّ الدِّیْنَ : بیشک دین یعنی اسلام۔

یُسْرٌ : آسانی ہے۔ یعنی ذُو یُسْر آسانی والا ہے۔ اور دین کو یُسْر مبالغہ کے طور پہلے دینوں کی نسبت سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس امت سے وہ بوجھ اٹھائے ہیں جو اس سے پہلوں پر تھے، اور واضح مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی توبہ قتل نفس سے اور اس امت کی توبہ اقلاع (چھوڑ دینے۔ باز رہنے) اور عزم (پختہ ارادے) اور ندامر (پچھتاوے) سے ہے۔

وَلَنْ یُّشَادَّ : ہرگز مقابلہ اور مبالغہ نہ کرے گا۔ از شِدّۃ بمعنی غلبہ۔

اَحَدٌ : کوئی۔

جمہور نے حدیث کو لفظِ اَحَدٌ کے اسقاط سے روایت کیا، اور ابن السکن نے اس کا اثبات کیا ہے۔

بَرْوَخَیرِ اول :- اَلدِّیْنَ کا نصب مروی ہے۔ اس بنا پر کہ وہ یُشَادَّ کا مفعول ہے۔ فاعل ضمیر مستتر ہے جو معلوم پر عاید ہے۔ پس وہ مبنی للفاعل ہے۔ اصل

اس کی یُشَادِدُ بکسر دال اول ہے پھر اس کو ساکن کر کے دوسری میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

دوسری روایت الدِّیْنُ کے رفع کی ہے، بریں بنا کہ وہ یشادّ کا نائب فاعل ہے۔ اس لئے یشادّ مبنی للمفعول ہے۔ اور اصل اس کی یُشَادَدُ بفتح دال اول۔

بر وجہ ثانی: الدّین بنصب مفعول ہے۔ اَحَدٌ فاعل اور یشاد مبنی للفاعل ہے اور معنی یہ کہ جو شخص دین کا مقابلہ کرتا ہے دین ہی اس پر غالب آتا ہے۔ جب انسان دین میں تعمق کرتا ہے یعنی اس کی تھاہ لیتا اور اپنی جان پر سختی اٹھاتا ہے تو اس کا مغلوب مقہور اور عاجز ہو جانا یقینی ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتا رہے، یا ہر شب سو رکعت نماز پڑھتا رہے تو آخر الامر مغلوب ہو کر نماز روزہ قطعاً چھوڑ بیٹھے گا۔

قَالَ اِبْنُ الْمنیر: اس حدیث میں ایک نشان ہے نبوت کے نشانوں میں سے، کہ ہم نے بھی دیکھا اور ہم سے پہلے لوگوں نے بھی یہی دیکھا ہے کہ کُلُّ مُتَنَطِّعٍ فِی الدِّیْنِ یَنْقَطِعُ: ہر دین میں تشدد کرنے والا کٹ کر رہ جاتا ہے۔ مراد یہ نہیں کہ عبادۃ میں کامل تریں مرتبہ سے منع کیا جائے، کیونکہ یہ تو امور محمودہ میں سے ہے۔ بلکہ اس افراط سے روکنا مقصود ہے جو اکتا دے۔ اور نوافل میں ایسے مبالغہ سے منع کرنا مراد ہے جو ترک افضل تک نوبت پہنچا دے، یا فرائض کو ان کے اوقات سے ٹلا دے۔ مثلاً ایک شخص ساری ساری رات نمازیں گزارنے پر تُل کھڑا ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ پچھلی رات نیند نے جو غلبہ کیا تو صبح کی باجماعت نماز سوتے گزار دی۔ یا اس کا وقت مختار نکل گیا یا سورج نکل آیا اور فرض کا وقت گزر گیا۔

حدیث محجن بن الادرع عند احمد میں آیا: لَنْ تَنَالُوْا هٰذَا الْاَمْرَ بِالْمُبَالَغَةِ وَخَیْرُ دِیْنِكُمُ الْیُسْرُ: تم اس کام کو مبالغہ سے نہیں پاؤ گے تمہارا بہتر دین (وہ ہے جو) آسان تر ہے۔

اس حدیث سے رخصت شرعیہ کو لے لینے کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ رخصت کے مقام

پر عزیمت کو اختیار کرنا تنطّع (غلو) ہے۔ جیسے کوئی پانی کے استعمال سے عاجز ہونے پر بھی تیمم ترک کر دے، نتیجہ یہ ہوگا کہ پانی کے استعمال سے دکھ پائے گا اور ضرر اٹھائے گا۔

سَدِّدُوْا (بھلات) یعنی لازم پکڑو سداد اور سداد کا معنے صواب ہے بلا افراط و تفریط۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: سداد عمل میں میانہ روی ہے۔

وَ فِي الْمِصْبَاحِ: السَّدَادُ بِالْفَتْحِ الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ وَ الْفِعْلِ۔ سَدَاد بالفتح گفتار و کردار کی راستی و درستی ہے۔

اور مختار میں ہے: سَدَاد زبر کے ساتھ قول و عمل کی میانہ روی اور راستی ہے۔

قَارِبُوْا: یعنی افراط و تفریط کے بیچ بیچ رہو۔ نہ تو حد نہایت تک پہنچ جاؤ اور نہ بالکل چھوڑ ہی بیٹھو۔ یعنی نہ تو ہمیشہ روزے ہی رکھتے چلے جاؤ اور نہ ہمیشہ بے روزہ ہی رہو۔ بلکہ کبھی روزہ رکھو۔ اور کبھی نہ رکھو۔ نہ ہمیشہ رات کو بکثرت نماز پڑھو اور نہ اس کو ہمیشہ چھوڑے رکھو بلکہ توسط اختیار کرو۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام: اَحَبُّ الاعْمَالِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ قَلَّ: سب سے پسندیدہ عمل وہ جس کو عمل والا ہمیشہ کرتا رہے اگرچہ تھوڑا ہو۔

اَبْشِرُوْا (بقطع الهمزة وفيه لغة بوصلها) المختار میں ہے۔ کہا جاتا ہے۔ بَشَرَهٗ بِكَذَا فَاَبْشَرَهٗ اِبْشَارًا: اَسَرَّهٗ، یعنی تَبْشِير اور اِبْشَار کے معنی خوش کرنا ہے۔ وَتَقُوْلُ: اَبْشِرْ بِخَيْرٍ (بقطع الالف) وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ وَبَشِرَ بِكَذَا۔

اِسْتَبْشَرَ بِهٖ = ابشر بکذا و بشر بہ کے معنی ہیں وہ اس سے خوش ہوا۔ بَابُهٗ طَرِبَ۔

یعنی خوشیاں مناؤ عمل کے ثواب پر گو وہ تھوڑا ہو، اور نعیم جنت پر، اور اس پر کہ اللہ تعالی محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور مراد ہے ایسے لوگوں کو بشارت دینا جو اکمل پر عمل کرنے سے عاجز ہوں چونکہ عجز میں ان کے اپنے عمل کا دخل نہیں اللہ ان کے اجر میں کمی کا باعث نہیں ہو سکتا مبشر بہ

کو اس کی تعظیم و تفخیم کے لئے مبہم کیا گیا۔

اَلْغَـدْ وَۃ بالفتح سیر اول نہار (ابن حجر) نماز فجر کے وقت سے طلوع آفتاب تک اھ (الجوہری) غَدَا غَدْوًا از باب قَعَدَ ذَهَبَ غدوۃ: اور وہ مابین نماز صبح و طلوع آفتاب ہے اور غدوہ کی جمع غدای جیسے مدیہ کی مدی۔ اھ (المصباح) الغدوۃ مرۃ من الغدو اور وہ اول نہار میں چلنا ہے۔ اور غُدْوہ بالضم مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الغَدَاةِ وَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (النہایہ)

معنےٰ: مدد طلب کرو عبادۃ کی ہمیشگی پر اس کو غُدْوہ یعنی دن کے پہلے حصہ میں بجالانے کے لئے۔ اگر بالفتح ہو تو مراد اس سے چلنا ہوگا اول نہار میں اور مطلب یہ ہوگا کہ اپنی نماز اپنے نشاط (چستی) کے وقت میں بجالاؤ جیسا کہ مسافر کو اپنے دن کے شروع میں چلنے میں نشاط ہوتی ہے۔

اَلرَّوْحَـة: سورج کے ڈھلنے سے رات پڑنے تک کے وقت کا نام ہے۔

وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ۔ دُلجہ بضمہ و فتحہ دال اِدْلَاج سے ہے لیکن بضم دال سیر آخر شب ہے اور بالفتح سیر اول شب اور یہ مراد نہیں ہے کیونکہ روایۃ بالضم ہے۔ اجہوری۔

الدُّلجہ بضم اول اور بفتح اول اور اسکانِ لام سیر آخر لیل۔

وَقِيْلَ: سيرُ اللَّيْلِ كُلِّهٖ ساری ہی رات کا چلنا اسی لئے اس میں تبعیض آئی ہے (الحافظ ابن حجر)۔

دلجہ اور دلجہ بروزن جرعہ و ضربہ رات کا ایک ٹکڑا اِدَّلج سار مِنْ اٰخرہٖ (المختار)

اعمال دین کا ان تین اوقات میں بجالانا مراد نہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ اعمال دین نشاط عبادت کے وقت بجالاتے ہیں۔ اور مقصود ہے عابد کو مسافر سے تشبیہ دینا اس باب میں کہ دونو اپنا سارا وقت عمل میں صرف نہیں کرتے۔ عابد اپنا سارا وقت عبادت میں صرف نہیں کرتا جس طرح مسافر اپنا سارا وقت چلنے میں صرف نہیں کرتا اور راس میں کہ دونو اوقات نشاط میں کام کرتے ہیں۔ حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوقات نشاط بیان فرمائے ہیں۔ یہ حدیث بخاریؒ نے باب الدین یسر میں ذکر کی ہے۔

اَلاَوَانِی المَنزِلیَہ

(مسلسل)

تَنظِیفُ البَرَاوِیز:

اِذَا کَانَتْ بَرَاوِیزُ الصُّوَرِ وَالمَرَایَا الذَّھَبِیَّۃُ مَکْشُوْفَۃً لِلذُّبَابِ فَلَابُدَّ مِنْ اَنْ تَتَّسِخَ وَ لَایُمْکِنُ تَنْظِیفُھَا بِالخِرَقِ المَبْلُوْلَۃِ وَلَا النَّاشِفَۃِ لِئَلَّا یَتْلِفَ التَّذْھِیبُ وَ لٰکِنَّھَا تُنَظَّفُ بِالجِلْدِ النَّاعِمِ الَّذِی یُسْتَعْمَلُ لِذَالِکَ۔

چوکھٹوں کی صفائی

جب تصویروں اور آئینوں کے سنہری چوکھٹے مکھیوں کے لیئے بے پردہ ہوں تو ان کا میلا ہو جانا ناگزیر ہے۔ اور ان کو صاف کرنا نہ تو بھگوئے ہوئے چیتھڑوں سے ممکن ہے نہ سوکھوں سے، تاکہ سنہری رنگائی تلف نہ ہو جائے۔ لیکن وہ اس نرم چمڑے سے صاف کیئے جاتے ہیں۔ جو اس کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔

تَنظِیفُ العَاج

تُنَظَّفُ الاَدَوَاتُ المَصْنُوعَۃُ مِنَ العَاجِ بِدَھْنِھَا بِمَعْجُوْنٍ مِنْ مَسْحُوْقِ الخَفَّانِ وَالمَاءِ، ثُمَّ تُغَطّٰی بِاِنَاءٍ مِنَ الزُّجَاجِ وَ تُوْضَعُ فِی الشَّمْسِ بِضْعَ سَاعَاتٍ وَ تُصَقَّلُ بِقِطْعَۃٍ مِنَ الفَنِیْلَا۔

ہاتھی دانت صاف کرنا

ہاتھی دانت کی بنی ہوئی چیزیں پانی میں گندھا ہوا Pumice Stone نرم پتھر مل کر، پھر شیشہ کسی برتن سے ڈھانک کر چند ساعت دھوپ میں رکھنے اور فلالین کی دھجی سے صیقل کرنے سے صاف کی جاتی ہیں۔

تَنْظِیْفُ المَرَایَا | آئینے صاف کرنا

بَلِّ المانیزیا المُکَلَّسَةَ بِالْبِنْزِیْنِ وَضَعْ قَلِیْلاً مِنْهُ عَلٰی قِطْعَةِ قُطْنٍ وَافْرُكْ بِهَا المِرْاٰةَ فَتَزُوْلُ مِنْهَا الْبُقَعُ وَتَلْمَعُ۔

چونہ کئے ہوئے مگنیشیا کو Calcified Magnesia روح Benzine پٹرول میں تر کرو اور اس میں سے تھوڑا سا روئی کے پھنبے پر رکھ کر اس سے آئینے کو اسکے دھبوں پر ملو تو داغ دور ہو جائینگے اور شیشہ چمک اُٹھیگا۔

تَلوِیْنُ النُّحَاسِ وَاِبْعَادُ الصَّدَءِ عَنْهَا | تانبے کو رنگ کرنا اور اس کا زنگ دور کرنا

اِذَا ذَوَّبْتَ الشَّبَّ الاَبْیَضَ فِی المَاءِ وَ اَضَفْتَ اِلَی المَذُوْبِ مِقْدَارَ نِصْفِهٖ مِنْ حَامِضِ الهیدرو کلوریك (رُوْحَ المِلْحِ) وَغَطَّسْتَ فِیْهِ الاَوَانِیَ النُّحَاسِیَّةَ بِضْعَ ثَوَانٍ فَاِنَّ لَوْنَهَا یَصِیْرُ کَلَوْنِ الذَّهَبِ وَلَنْ یَعْلُوْهَا الصَّدَءُ عِدَّةَ شُهُوْرٍ۔

جب سفید پھٹکڑی کو پانی میں گھولو اور اس کی نصف مقدار ہائیڈرو کلورک ایسڈ (روح نمک) گداختہ میں شامل کرو اور اس میں تانبے کے برتن چند سیکنڈ ڈبوئے رکھو تو ان کا رنگ سونے کے رنگ کا سا ہو جائے گا۔ اور کئی مہینوں تک انہیں زنگ نہ لگے گا۔

تَنْظِیْفُ اَثَاثِ المَنْزِلِ (گھر کا اسباب مصفا کرنا)

تنظیف البیانو | پیانو صاف کرنا

کَثِیْرًا مَا تَعْلَقُ اٰثَارُ الاَصَابِعِ عَلٰی مَفَاتِیْحِ البِیَانو فَاِذَا اُرِیْدَ تَنْظِیْفُهَا اَمْکَنَ مَسْحُهَا بِخِرْقَةٍ مُبَلَّلَةٍ بِالبرافین وَهُوَ یَمْنَعُ العُثَّ اَیْضًا۔

اکثر پیانو کی مفتاحوں پر انگلیوں کے نشان پڑ جاتے تو جب ان کا صاف کرنا منظور ہو تو پیرافین میں تر کی ہوئی دھجی سے مل سکتے ہیں۔ اور وہ کیڑا بھی لگنے نہیں دیتی۔

دھان ینشف بسرعة | وارنش جو جلدی سوکھ جاتا ہے

اَلدِّهَانُ اَوِ الوَرِنِيشُ الآتِى يَصْلَحُ لِتَنْظِيْفِ المَوَادِّ المَعْدَنِيَّةِ اَوِ الخَشَبِيَّةِ عَلَى السَّوَاءِ ـ يَمْتَازُ بِكَوْنِهٖ يَنْشَفُ وَاليكَ تَرْكِيْبُهٗ :

آئندہ درج ذیل روغن یا وارنش دھات یا لکڑی کے اسباب کو یکساں صاف کر سکتا ہے ـ سوکھ جانے میں امتیاز رکھتا ہے ـ

ترکیب حسب ذیل ہے

٤ اواق	كوبان مانيلا
٣ اواق	شيلاك
١ اوقيه	سندرس

کوبان مانیلا	۴ اوقیہ (اونس)
شیلاک	۳ اوقیہ
سندرس	یک اوقیہ

تُسْحَقُ هٰذِهِ المَوَادُّ وَيُضَافُ اِلَى المَسْحُوْقِ ٢٠ اوقيه الكحول فيذوب ذَوْبَانًا تَامًّا وَيَصْلَحُ لِتَنْظِيْفِ المَوَادِّ وَصِقْلِهَا

یہ چیزیں پیس لی جائیں اور سائیدہ میں چالیس الکحل ملا لی جائے ـ یہ اس میں بالکل گھل مل جائے گی ـ اور یہ وارنش صاف اور صیقل کرنیکے لائق ہوجائے

لِاِزَالَةِ البُوْيَا

اَلمَحْلُوْلُ المَعْرُوْفُ بِمَاءِ الزُّجَاجِ وَ هُوَ الَّذِىْ يَحْفَظُ البَيْضَ مِنَ الفَسَادِ يَصْلَحُ لِاِزَالَةِ البُوْيَاتِ مِنْ اَىِّ مَكَانٍ بِغَمْسِ فُرْشَاةٍ فِىْ هٰذَا المَحْلُوْلِ وَ تَمْرِيْرِهَا عَلَى البُوْيَه مُدَّةَ عَشَرَةِ دَقَائِقَ فَيَسْهَلُ اِذْ ذَاكَ اِزَالَتُهَا ـ

پینٹ دور کرنیکے لئے

سلیوشن جو ماء الزجاج (آب آبگینہ) کے نام سے معروف ہے ـ اور جو انڈوں کو گندہ ہونے سے محفوظ رکھتا ہے ـ ہر جگہ سے رنگائی اڑانے کے لئے کارآمد ہے اس محلول میں برش ڈبو کر پینٹ پر ۱۰ منٹ تک پھیرنے سے اس کا ازالہ آسان ہوجاتا ہے ـ

المحافظة على المائدة

اِذَا ظَهَرَتْ عَلَى سَطْحِ المَائِدَةِ آثَارُ حَرْقٍ مِنْ وَضْعِ اٰنِيَةٍ سَاخِنَةٍ عَلَيْهَا

کھانے کے میز کی نگہداشت

جب کھانے کے میز پر گرم گرم برتن رکھنے سے جلن کے نشان نمودار ہوجائیں تو تم

يُمْكِنُكَ اَنْ تُزِيْلَهَا بِاَنْ تَدْعَكَ بِقِطْعَةِ قُمَاشٍ بَعْدَ غَمْسِهَا فِي زَيْتِ بَذْرِ الْكَتَّانِ ثُمَّ تُمِرَّ عَلَيْهَا قِطْعَةَ اِسْفَنْجٍ بَعْدَ غَمْسِهَا فِي رُوْحِ الْكَافُوْرِ وَ اعْمَلْ ذَالِكَ مَرَّةً كُلَّ يَوْمَيْنِ ثُمَّ لَمِّعْ سَطْحَ الْمَائِدَةِ بِالطَّرِيْقِ الْمُعْتَادَةِ۔

انہیں اس طرح دور کر سکتے ہو کہ ایک کپڑے کا لتہ روغن تخم کتان میں ڈبو کر اس پر ملو پھر اسفنج کا ٹکڑہ روح کافور میں ڈبو کر اس پر پھیرتے رہو۔ اور یہ عمل دو دن میں ایک مرتبہ تیسرے روز کرتے رہو مائدہ کی سطح اپنی اصلی حالت پر چمک اٹھیگی۔

الرُّخَامُ الْاَسْوَدُ يَجِبُ فَرْكُهُ بِزَيْتِ بَذْرِ الْكَتَّانِ كَيْ يَعُوْدَ اِلَيْهِ لَمَعَانُهُ الطَّبِيْعِيُّ۔

سنگ موسےٰ، اس پر اسی کا تیل ملنا چاہیئے تاکہ اس کی اصل آب و تاب واپس آجائے۔

تَنْظِيْفُ الْخَشَبِ الْمَدْهُوْنِ

وارنش شدہ لکڑی کا صاف کرنا

لِتَنْظِيْفِ الْخَشَبِ الْمَدْهُوْنِ (بِالْفَرْنِيْش) اِمْسَحْهَا اَوَّلاً بِزَيْتِ الزَّيْتُوْنِ ثُمَّ اَصْقِلْهَا بِقِطْعَةِ فَانِلا وَلَا تَسْتَعْمِلِ الْمَاءَ السَّاخِنَ۔

وارنش شدہ چوب کو صاف کرنے کے لئے پہلے اس پر روغن زیتون ملو پھر اسے فلالین کے ٹکڑے سے صیقل کرو۔ گرم پانی استعمال نہ کرو

ثُقُوْبُ الْمَسَامِيْرِ

میخوں کے چھید

لِسَدِّ ثُقُوْبِ الْمَسَامِيْرِ الْقَدِيْمَةِ اِمْزِجْ نُشَارَةَ الْخَشَبِ بِالْغَرَاءِ وَ اَدْخِلْهَا فِي الثُّقَبِ فَتَصِيْرُ اَصْلَبَ مِنَ الْخَشَبِ

کیلوں کے پرانے سوراخ بند کرنیکے لئے لکڑی کا برادہ سریش میں ملا کر سوراخوں میں داخل کر دو۔ لکڑی سے زیادہ سخت ہو جائے گا۔

اِذَا شِئْتَ دَقَّ مِسْمَارٍ فِي خَشَبٍ قَاسٍ فَاَدْخِلِ الْمِسْمَارَ اَوَّلاً فِي صَابُوْنَةٍ يَسْهُلُ بَعْدَئِذٍ دُخُوْلُهُ فِي الْخَشَبِ۔

جب تم سخت لکڑی میں میخ ٹھونکنا چاہو تو پہلے اس کو صابون میں داخل کرو۔ اس کا لکڑی میں داخل ہونا سہل ہو جائے گا۔

الدرس الثانی   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   متسلسل

اَلۡقُرۡاٰنُ الۡحَکِیۡمُ

سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ : از جناب داعی الی الحق

آیات ۱۷-۱۸-۱۹-۲۰ : مَثَلُھُمۡ کَمَثَلِ الَّذِی اسۡتَوۡقَدَ
نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَہٗ ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوۡرِھِمۡ
وَ تَرَکَھُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ
فَھُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اَوۡ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡہِ
رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ ۚ یَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَھُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِھِمۡ مِّنَ
الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ؕ وَ اللّٰہُ مُحِیۡطٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾
یَکَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَھُمۡ ؕ کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَھُمۡ
مَّشَوۡا فِیۡہِ ٭ۙ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡھِمۡ قَامُوۡا ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ
لَذَھَبَ بِسَمۡعِھِمۡ وَ اَبۡصَارِھِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ ان (منافقوں) کی کہاوت اُس شخص کی سی کہاوت ہے جس نے (لوگوں کے مجمع میں رات کے وقت) آگ سلگائی۔ پھر جب اُس (شخص) کے آس پاس کی چیزیں جگمگا اٹھیں تو اللہ کی قدرت سے ایسا ہوا کہ (اچانک شعلے بجھ گئے) اور اُن (کی آنکھوں) کا نُور سلب کر لیا اور اُن کو اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ (اب) اُن کو کچھ سُجھائی نہیں دیتا۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں (جن لوگوں کی محرومی و شقاوت کا یہ حال ہو گیا ہے) وہ کبھی اپنی گم گشتگی سے لوٹ نہیں سکتے! یا (ان منافقوں کی مثال یوں ہے) جیسے آسمانی بارش کہ اُس میں (کئی طرح کے) اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک۔ موت کا ڈر اُنھیں دہلا دیتا ہے۔ وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے لگتے ہیں (حالانکہ اگر یہ آفتیں آنے والی ہیں تو یُوں رُکیں گی نہیں) اللہ (کی قدرت تو ہر حال میں) ان کو گھیرے ہوئے ہے، قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہوں کو اُچک لے، اُس کی چمک سے جب فضا روشن ہو جاتی ہے تو دو چار قدم چل لیتے ہیں۔ جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھٹک کر کھڑے (کے کھڑے) رہ گئے۔ اور اگر اللہ چاہے تو (یوں بھی) اُن کے سننے اور دیکھنے کی قوتیں (اُن سے) سلب کر لے۔ اور یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الفاظ:۔

۱۔ مَثَل:۔ مَثَل سے مُراد کسی چیز کے متعلق کوئی ایسا بیان ہے جو کسی دوسری ملتی جلتی چیز کے بیان سے مشابہت رکھتا ہو تاکہ ان میں سے ایک دوسرے کو واضح کر دے (راغب)۔ مِثْل۔ مَثَل اور مَثِیل ایک ہی معنی کے لئے آتا ہے جیسا کہ شِبْہ۔ شَبَہ، اور شَبِیہ۔

مَثَل پھر کہاوت کو کہنے لگے جس میں کسی غرابت (عمدگی) کی وجہ سے موقع بیان کو اصلی

حال کے ساتھ تشبیہ دینا منظور ہو۔ تشبیہ اور مثل میں علماء بلاغت کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مثل کلام مرکب ہوتا ہے اور تشبیہ مفرد مثلاً زید کو شیر کہا جائے۔

مقصد بیان امثال کے بیان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معانی کو عمدگی کے ساتھ ذہن نشین کیا جائے کیونکہ اس طرح ایک معنوی اور خیالی بات کو "محسوس" بنا کر دکھا دیا جاتا ہے۔

دیکھیئے اگر کسی کا ضعف یُوں ہی بیان کیا جائے تو وہ اس قدر مؤثر نہیں ہوتا جس قدر کہ اس کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دے کر بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور اسی خوبی کی وجہ سے حکماء اور خطبا اپنے کلام میں اکثر امثال لاتے ہیں اور اسی غرض کے لئے کلام الٰہی میں بھی ان کا استعمال ہوا ہے۔ بائیبل میں تو اکثر تمثیلیں ہیں اور قرآن عزیز میں بھی ہیں۔

۲؎ اِسْتَوْقَدَ :۔ ماضی واحد غائب مضارع (یَسْتَوْقِدُ) مصدر اِسْتِیْقَاد (اصل میں اِسْتِوْقَادٌ) کے معنی ہیں طلب وقود اور وقود النّار کہتے ہیں آگ کی لپٹ کے لٹھنے اور بلند ہونے کو

۳؎ نَار :۔ لطیف۔ چمکدار۔ گرم اور جلانے والے جوہر کو کہتے ہیں۔ ماخوذ ہے نَارَ یَنُوْرُ اِذَا نَفَرَ سے۔ چونکہ آگ میں ایک قسم کی حرکت اور اضطراب ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے نار کہتے ہیں۔ جمع (نیران)

لَمَّا :۔ حرف شرط (جب)۔

۴؎ اَضَاءَتْ :۔ نَارًا کا فعل ہے۔ اس کا فاعل "مَاحَوْلَهٗ" ہے یا اگر لازم ہے تو مَا اس کا فاعل ہوگا اور تانیث بلحاظ معنیٔ "مَا" ہوگی۔ جس سے مراد اشیا یا اماکن ہے۔ اس تقدیر پر مَا ظرف ہوگا۔ اَضَاءَة کثرت سے روشن کرنے کو کہتے ہیں اور یہ باب لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے (اَضَاءَ یُضِیْءُ۔ افعال)۔

۵؎ مَاحَوْلَهٗ :۔ یہاں لفظ مَا کی تین صورتیں ہیں اول بمعنی اَلَّذِیْ۔ دوم بمعنی نکرہ موصوفہ اَیْ مَکَانًا حَوْلَهٗ۔ سوم زائدہ۔

ذَهَبَ :- (ذَهَبَ - يَذْهَبُ) گیا - متعدی : لے گیا - سلب کر لیا

تَرَكَ :- مضارع يَتْرُكُ -

۷،۶ ظُلُمٰتٍ :- واحد ظُلْمَت - نور کے مقابلہ کا لفظ ہے (Antonym) یہاں ظلمت سے مراد ناکامی - نامرادی - ذلت و رسوائی اور وہ مشکلات و شدائد ہیں جو منافقوں کو پیش آئیں -

فِيْ :- میں - حرف جار -

يُبْصِرُوْنَ :- مضارع منفی (اَبْصَرَ - يُبْصِرُ - اِفعال)

بَصَارت :- آنکھوں کی بینائی + بَصِیرت :- دل کی بینائی -

۷،۷ صُمٌّ :- واحد اصم معنی بہرے (قرآن سننے کی قوت سے بے بہرہ) -

صمم آفت کو کہتے ہیں جو سننے سے مانع ہو - اسکے اصل معنی ہیں سختی اور کسی چیز کے باہمی اجزاء کا پیوستہ ہو جانا - اسی وجہ سے سخت اور ٹھوس پتھر کو حجر اصم اور شیشے کی ڈاٹ کو صمام القارورۃ کہتے ہیں - یہاں فقدان حاسہ کو صمم سے تعبیر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر کان کے اندرونی منافذ بند ہو جاتے ہیں -

بُكْمٌ :- واحد اَبْكَم - گونگے (قرآن عزیز سننے کی قوت سے بے بہرہ)

عُمْيٌ :- واحد اَعْمٰی - اندھے (مومنوں کی نصرت اور تائید الٰہی کے نظائر دیکھ کر فائدہ نہ اٹھانا) -

لَا يَرْجِعُوْنَ :- مضارع منفی (رَجَعَ - يَرْجِعُ) ــــ رُجُوْع -

۷،۸ اَوْ کے معنی 'یا' اور 'اور' ہوتے ہیں -

(الف) اگر معنی 'یا' ہیں تو یہاں اس لفظ سے منافقین دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں - کلام عرب میں اَوْ اس طرح مستعمل ہے :-

دیوان حماسہ میں جعفر ابن عبد حارثی کا یہ شعر ہے : ؎

فَقَالُوْا لَنَا ثِنْتَانِ لَا بُدَّ مِنْهُمَا

صُدُوْرُ رِمَاحٍ اُشْرِعَتْ اَوْ سَلَاسِلُ

(دشمنوں نے ہم سے کہا کہ "دو چیزیں ہیں جو دونوں تمہیں قبول کرنی پڑیگی یا تو نیزوں کے بھالے یا زنجیریں) - یعنی بعضوں کو نیزوں کے بھالے اور بعض کو زنجیریں -

(ب) اَوْ بمعنی 'اور' انھی شعرائے عرب کے کلام میں مستعمل ہے، مثلاً ؎

لَقَدْ زَعَمَتْ لَیْلٰی بِاَنِّی فَاجِرٌ　+　لِنَفْسِیْ تُقَاهَا اَوْ عَلَیْهَا فُجُوْرُهَا

(لیلیٰ کہتی ہے کہ میں بدچلن ہوں لیکن اگر میں نیک چلن ہوں تو اس کا فائدہ میرے لئے ہے اور اگر میں بدکار رہوں تو اس کا نقصان بھی مجھے ہی پہنچیگا)

۷۹ كَصَيِّبٍ :- كَ موضع رفع میں ہے - صَيِّبٌ اصل میں صَيْوِبٌ بروزن فَيْعِلٌ (واؤ اور ی ایک کلمے میں جمع ہوئے - واؤ کو ی سے بدل کر ایک ی کو دوسری میں ادغام کیا گیا ہے) صَوْب سے مشتق ہے - صواب وہ امر ہے جو فی ذاتہٖ پسندیدہ ہو -

صَوْب یا صَیِّب بارش کو کہتے ہیں جب وہ ایسے اندازے پر برسے جو موجب نفع ہو اور صَیِّب ایسے بادل کو بھی کہتے ہیں ——— (راغب)

۸۰ سَمَاء :- سَماء ہر چیز کا اوپر کا حصہ (راغب) اسلئے محض بلندی پر بھی لفظ بولا جاتا ہے اور سَماء مینہ کو بھی کہتے ہیں جب تک زمین پر نہ آئے اور سَماء کے معنی سَحاب (بادل) بھی ہیں۔ اَلسَّمَاءُ الصَّوَابُ (لسان العرب)

۸۱ رعد :- لغوی معنے - بادلوں کا گرجنا - گرجنے کی آواز -

یہاں زبردست احکام - تباہی کی خبروں، وعید کی پیشگوئیوں اور احکام جنگ کو رعد یعنی کڑک سے تشبیہ دی گئی ہے -

۸۲ بَرْق چمکتی بجلی کو کہتے ہیں - یہاں اس سے لڑائی کے نظارے - کھُلی کھُلی علمی صداقتیں یا مالِ غنیمت اور اسلامی فتوحات' ہے -

۸۳ يَجْعَلُوْنَ :- جمع غائب مضارع (جَعَلَ يَجْعَلُ) جَعَلَ کے چار معانی آتے ہیں: کرنا[1]

بناتا - رکھنا - تجویز کرنا -

۸۴ اَصَابِعَ - واحد اِصْبَعٌ (انگلی) هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ (تو ایک خون آلود انگلی ہی تو ہے - صحیح بخاری)

یہاں اَنَامِلَہ (پورے) - (واحد اَنْمَلَہ) کی بجائے اسلئے مستعمل ہے کہ انکی پریشانی اور گھبراہٹ بھی ظاہر ہو جائے اور یہی کمالِ بلاغت ہے !

اٰذَان :- کان - واحد : اُذُن -

۸۵ صَوَاعِق : صَاعِقَہ اس بجلی کو کہتے ہیں جو گرتی ہے - یہاں مُراد وہ احکام ہیں جن کی تعمیل میں اعزّہ واقربا سے جدا ہونا پڑتا ہے یا اللہ کی راہ میں جان و مال کا جہاد کرنا پڑتا ہے -

منافق اِن احکام سے گریز کرتے ہوئے موت کے ڈر سے کانپ اٹھتے ہیں -

حَذَر :- ڈر (بالعموم وہ ڈر جو بچاؤ کے لئے ہو)

مَوْت :- رُوح کا جسم سے جدا ہو جانا - غشی اور جہالت کے معنوں میں مجازاً یہ لفظ مستعمل ہے

مُحِيْط : اصل میں مُحْوِطٌ تھا - اسم فاعل (اَحَاطَ يُحِيْطُ)

يَكَادُ : كَادَ - يَكَادُ — افعال مقاربہ -

يَخْطَفُ : مضارع (خَطِفَ - يَخْطَفُ)

كُلَّمَا : حرف شرط (لَمَّا اور كُلَّمَا میں فرق یہ ہے کہ موخر الذکر استمرار کا فائدہ دیتا ہے -

مَشَوْا : (اصل میں مَشِيُوْا تھا) مَشِيَ يَمْشِي - مادہ مَشْيٌ -

اَظْلَمَ : (اَظْلَمَ - يُظْلِمُ - افعال) اندھیرا کیا

قَامُوْا : (قَامَ - يَقُوْمُ مجرد) - قیام = اقامت -

لَوْ :- حرف شرط (جب)

۸۶ شَآءَ : مشیت یا تو ارادہ کے ہم معنی ہے یا کسی چیز کو وجود میں لانے کا نام ہے - اللہ کی مشیت ایجادِ شے ہے اور اُس کی مشیت ہی وجود شے کی مقتضی ہے (راغب)

شَیْءٌ : شَاءَ کا مصدر ہے جو بمعنی مفعول ہے یعنی وہ چیز (جو چاہی گئی) یا وہ چیز جو جان لی جائے یا جس کی خبر دی جائے (روح المعانی)۔

۸۷ قَدِیْر :- (صفت مشبہ)۔ قدرت سے ہے، انسانی صفت ہو تو مراد وہ حالت ہوگی جس میں انسان کسی چیز کے کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ خدائی صفت ہو تو مراد ہر قسم کے عجز یا کمزوری سے نفی کرنا ہے۔ اللہ تعالٰے کے سوا کسی کے لئے قدرت مُطلقہ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ فلاں امر پر قادر ہے۔

قَدِیْر کا مطلب ہے (اَلْفَاعِلُ لِمَا یَشَاءُ عَلٰی قَدْرِ مَا تَقْتَضِی الْحِکْمَۃُ لَا زَائِداً عَلَیْہِ وَلَا نَاقِصاً عَنْہُ ۔ اس کا کرنے والا جسے چاہے ایسے اندازے پر جو حکمت کا اقتضاء ہے نہ اُس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ راغب)

تشریح ان آیات میں منافقوں کی حالت کو واضح تر بنانے کے لئے دو مثالیں دی ہیں۔ ان دونوں مثالوں میں منافقوں کی دو جماعتوں کا علی الترتیب ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی مثال میں ان کٹر منافقوں کا ذکر ہے جو ناقابل اصلاح ہے۔ اسکو دو طرح حل کیا جاسکتا ہے :-

ا :- آگ جلانے والے خود آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہاں روشنی سے مراد نور اسلام کی اشاعت ہے۔ اطراف و جوانب کے لوگ اس نور ہدایت سے مستفید ہو کر اسلام میں داخل ہوتے گئے اور منافق نزدیکان بے بصر بن کر اندھے کے اندھے ہی رہے۔ اگر صرف اندھے ہی ہوتے تو بھی امکان تھا کہ راہ ہدایت پر آجاتے۔ لیکن بہرا اور گونگا ہونے کی قید نے ان کی کامل بے چارگی اور بے راہ روی پر مہر لگا دی ہے۔ اندھا آدمی دوسرے کو پکارنے یا آپ پوچھ لینے سے بھی رستہ پر آسکتا ہے۔ مگر جو شخص نہ اپنی کہے اور نہ دوسرے کی سنے اور ہو اندھا تو اسکے راہ راست پر آنے کی کیا امید ہوسکتی ہے

ب :- یا آگ جلانے والا خود منافق ہے اور آگ جلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بعض مصائب سے بچ جائے اور اپنے مقام اور اپنی حالت کو اچھی طرح دیکھ لے۔ لیکن جب وہ وقت آجاتا

ہے جس کے متعلق اُسے فائدہ اٹھانے کا خیال ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ اندھا ہو کر مایوس ہو جاتا ہے۔ اس کی تائید میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول کا عمل بطور تاریخی شہادت کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ شخص بظاہر مسلمان ہو گیا اور کفار سے ساز باز رکھی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں۔ غرض یہ تھی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں اور پھر یہ بادشاہ بن جائے۔ اس کارروائی کو (لڑائی کی) آگ بھڑکانے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اللہ نے نور یُوں سلب کر لیا کہ جنگ تو اس نے اسلئے کرایا تھا کہ مسلمان تباہ ہونگے لیکن جب جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی تو اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خفیہ ریشہ دوانیاں روشنی میں آگئیں اور اسے بجائے نفع کے نقصان پہنچا۔ دوسری مرتبہ جنگ احد میں یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا مگر راستہ سے ۳۰۰ ساتھیوں کے ہمراہ واپس آ گیا۔ اسے خیال تھا کہ مومن تباہ ہو جائینگے اور یہ بادشاہ بن جائیگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید نے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب منافقوں کو اپنی پوزیشن قائم رکھنا مشکل ہو گیا اور وہ اندھوں کی طرح بھٹکنے لگے۔

دوسری مثال میں صَیّب سے مراد نورِ اسلام ہے۔ جس طرح بارش خشک زمین کو تروتازہ اور ہرا بھرا کر دیتی ہے۔ اسی طرح قانون اسلام بھی ارواح کو زندہ اور تروتازہ کرنے کے لئے نازل ہوا۔

جس طرح بارش خدا کی رحمت ہے مگر اسکے ساتھ بجلی اور کڑک کی کچھ زحمتیں بھی ہیں۔ اسی طرح اسلام پر قائم رہنا بھی خالی از زحمت نہیں!

اندھیرے یہاں وہ ایذائیں اور تکالیف ہیں جو مسلمان اللہ کی راہ میں اُٹھاتے۔ گرج سے مراد خطرناک امور یا ناکامی ہے اور چمک سے مراد کامیابی!

منافقین ظاہرداری کے طور پر اپنے پکا مسلمان ہونے کا اعلان کرتے مگر جب راہ حق میں

جہاد کرنے اور مشکلات میں گھس کر موت کا مقابلہ کر کے زندگی اور آسانی کی راہیں تلاش کرنے کا حکم ہوتا تو وہ پریشان حال لوٹتے!

ان کے مقابلہ میں اللہ والے موت کو ایک کھیل سمجھتے۔ ان کی نگاہوں میں صرف موت ہی وصال محبوب اور فلاح و سعادت کی صراطِ مستقیم تھی۔ لہٰذا وہ بامراد اور کامیاب ہو جاتے اسلئے کہ زندگی کی راہ ہمیشہ موت میں سے اور آسانی ہمیشہ مشکلات میں سے ہو کر نصیب ہوتی ہے ؎

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
اسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا (اکبرؒ)

اَضَاءَ کے ساتھ کُلَّمَا اور اَظْلَمَ کے ساتھ اِذَا کا لفظ استعمال کر کے یہ بتایا ہے کہ مومن دمبدم ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ اور منافق ایسی بزدلانہ حرکات سے اپنا رہا سہا ایمان بھی ضائع کر رہے ہیں یہاں تک کہ بالآخر ہو سکتا ہے کہ وہ حق کی شنوائی اور قبولیت سے بالکل محروم ہو جائیں۔

ترتیب و ربط آیت ۹ میں بتایا کہ اسلام دل کی پاکیزگی اور اعمال کی عمدگی کا مطالبہ کرتا ہے جو مذبذبین کبھی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکے لئے پہلی شرط استواری ایمان عمل ہے

آیت نمبر ۱۰-۱۱ میں بتایا کہ ایسے بزدل افراد جو نورِ ایمان اور اسکی پختگی سے محروم ہیں۔ اطمینان قلب کی دولت سے ہمیشہ محروم رہینگے!

۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ میں منافقین کی محقرانہ روش کا ذکر ہے۔ آیت ۱۶ میں انکی ناکامی و نامرادی کی بشارت دینے کے بعد ۱۷-۱۸ میں ایمانی منافقوں اور ۱۹-۲۰ میں اعمال کے لحاظ سے منافقین کا حال اور انجام بتا دیا۔

یہانتک قرآن عزیز کا دعویٰ اسکے نزول کی غرض اور بعثت رسولؐ پر تین گروہوں کے پیدا ہو جانے کا ذکر کر دیا ہے۔ ہر ایک کا انجام بھی بتا دیا ہے تاکہ انسانیت جہالت اور ہدایت کی پہچان اور اپنے راہ عمل کی شناخت میں کسی شکایت اور محرومی کی آڑ نہ لے سکے +

حاشیہ مختصر ابن ابی جمرۃ

(۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ؟ قَالُوْا: رَبِيْعَةُ. قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ- اَوْ- بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَ لَا نَدَامٰى؛ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَأْتِيَكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ، نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَّرَاءَنَا، وَ نَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَ سَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ- فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَ نَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ، اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللهِ وَحْدَهٗ، قَالَ: اَتَدْرُوْنَ؟ مَا الْاِيْمَانُ بِاللهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ- قَالَ: شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ، وَ اِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَ اَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَ نَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْحَنْتَمِ، وَ الدُّبَّاءِ، وَ النَّقِيْرِ، وَ الْمُزَفَّتِ وَ رُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ- وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَ اَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ +

ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے (اللہ ان (باپ بیٹے دونو) سے خوش رہے) کہا عبدالقیس کا وفد، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، فرمایا: کون قوم ہو؟ یا فرمایا، کون وفد ہو؟ عرض کیا: ربیعہ۔ فرمایا: مرحبا قوم کو، یا (فرمایا) وفد کو، نارسوایاں اور ناپشیمانیاں! انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! ہم حرمت والے مہینوں کے سوا (کسی اور وقت) میں حاضر خدمت نہیں ہوسکتے، ہمارے آپ کے بیچ یہ کافران مُضر کا قبیلہ پڑتا ہے۔ اس لئے آپ ہم سے کوئی ایسی دو ٹوک بات فرمائیں جو ہم ان لوگوں کو بتائیں جو ہمارے پیچھے ہیں، اور اس کی وجہ سے بہشت میں داخل ہوں۔ اور انھوں نے پینے کی چیزوں کا بھی پوچھا۔ اس پر آپ نے ان کو چار کا حکم دیا اور چار سے منع کیا۔ ان کو حکم دیا: اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا۔ فرمایا: جانتے ہو کیا ہے اکیلے اللہ پر ایمان لانا؟ عرض کیا: اللہ اور اللہ کا پیغامبر خوب آگاہ ہیں۔ فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اور یہ، کہ محمد اللہ کا پیغامبر ہے، اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ دینا، اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دیا کرو۔ اور ان کو چار سے منع کیا: سبز گھڑے سے، کدو سے۔ کاٹھ کے باسن سے، اور رال ملے ہوئے یا تارکل لگے ہوئے برتن سے۔ اور فرمایا انھیں یاد رکھو اور جو لوگ تمھارے پیچھے ہیں اُن کو بتاؤ +

(بخاری ج ۱)

تشریحات:۔

اِبْنِ عَبَّاسؓ: نام عبداللہ ہے، ترجمان القرآن کہلاتے تھے۔ کثرت علم کے سبب حِبْرُ الاُمَّۃ اور بَحْرُ الاُمَّہ یعنی علامۂ امت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا دی تھی: اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْل ۔ (اے اللہ اس کو دین میں دقیقہ رس بنا، اور علم تاویل سکھا!) اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، تمھیں کچھ ایسی باتیں نہ سکھا دوں جن سے اللہ تمھیں نفع پہنچائے: تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت

اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ	کر، اللہ تیری حفاظت کریگا، تو اللہ کی حفاظت
اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي	کر، اسکو اپنے سامنے پائیگا۔ تو آسائش میں اللہ کو
الشِّدَّةِ۔ وَ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ	اپنی پہچان کرا، وہ تجھ کو سختی میں پہچانیگا، اور جب تو
تَعَالٰى۔ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ	سوال کرے تو اللہ تعالےٰ سے سوال کر، اور جب
بِاللّٰهِ تَعَالٰى جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ	تو مدد چاہے تو اللہ تعالےٰ سے مدد مانگ۔ قلم اسکو لکھکر
كَائِنٌ۔	جو ہونے والا ہے، خشک ہو چکا۔

یہ چند اقوال ہیں ابن عباسؓ کے کلام میں سے :

(۱) صَاحِبُ الْمَعْرُوْفِ لَا يَقَعُ، وَ	احسان والا گرتا نہیں، اور اگر گر پڑے تو اسکو
اِنْ وَقَعَ وَجَدَ مُتَّكَاً۔	سہارا مل جاتا ہے۔
(۲) مَكْتُوْبٌ عَلَى الْجَرَادِ بِالسُّرْيَانِيِّ	ٹڈی پر سریانی زبان میں مرقوم ہے یقیناً میں ہی
اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا	اللہ ہوں، ایک میرے سوا (دوسرا) کوئی معبود
وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ۔ اَلْجَرَادُ	نہیں، میرا کوئی شریک نہیں، ٹڈیاں میرے
جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِيْ اُسَلِّطُهٗ عَلٰى	لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، ان کو اپنے
مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ۔	بندوں میں سے جن پر چاہتا ہوں مسلط کر دیتا ہوں۔
(۳) لَمَّا ضُرِبَ الدِّرْهَمُ وَ الدِّيْنَارُ	جب درہم و دینار پر سکہ لگا ابلیس نے ان سب
اَخَذَهٗ اِبْلِيْسُ فَوَضَعَهٗ عَلٰى	کو لیکر اپنی آنکھ پر رکھا اور کہا: تو میرے دل کا
عَيْنِهٖ وَ قَالَ: اَنْتَ ثَمَرَةُ قَلْبِيْ	پھل، میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، تجھی
وَ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ اُطْغِيْ وَ بِكَ	سے سرکش کرتا ہوں، تجھی سے کافر بناتا
اُكْفِرُ وَ بِكَ اُدْخِلُ النَّارَ۔	اور تجھی سے جہنم رسید کر دیتا ہوں۔

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نعش پر نمازِ جنازہ کے لئے رکھا گیا، ایک سفید پرندہ آیا اور کفن میں داخل ہو گیا اور پھر نہیں نکلا۔ پھر جب ڈھونڈا گیا تو ملا نہیں۔ جب قبر میں اتار

کر مٹی سے برابر کرنے لگے تو یہ آواز سنی گئی مگر بولنے والا کوئی نہیں دکھائی دیا، کہ

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اے تسلی والی جان تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ، تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش۔)

۶۸ھ میں بمقام طائف وفات پائی۔

وَفْد : بادشاہوں اور ذی عظمت لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے قوم جس جماعت کو انتخاب کرے وہ جماعت وفد ہے۔ وَفْد کی اصل وُرُوْد ہے۔ قَالَ فِی المختار :

وَفَدَ فُلَانٌ عَلَی الْاَمِیْرِ = اَیْ وَرَدَ رَسُوْلًا۔ (فلاں شخص حاکم کے پاس ایلچی بن کر گیا)۔ از بابِ وَعَدَ ؛ وَفَدَ یَفِدُ فَهُوَ وَافِدٌ۔ جمع وَفْد ہے۔ جیسے صَاحِبٌ صَحْب۔ وَمِنْهُ : اَلْحَاجُّ وَفْدُ اللهِ۔ (حاجی خدا کا وفد ہیں اور وفد کی جمع ہے اَوْفَاد و وُفُوْد۔

عَبْدُ الْقَیْس : (ایک قبیلے کا باپ ہے)۔ پسر اَفْصٰی پسر دُعْمِی پسر جدیلہ پسر اسد پسر ربیعہ پسر نزار۔

سبب ان لوگوں کی وِفادۃ (ایلچگری) کا یہ تھا کہ منقذ بن حَبّان جو فروخت میں دھوکا کیا کرتا، عہدِ جاہلیت میں یثرب کو مال لے جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ کو گدھے لیکر گیا، یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔ ایک دن منقذ بیٹھا تھا کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ منقذ اُٹھکر پاس آیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا : منقذ بن حبان! کیا حال ہے تمھارے ہاں کا اور تمھاری قوم کا ؟ پھر ان کے اشراف کا ایک ایک کا نام لیکر حال دریافت فرمایا۔ منقذ مسلمان ہوگیا اور سورہ فاتحہ اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ سیکھ لیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے جماعت عبد القیس کی جانب ایک نامہ لکھوایا اور منقذ کے حوالے کیا۔ منقذ نامۂ مبارک لیکر چلا گیا اور کچھ دن اسے چھپائے رکھا۔ پھر اسکی بیوی کو ان کے اسلام کا پتہ چل گیا۔ اسکی بیوی منذر کی بیٹی تھی۔

صورت واقعہ یہ ہوئی کہ نماز پڑھتے اور قرأت کرتے، بیوی کو یہ بات نرالی معلوم ہوئی۔ اس لئے اپنے باپ منذر سے اس کا ذکر کیا ۔ کہا: میرا شوہر جب سے یثرب سے آیا ہے مجھے اسکے طور اَور کے اَور نظر آرہے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ پاؤں دھوتا ہے، پھر قبلہ رُو ہو جاتا ہے، پھر کبھی تو اپنی پشت خم کرتا ہے اور کبھی اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے ۔جب سے وہاں ہو کر آیا ہے، یہی اس کا رویّہ ہے۔ اسکے بعد منقذ منذر سے ملے اور اسکے پاس حالات بیان کئے۔ اسلام منذر کے دل میں جاگزیں ہو گیا۔ منذر کا اصل نام اشج بن عائذ ہے اشج نامۂ مبارک لے کر اپنی قوم کے پاس گیا۔ ان کو پڑھکر سنایا۔ سنکر وہ بھی مسلمان ہو گئے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کر لیا۔ جب یہ لوگ مدینہ منورّہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت علیہ السلام نے ہمنشینوں سے فرمایا : اَتَاکُمْ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ خَیْرُ اَهْلِ الْمَشْرِقِ فِیْهِمُ الْاَشَجُّ غَیْرَ نَاکِثِیْنَ لِلْعَهْدِ وَ لَا مُبَدِّلِیْنَ وَ لَا مُرْتَابِیْنَ ۔ (تمہارے پاس قبیلۂ عبدالقیس کا وفد آیا ہے، جو اہلِ مشرق میں بہترین ہیں، ان میں اشج ہے، نہ تو عہد کے توڑنے والے ہیں، نہ تبدیل کرنے والے اور نہ شک کرنے والے۔

جب یہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچے تو اپنے آپ کو اپنی سواریوں سے نیچے پھینک دیا۔ بعض ان میں سے چلتے، بعض دوڑتے اور بعض بھاگتے ہوئے اپنے سفر ہی کے کپڑوں میں آ پہنچے اور آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ اشج جو ان لوگوں میں سب سے کمسن تھے پیچھے رہ گئے ۔ اپنا اونٹ بٹھایا، اپنے کجاوے سے دو سفید کپڑے نکالے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب حال دیکھ رہے تھے ۔ پھر وہ چل کر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا ۔ یہ پست قد اور بدصورت شخص تھے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پست قامتی اور بدنمائی ملاحظہ فرمائی تو اشج نے کہا: یا رسول اللہ! انسان کے دو چھوٹے ہی اعضا کی ضرورت پڑا کرتی ہے، زبان کی اور دل کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا : تم

دو ایسی خصلتیں ہیں جو خدا اور رسول کو پسند ہیں، "بردباری اور آہستگی"۔ عرض کی، یا رسول اللہ! یہ دونو خصلتیں میں نے خود بہم پہنچائی ہیں یا اللہ نے میری طبیعت ہی میں رکھی ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اللہ نے یہ تیری جبلت میں ودیعت فرمائی ہیں۔ اشج نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَبَلَنِیْ عَلٰی خُلَّتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهٗ۔ (سب تعریف اللہ کی جس نے مجھ کو ایسی دو خصلتوں پر مجبول فرمایا جن کو اللہ اور اس کا پیغمبر پسند فرماتے ہیں۔)

مَنِ الْقَوْمُ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ (کون قوم یا کون وفد؟) یہ راوی کو شک ہوا ہے، راوی حضرت ابن عباس ؓ ہیں۔

قَالُوْا رَبِیْعَةُ (انھوں نے کہا: ربیعہ) ربیعہ ابن نذار ابن معد ابن عدنان + انھوں نے جواب میں ربیعہ ہی کہا، عبدالقیس نہ کہا، اسلئے کہ وہ اولادِ ربیعہ میں سے ہے۔ ان کا ربیعہ کہنا التَّعْبِیْرُ عَنِ الْبَعْضِ بِالْکُلِّ کے باب سے ہے، کیونکہ وہ ربیعہ کے بعض تھے کُل نہ تھے۔ اور یہ الفاظ بعض راویوں کے ہیں۔ بخاری کی دوسری روایت میں اِنَّ هٰذَا الْحَیَّ مِنْ رَبِیْعَةَ آیا ہے۔ والمعنی اِنَّ هٰذَا الْحَیَّ حَیٌّ مِنْ رَبِیْعَةَ۔

حَیّ کے معنے قبیلہ ہیں اور قبیلہ کو حَیّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکے بعض بعض کے ساتھ ملکر جیتے ہیں۔

مَرْحَبًا: (منسوب بہ فعل محذوف ہے۔ وجوبًا ای صَادَفْتَ رَحْبًا اَیْ سَعَةً فَلَا تَسْتَوْحِشْ یعنی آپ کو فراخی مل گئی ہے اسلئے اداس نہ ہوں اور رَحْب (بالفتح) فراخ شے۔ مَرْحَبًا کے ساتھ اَهْلًا بھی شامل کر لیتے ہیں یعنی وَجَدْتَ اَهْلًا فَاسْتَانِسْ یعنی تمھیں اپنے لوگ مل گئے ہیں ملنسار ہو کر رہئے۔ قَالَ فِی الْمُخْتَارِ: رُحْب (بضم) کے معنی فراخی ہیں اور رَحْب (بالفتح) کے فراخ۔ مَرْحَبًا وَاَهْلًا کا مطلب ہے: اَتَیْتَ سَعَةً وَ اَتَیْتَ اَهْلًا فَاسْتَأْنِسْ وَلَا تَسْتَوْحِشْ (تم فراخی میں آئے ہو، اپنے لوگوں میں آگئے

ہو، اداس نہ ہو، جی لگا کر رہو۔
رَحَّبَ اس نے مرحبا کہی۔ تَرْحِیب مرحبا کہنا۔
غَیْرَ خَزَایَا: (غَیْرَ منصوب علی الحال ہے، غَیْرِ مکسور علی الصفۃ بھی مروی ہے، لیکن معروف اول ہے۔ (نووی)) اور اسی کی موید ہے بخاری کی روایت ادب مفرد میں بطریق ابی التیاح عن ابی جمرہ: مَرْحَبًا بِالوَفْدِ الَّذِیْنَ جَاءُوْا غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَدَامٰی مَرْحَبًا ان (وفد کے) لوگوں کو جو نارسوا اور ناپشیمان آئے ہیں۔
خَزَایَا جمع خَزْیَان (مانند سَکْرَان و عَطْشَان) خَزْیَانْ بمعنے مُسْتَحْیِیْ شرمندہ۔ بقولِ بعض ذلیل، خوار۔ بقول بعض مُفْتَضِحْ رُسوا۔
مطلب یہ کہ یہ لوگ برغبت اسلام لائے ہیں، بغیر جنگ و اسیری کے جو انھیں ذلیل و رُسوا کرتی خَزِیَ خِزْیًا ازباب عَلِمَ عِلْمًا: ذَلَّ وَهَانَ ذلیل و خوار ہوا اَخْزَاهُ اللّٰهُ (اَذَلَّهٗ وَاَهَانَهٗ) اللہ نے اس کو ذلیل و خوار کیا خَزِیَ خَزَایَةً = اِسْتَحْیَا شرمندہ ہونا فَهُوَ خَزْیَان۔ مُخْزِیَةً صیغۂ اسم فاعل اَخْزٰی سے = خصلت قبیحہ۔ جمع مُخْزِیَات اور مَخَازِی (المصباح)
وَلَا نَدَامٰی: نَدَامٰی جمع نَدْمَان بمعنے نَادِم۔ پشیمان پچھتانے والا۔ بقولِ بعض نَدَامٰی نَادِم کی جمع ہے۔ قیاسًا نَادِمِیْن آنا چاہئے تھا۔ لیکن خَزَایَا کی مناسبت اور تحسین کلام کی خاطر نَدَامٰی لایا گیا۔ جیسے کہا جاتا ہے لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ اور قیاسًا تَلَوْتَ ہے۔
نَدِمَ ازباب ضَرَبَ و سَلِمَ۔ اسی کی مثل ہے تَنَدَّمَ (علی) اَنْدَمَهُ اللّٰهُ فَنَدِمَ (اللہ نے اسکو پشیمان کیا تو وہ پشیمان ہوا)۔ رَجُلٌ نَدْمَان نادم پچھتانیوالا۔
اَلْیَمِیْنُ حِنْثٌ وَمَنْدَمَةٌ قسم گناہ اور باعث ندامت ہے۔
نَادَمَهٗ عَلَی الشَّرَابِ فَهُوَ نَدِیْمُهٗ وَنَدْمَانُهٗ (اس نے اس کے ساتھ مل کر

شراب پی۔ پس وہ اس کا نَدِیم و نَدْمَان ہے یعنی رفیق میخواری۔
نَدِیم کی جمع نِدَام ہے اور نَدْمَان کی جمع نَدَامٰی اَلْمَرْأَۃُ نَدْمَانَۃٌ۔ نَدْمَان کی مؤنث نَدْمَانَۃٌ ہے اور نَدَامٰی بھی۔ مُنَادَمَہ بقول بعض مُدَامَنَہ کا مقلوب ہے کیونکہ وہ اپنے ندیم کے ساتھ ہمیشہ شراب پیتا ہے۔

مطلب یہ کہ نہ تو تم نے اسلام لانے میں دیر کی اور نہ تم پر جنگ و بند وغیرہ کی مصیبت آئی کہ تمھیں ان کی وجہ سے شرمندہ یا ذلیل یا رسوا ہونا یا پچھتانا پڑتا۔

روایات: ایک روایت میں غَیْرَ الخَزَایَا وَلَا النَّدَامٰی اور ایک روایت میں غَیْرَ خَزَایَا وَلَا النَّدَامٰی آیا ہے۔

انھیں عاجل و آجل یعنی بزُود و بدیر ملنے والی بھلائی کی خوشخبری دی۔ کیونکہ ندامت عاقبت ہی میں ہوتی ہے۔ جب خزی و ندامت منتفی ہوئیں تو انکی ضدیں ثابت ہو گئیں۔

فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ وفد گفتگو کے وقت مُسلم تھے اور اسی طرح ان کے "کفارِ مضر" کہنے سے۔

اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَاْتِیَكَ الخ: حاصل یہ کہ وفد عبدالقیس اور مدینۃ النبیؐ کے درمیان کفّارِ مضر تھے جو اپنے پاس سے گذرنے والوں کو ماہہائے حرام میں تو قتل نہ کیا کرتے تھے، ان کے سوا اور مہینوں میں قتل کر دیا کرتے تھے۔ اس لئے وفد نے کہا کہ ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں ہی میں آسکتے ہیں اور مہینوں میں نہیں آسکتے۔

اِلَّا فِی الشَّھْرِ الْحَرَامِ: اصیلی کی روایت میں اِلَّا فِیْ شَھْرِ الْحَرَامِ آیا ہے اور یہی مسلم کی روایت ہے۔ اور یہ اِضَافَۃُ الشَّیْءِ اِلٰی نَفْسِہٖ کی جنس سے ہے یعنی کسی شے کو اسی کی ذات سے منسوب کرنا۔ جیسے مَسْجِدُ الجَامِع اور نِسَاءُ الْمُؤْمِنَات مراد اَلشَّھْرُ الحَرَام سے جنس ہے تو چاروں ہی حرمت والے مہینے مراد ہونگے اور اسی کی مؤید ہے روایت بخاری مغازی میں بلفظ اِلَّا فِیْ اَشْھُرِ الْحَرَامِ۔ اور روایت حماد بن زید

عند البخاری در مناقب میں بلفظ الاّ فی کُلِّ شَھْرٍ حَرَامٍ" اور عند البعض اَلشَّھْر میں لام عہد کا ہے اور مراد شہر رجب ہے، اور بیہقی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اور قبیلہ مضر کے لوگ رجب کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اسی لئے حدیث ابی بکر میں اس ماہ کو ان کی طرف منسوب کر کے رجب مضر کہا گیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ قتال کو باقی تین مہینوں میں بھی حرام ہی سمجھتے تھے۔ لیکن رجب کی خصوصیت کے ساتھ زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔

شھر: سُمِّیَ الشَّھْرُ شَھْرًا لِشُھْرَتِہٖ (شَھْر دمہینہ) کو شَھْر اسکی شہرت کی وجہ سے کہتے ہیں۔

حَرَام اس کو اس لئے کہا گیا کہ اس میں لڑنا حرام ہے۔ اور حدیث سے وفد عبد القیس کا تقدم ان قبائل مضر پر ثابت ہوتا ہے جو ان کے اور مدینہ شریف کے بیچ پڑتے تھے۔

قبیلۂ عبد القیس کی سکونت بحرین اور اس کے آس پاس عراق کے اطراف میں تھی اسی لئے انھوں نے روایت شعبہ (عند البخاری فی العلم) میں کہا وَ اِنَّا نَاْتِیْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِیْدَةٍ (اور ہم دور کی مسافت سے آپ کے پاس آتے ہیں۔ شُقَّہ کے معنے (ابنِ قُتَیبہ کے نزدیک) سفر (اور زجاج کے نزدیک) اَلْغَایَةُ الَّتِیْ تُقْصَدُ غایتِ مقصودہ ہے۔

ان کے سابق الاسلام ہونے کی وہ روایت ہے جسکو بخاریؒ نے باب جمعہ میں ابی جمرہ عن بن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہا: اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ القَیْسِ فِیْ جُوَاثَا مِنَ الْبَحْرَیْنِ۔ (پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد پڑھا گیا وہ مسجد عبد القیس میں بمقام جواثا پڑھا گیا جو بحرین میں ہے۔ اور انھوں نے یہ جمعہ وفد کے جواثا میں واپس آنے کے بعد ہی پڑھا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انھوں نے تمام بستیوں سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی۔

هٰذَا الْحَيُّ : حی کے اصل معنے منزلِ قبیلہ ہیں - پھر قبیلہ کو بھی حیّ کہا گیا اسلئے کہ افرادِ قبیلہ مل جل کر جیتے ہیں -

كُفَّارُ مُضَرَ - مضر ابن نزار، غیر منصرف ہے - عَلَمِیَّۃ اور تانیث کے سبب، کیونکہ مراد لفظ مُضر سے قبیلہ ہے - کفارِ مضر ربیعہ اور مدینہ کے مابین بود و باش رکھتے تھے، ربیعہ ان پر سے گزرے بغیر مدینہ منورہ نہیں جا سکتے تھے - اسلئے وہ ماہ ہائے حرام کے سوا اور مہینوں میں ان سے خائف رہتے تھے - مُضَر میم کے پیش اور ضاد کے زبر سے، معدول ہے ماضر سے - وہ اس نام سے اس لئے ملقب ہوا کہ كَانَ يَمْضُرُ قَلْبَ مَنْ رَآهُ لِحُسْنِهِ وَجَمَالِهٖ - نام اس کا عمر اور کنیت ابوایاس تھی -

بِأَمْرٍ فَصْلٍ : اَمْرٌ کام - بات حکم + فَصْلٌ بمعنے فَاصِلٌ (جیسے عَدْلٌ بمعنے عَادِلٌ) حق و باطل کو جدا جدا کرنے والا - دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کرنے والا اور ہو سکتا ہے کہ مُفَصَّل یعنی تفصیلِ مطلب کرنے والا کے معنوں میں ہو - وَ قَالَ الْخطابی اَلْفَصْلُ الْبَيِّنُ - وَ قِيْلَ الْمُحْكَمُ -

نُخْبِرْ بِهٖ مجزوم، امر کے جواب میں یا بشرطِ مقدر -

مَنْ وَرَاءَنَا (ایک اور روایت میں مِنْ وَرَاءَنَا) اور مَنْ وَرَاءَهُمْ سے قَوْمَهُمْ مراد ہیں اور دوسری روایت کے لحاظ سے مفعول محذوف ہے یعنی قَوْمَنَا -

وَ نُدْخِلْ بالجزم معطوف ہے نُخْبِرْ پر - بعض روایات میں واؤ ساقط ہے بایں لحاظ مرفوع ہوگا اس وجہ سے کہ صفت ثانیہ ہے امر کی - اور مجزوم ہوگا جوابِ امر میں - ابن ابی جمرہ کہتے ہیں: اس میں دلیل ہے :

(۱) ادائے حق سے واجب ہو یا مندوب) عاجز ہونے کے وقت عذر کی ابتداء کرنے پر -

(۲) اور اس پر کہ پہلے اہم کے متعلق سوال کیا جائے -

(۳) اور اس پر کہ اعمالِ صالحہ جنت میں داخل کرتے ہیں جب مقبول ہوں، اور ان کا مقبول

ہونا اللہ کی رحمت سے ہے۔

وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ اور آپ سے پوچھا پینے کی چیزوں کا یعنی ان کے حلال یا حرام ہونے کا حکم۔

أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ (آنحضرت نے ان کو حکم دیا اللہ پر ایمان لانے کا جو اکیلا ہے)

سوال: پہلے تو کہا ان کو حکم دیا چار کا، پھر کہا ان کو خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا، اور ایمان ہے ایک۔

جواب: ایمان پر جو ایک ہے، چار کا اطلاق اس کے چار اجزا کے اعتبار سے ہوا ہے۔

شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ: یہ دلیل ہے اس پر کہ ایمان و اسلام ایک ہیں۔ اسلئے کہ جو تفسیر اس حدیث میں ایمان کی کی گئی ہے وہی ایک دوسری حدیث میں اسلام کی کی گئی ہے حالانکہ دونو آپس میں ایک نہیں ہیں، غیر ہیں؟

جواب: عبارت میں حذف ہے، تقدیر ہے:

أَتَدْرُونَ ثَمَرَاتِ الْإِيمَانِ؟ تمھیں اسلام کے پھل معلوم ہیں؟

سوال: حج بھی تو ایمان ہی کا ثمرہ ہے، اس کا ذکر کیوں نہیں آیا؟

جواب: دو جواب ہیں (۱) ان کے آنے کے سنہ تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ان کا آنا ۸ سنہ عام الفتح میں تھا اور حج (علیٰ بعض الاقوال) ۹ سنہ ہجری میں فرض ہوا تھا۔ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ کفارِ مُضَر کے سبب حج نہیں کر سکتے۔ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ۔

سوال: اس میں مصدرِ صریح کے لفظ سے اس لفظ کی طرف کیونکر عدول ہوا؟

جواب: معنیٔ تجدّد پر متنبہ کرنے کے لئے جو فعل سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ باقی ارکان اس سے پہلے ثابت تھے۔ برخلاف اعطاءِ خمس کے (فَإِنَّ فَرْضِيَّتَهُ كَانَتْ مُتَجَدِّدَةً)

کہ اس کا فریضہ ابھی ابھی نیا نیا تھا۔

نووی کہتے ہیں: ایک جماعت نے اس حدیث کو مشکلات میں شمار کیا، اس جہت سے کہ اس میں حکم ان کو چار کا کیا اور گنے گئے پانچ!!

اس کے جواب میں اختلافات ہیں

(۱) جن کاموں کے بجالانے کا حکم ہوا ان میں پہلا کام اقامت صلوٰۃ ہے۔ شہادتین کا ذکر بطور تبرک ہوا ہے، جیسا کہ اس قول خداوندی کے متعلق کہا گیا ہے: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کہ اللہ کا نام بطور تبرک آیا ہے شہادتین کا ذکر مقصود نہیں تھا اس لئے کہ یہ لوگ مومن اور کلمہ اسلام کے مقر تھے، لیکن شاید وہ ایمان شہادتین پر مقصور سمجھتے ہوں جیسا کہ صدر اسلام میں واقع تھا

(۲) اَنْ تُعْطُوْا معطوف ہے بِاَرْبَعٍ پر یعنی میں تم کو چار کاموں کا حکم کرتا ہوں اور اس کا کہ تم دو، اور اس پر دلالت کرتا ہے۔ اربع کے سیاق سے عدول کرنا اور اَنْ اور فعل کا لانا، اور خطاب کا رخ بھی انہی کی طرف رہنا۔

(۳) جن چار کا وعدہ تھا ان کا شمار پورا کرنے کے بعد پانچویں کو بڑھا دیا جب عہد کی وفا حاصل ہو جائے تو زیادۃ ممنوع نہیں ہو جاتی۔ اور اسی پر دلالت کرتا ہے روایت مسلم کا لفظ (حدیث ابی سعید میں سے اسی قصے کے متعلق) آمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ: اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ، وَصُوْمُوْا رَمَضَانَ وَاَعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ

(۴) صلوٰۃ و زکوٰۃ کو ایک شمار کیا کیونکہ زکوٰۃ کتاب اللہ میں صلوٰۃ کے ساتھ جڑی ملی آتی ہے۔ چوتھا ان کا خمس ادا کرنا ہے۔

(۵) امور خمسہ جو اس حدیث میں مذکور ہوئے ایمان کی تفسیر ہیں اور ایمان ان چاروں میں سے ایک ہے جن کے ذکر کا وعدہ راوی نے کیا پھر یا تو باقی تین کو بنظر اختصار حذف کر دیا یا بھول کر۔

وَ نَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ : اور ان کو منع فرمایا چار سے یعنی اس نبیذ کے تناول کرنے اور پینے سے جو ان چار برتنوں میں ڈال کر رکھی اور تیار کی جاتی ہے۔ یہ ہے از باب اِطْلَاقُ المحَلّ وَ اِرَادَةُ الحَالِ یعنی محل کو ذکر کرنا اور حال کو مراد لینا اَیْ نَهَاهُمْ عَنْ مَا فِي الْحَنْتَمِ وَ غَيْرِهٖ یعنی جو کچھ حنتم وغیرہ میں ہو اس کے استعمال سے ان کو منع فرمایا۔ مراد کی تصریح نسائی کی روایت میں آئی ہے۔ قَالَ : وَ اَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ مَا يُنْبَذُ فِي الْحَنْتَمِ وَ نَحْوِهٖ۔ اور میں تمھیں چار سے منع کرتا ہوں۔ اس نبیذ سے جو حنتم وغیرہ میں طیار کی جائے۔ اور ان ہی چار کا ذکر اس لئے فرمایا کہ جو کچھ ان میں ڈالا جائے وہ جلد تر متغیر اور نشہ آور ہو جاتا تھا۔

اَلْحَنْتَمْ : سبز گھڑے (ابوہریرہ) ان پر شیشہ کا روغن ہوتا تھا (ھی الجرار کلھا: سب گھڑے حنتم ہیں (ابن عمر)) - (جرار یوتی بھا من مضر مقیرات الاجواف اے معمولۃ بالقار - گھڑے جو مضر سے لائے جاتے ہیں ان کے اندر روغن قار لگا ہوا ہوتا ہے اور قار یہی زفت ہے (انس بن مالک)) - ابی کہتے ہیں: حنتم میں اختلاف ہے۔ ابن حبیب کہتا ہے : وہ ہر ایک فخار (پکا ہوا مٹی کا برتن) ہے سبز ہو یا سفید ہو۔ اوروں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے، حنتم وہی ہے جو پکا برتن حنتم سے لیپا ہوا ہو جو شیشہ وغیرہ سے طیار کیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف تغیر بسرعت راہ پاتا ہے، اور یہی معتمد ہے اور حکم اس کا جو اسمیں ڈالا جائے کراھۃ ہے اور اگر نشہ دینے کا احتمال ہو تو حرمت۔

اَلدُّبَّاءُ هُو القرع قال النووی المراد الیابس - سوکھا کدو اور مراد وہ نبیذ ہے جو اس میں طیار کی جائے۔

النقیر : اسکی تفسیر صحیح مسلم میں یہ آئی ہے : جو کھجور کے تنے سے بنایا جاتا ہے۔ اسکے درمیان کا حصہ کھود لیا جاتا ہے، اس میں ڈالکر نبیذ تیار کی جائے تو اسمیں سخت تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔

النقیر : لکڑی جو کھودی جائے اس میں نبیذ بنائی جاتی ہے اور اس سے نہی وارد ہوتی ہے (المصباح

نقیر لکڑی کی جڑ کھود کر بنایا جاتا ہے۔ اس میں نبیذ طیار ہوتی ہے اور وہ ممنوع ہے اھ (المختار)
المزفت: رال سے روغن کیا ہوا۔ زِفت رال کو کہتے ہیں۔
المقیر جو قار سے لپا ہوا ہو اور اسکو قیر بھی کہتے ہیں۔ وہ ایک پودا ہے جو سوکھا جلایا جاتا
ہے۔ اس سے کشتیوں وغیرہ کو روغن کیا جاتا ہے جیسا کہ زِفت سے۔
اِحفَظُوهُنَّ: یعنی ان اوامر و نواہی کو یاد کرلو۔ اس حدیث کو بخاریؒ نے باب اداء الخمس
من الایمان میں ذکر کیا ہے۔

(۸)

عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا، فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ۔

ترجمہ ابو مسعودؓ سے مروی ہے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: جب خرچ کرے مرد اپنے گھر والوں پر، چاہتا ہو اس سے
خوشنودی اللہ کی تو وہ اسکے لئے صدقہ ہے۔

تشریحات:۔
ابو مسعودؓ: عقبہ بن عمرو ابن ثعلبہ انصاری خزرجی بدری، ۳۱ھ یا ۴۱ھ یا ۴۲ھ
میں کوفہ یا مدینہ منورہ میں بعہدِ خلافت علیؓ، یا آخر خلافت معاویہؓ میں وفات پائی۔
اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ: جب خرچ کرے آدمی (روپیہ پیسہ وغیرہ) معمول اس لئے حذف
ہوا کہ عموم کے معنے حاصل ہوں، یعنی کوئی سا خرچ ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔
عَلٰی اَھْلِہٖ: علیٰ عیالِہٖ یعنی اپنے بیوی بچوں وغیرہ پر جن پر خرچ کرنا واجب ہے۔
یَحْتَسِبُھَا: یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ، بہ نیتِ رضائے خدا۔
منطوق حدیث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ: خرچ کرنے کا اجر نیت ہی پر ملتا ہے، وہ

خرچ واجب ہو یا غیر واجب (القرطبی)

اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جو کوئی قربت کا قصد نہ کرے اسکو اجر نہیں ملتا۔ لیکن وہ نفقۂ واجبہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی حال ہے باقی اعمال کا جن کی درستی نیت پر منحصر نہیں۔

فَهِيَ: پس وہ۔ یعنی نفقہ۔ اور ایک روایت میں ہے فَهُوَ یعنی انفاق۔

صَدَقَةٌ: خیرات۔ یعنی اس پر اسکو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کو بخاری نے باب مَاجَاءَ اِنَّ الاعمالَ بِالنِّيَّةِ میں مذکور کیا ہے۔

(۹)

اَلْبُخَارِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ۔

ترجمہ | بخاری نے کہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسکو دین کے معاملے میں علم و فہم دیتا ہے اور علم تو سیکھنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

ترجمہ لفظی: جو شخص کہ چاہتا ہے اللہ اس سے بھلائی سمجھ دیتا ہے اسکو دین کی، اور سوا اس کے نہیں کہ علم سیکھنے سے (آتا) ہے۔

اَلْبُخَارِيُّ مبتدا۔ جملۂ قَالَ الخ خبر، اور قَالَ رَسُوْلُ اللهِ الخ مقول قول۔

مصنف نے اس حدیث کو اسلئے وصل نہیں کیا کہ بخاری نے اس جگہ اس کی تعلیق کی ہے یعنی اس کی سند تمامتر حذف کر دی ہے۔ اور درحقیقت ہے وہ موصول اسلئے کہ دوسرے موقعہ پر بخاری نے اسکو وصل کیا ہے یعنی اسکی سند بیان کر دی ہے، اور یہی حال اس کے بعد آنے والی حدیث کا ہے۔

مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا (کوئی شخص جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرے)۔ خَيْرًا نکرہ ہے

سیاقِ شرط میں۔ پس وہ ہر خیر کو لئے ہوتے ہے۔ سو وہ خیرِ کامل ہے۔ اس میں متفقہین یعنی علماء کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا بندے کی بھلائی چاہنا اس کا مددگار رہوتا ہے دین کا علم تحصیل کرنے پر۔

مویدات اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَجْلِسُ فِقْهٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً (علم کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے)

حسن بصریؒ کا قول ہے: اَلْفَقِيْهُ هُوَ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبُ فِي الْآخِرَةِ، الْبَصِيْرُ بِاَمْرِ دِيْنِهٖ، الْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ۔ (عالم وہ ہے جو دنیا سے بے رغبت، آخرت کا خواہشمند، اپنے دین کے معاملہ میں دیدہ ور، اور اپنے رب کی بندگی پر مداومت کرنے والا ہو)۔

يُفَقِّهْهُ: مستملی کی روایت میں يُفَهِّمْهُ ہے۔ اور تَفَقُّهٌ کے معنے تَفَهُّمٌ ہی ہیں۔

فِي الدِّيْنِ: دین میں، یعنی اسکے فروع و اصول میں۔

وَ اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ اور علم تو سیکھ کر ہی حاصل ہوتا ہے، یہ بخاری کا قول نہیں بلکہ حدیث مرفوع ہے جسکو ابن ابی عاصم اور طبرانی نے حدیث معاویہ سے، اور ابونعیم نے ریاض المتعلمین میں حدیث ابی درداء سے مرفوعاً وارد کیا ہے: اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَ اِنَّمَا الْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ يَّتَحَرَّ الْخَيْرَ يُعْطَهُ وَمَنْ يَّتَّقِ الشَّرَّ يُوْقَهُ: (علم تو کوشش سے سیکھکر آتا ہے، اور بردباری برداشت کرتے کرتے حاصل ہوتی ہے جو بھلائی کا قصد کرتا ہے۔ وہ اسے ملتی ہے اور جو برائی سے پرہیز کرتا ہے وہ اس سے بچایا جاتا ہے +

(۱۰)

اَلْبُخَارِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا

اِلَى الْجَنَّةِ +

ترجمہ بخاریؒ نے کہا: پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی چلے کوئی راستہ، طلب کرے اس سے کوئی علم، آسان کر دیتا ہے اللہ اس کے لئے راہ جنت کی طرف +

تشریحات مَنْ سَلَكَ: یہ ٹکڑا ہے ایک حدیث کا، جس کا آغاز ہے: اِنَّ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَرَثُوا الْعِلْمَ، مَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا الخ: بیشک علما انبیاء کے وارث ہیں، علم کے وارث ہوئے ہیں، جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ لیا، جو کوئی چلا کوئی راستہ آخر حدیث تک۔ یعنی جو کسی راستے پر گامزن ہوا، کوئی سا راستہ ہو، خواہ حسّی ہو مثلاً وہ راستہ جو کسی ایسے مقام تک پہنچتا ہو جس میں علم میسّر ہو سکے، یا معنوی ہو جیسے کوئی ہنر جس سے تحصیلِ علم کا ساز و سامان بہم ہو سکے۔

يَطْلُبُ بِهٖ: یعنی راہ رَو اس پر چلکر کوئی علم طلب کرے۔

عِلْمًا: اس کو بھی طَرِيقًا کی طرح اسلئے نکرہ لائے ہیں کہ بالعموم کم و بیش سب علومِ دینیہ کو شامل ہو۔

سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيقًا: آسان کر دیتا ہے اللہ اس کے لئے کوئی راستہ (آخرت میں) جنت کی طرف۔ خواہ وہ راستہ حسّی ہو جیسے صراط جو (آخرت میں) جنت تک پہنچا دیگی۔ یا معنوی: کہ دُنیا میں اسے اعمالِ صالحہ کی توفیق بخش دی جائے جو جنت میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس حدیث میں بشارت ہے کہ طالب علم دین پر علم آسان کر دیا جاتا ہے۔

القرآن الکریم

قرآن کریم کے پڑھانے میں کیا کیا اغراض ملحوظ رہنی چاہئیں ؟

۱ ۔ ان عقائد و منقولات اور عبادات کا جو قرآن کریم میں مذکور ہیں علم حاصل کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا۔

۲ ۔ ان آداب عالیہ اور اخلاق کریمہ سے آراستہ ہونا جو قرآن کریم میں وارد ہیں۔

۳ ۔ گزشتہ رجال کے احوال و اخبار سے آگاہ ہونا اور ان سے عبرت اندوز اور پند پذیر ہونا۔

۴ ۔ اس آگاہی کے ذریعے ان اچھے طریقوں پر چلنا جو دنیا اور آخرت کی سعادت کا موجب ہوں۔

۵ ۔ قرآن کریم کے فصیح لغت سے زبانوں کا درست کرنا اور اس کے سلیس الفاظ اور پختہ تراکیب سے مادہ لغویہ کا زیادہ کرنا۔

۶ ۔ قوت حافظہ اور ذاکرہ کو تقویت دینا اور معلومات و مدرکات کی توسیع کرنا۔

تدریس قرآن کریم کے عام قاعدے

۱ ۔ قرآن کریم کا جس قدر حصہ تلامیذ کو حفظ کرانا مطلوب ہو اس کے حفظ کرانے میں محفوظات کے طریقہ کا اتباع کرنا۔ خواہ کلاس روم کے اندر ہو یا باہر۔

۲ ۔ جن آیات کا حفظ کرانا مقصود ہے ان کے حفظ کرانے سے پہلے بالاختصار تلامیذ کو ان کے معانی کی واقفیت دلانا کیونکہ اس سے ان کو حفظ کرنا آسان ہوتا ہے۔ نیز بلا فہم معانی کسی عبارت کا حفظ کرنا تلامیذ کی قوت فکر کو فنا کر دیتا ہے اور ان کو کسی شئے کے بلا تفکر معانی حفظ کر لینے کا عادی بنا دیتا ہے۔ لیکن ان آیات کے معانی کی شرح و تفسیر میں طلبہ کی عقلوں کی سطح ہمیشہ ملحوظ رہنی چاہئے۔

نوٹ: بعض مدرسین کا خیال ہے کہ معانی کا مناقشہ مقررہ مقدار کے حفظ میں تاخیر اور مقدار حفظ کی

قلت کا باعث ہوتا ہے مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ حفظ مع الاستفادہ کی مقدار کا کم ہونا اس سے بہتر ہے کہ تلامیذ بلا فہم معانی مقدار کثیر حفظ کر لیں اور اپنی قوت فکر ضائع کر دیں اور اپنے محفوظات سے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

۳۔ مدرس اونچی کلاسوں کے تلامیذ کو ان کی استطاعت کے مطابق ان فائق اسلوبوں اور بلند معنی بلیغ ترکیبوں کی طرف رہنمائی کرتا رہے جو ان کے ذوق کو ترقی دیں اور ان کے مادہ لغویہ کو بڑھائیں اور ان کو مشق کرائے کہ وہ ان ترکیبوں کو خارجی جملوں میں استعمال کریں تاکہ ان کو اپنی کلام میں استعمال کرنے کے خوگر ہو جائیں۔

۴۔ جن کلاسوں کے تلامیذ اچھی طرح قرأت نہ کر سکیں مدرس ہمیشہ ان کے حفظ کے مقررہ کام کو کلاس روم میں ہی یاد کرائے۔ اور جو تلامیذ قرأت اچھی طرح کر سکیں وہ کلاس روم کے باہر حفظ کیا کریں تاکہ وقت معین میں ان کو کثیر مادہ دیا جا سکے اور شرح و تفسیر میں توسیع کی جا سکے۔

۵۔ ہر مناسب مقام پر قواعد تجوید کی شرح پر توجہ دینا اور تلامیذ کو اپنی قرأت میں ان کی رعایت پر متوجہ رکھنا۔

۶۔ تلامیذ سے آموختہ کا امتحان لینا تاکہ وہ ہمیشہ اس کا تکرار کرتے رہیں اور وہ ان کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔

۷۔ قرأت کے وقت تلامیذ کی نشست کی طرف متوجہ رہنا اور ان کو جھومنے سے روکنا۔

۸۔ ان آیات اور سورتوں پر خاص طور پر دھیان دینا جن کو دینی اور تاریخی دروس کے ساتھ خاص تعلق ہے اور ان کو ہر مناسب مقام پر ان دروس کے ساتھ ربط دینا۔

۹۔ محفوظات کے معانی کو تلامیذ کی زندگی کے ساتھ حسب استطاعت ربط دینا۔

۱۰۔ قرأت میں معنوں کو اس طرح ممثل کرنے کا دھیان رکھنا کہ اس کا اثر نفسوں میں قوی ہو کر دلوں پر چھا جائے۔

۱۱ - پیریڈ کے پہلے حصے کو آموختہ کے امتحان کے لئے مخصوص کرنا۔

تدریس کے طریقے

قرآن کریم کی تدریس کے طریقے بلحاظ سنینِ تعلیم مختلف ہوتے ہیں۔ توضیح اسکی حسب ذیل ہے ان کلاسوں کے متعلق جن کے تلامیذ اچھی طرح قرأت و کتابت نہیں کر سکتے ہیں مدرس ہر درس میں آئندہ خطوات کا اتباع کرے۔

۱ - مدرس تختۂ سیاہ پر تاریخ لکھے۔ پھر مناسب مقدمہ ذکر کرے۔

۲ - سبق میں وارد ہونے والے مجمل حقائق میں تلامیذ کے ساتھ بحث کرے۔

۳ - مدرس تلامیذ کو شوق انگیز طریقہ سے سارا قطعہ پڑھ کر سنائے، ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور حروف کو ان کے مخارج سے نکالے اور معنوں کی وضاحت کرے۔

۴ - تلامیذ کے اشتراک کے ساتھ مشکل کلمات کی ایسی تفسیر کرے جو ان کی عقول کے مناسب ہوں پھر ان سے بالاختصار اس آیت کے اجمالی معنی میں بحث کرے۔

۵ - آیت کے کلمات کو علیحدہ علیحدہ پڑھے اور شاگردوں سے کہے کہ سب اجتماعی متابعت کریں اور ان کے ساتھ اس کا تکرار کرے اور جب دیکھے کہ وہ اس کی پڑھنے میں متابعت کر سکتے ہیں تو بتدریج ایک ایک کلمے سے دو دو کلموں اور پھر تین تین اور پھر ان سے زیادہ کا تکرار کرتا جائے تاکہ ان کو یاد ہو جائے۔ اور اگر تلامیذ زیادہ ہوں تو ان کے مناسب فریق بنادے اور ان کو باری باری پڑھائے۔

۶ - اس میں اکیلے اکیلے کا امتحان لے یہاں تک کہ اسے یقین ہو جائے کہ ان کو سبق یاد ہو گیا ہے اور اس کے معنے بھی ذہن نشین ہو گئے ہیں اور مدرس کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ ہر پیریڈ میں تھوڑا سا مادہ لے تاکہ تلامیذ کو اس طریقہ سے اسے یاد کرا سکے۔

ان کلاسوں میں جن کے تلامیذ اچھی طرح قرأت کر سکتے ہیں۔

مدرس ان کلاسوں کے ہر درس میں ہدایات ذیل پر عمل کرے۔

۱۔ پہلے تختہ سیاہ پر تاریخ لکھے اور تمہید بیان کرے جیسے کہ گزرا۔ پھر عنوان لکھے۔

۲۔ سبق میں وارد ہونے والے حقائق سے متعلق تلامیذ کے ساتھ سوال جواب کرے تاکہ وہ مجمل حقائق کو ضبط کر لیں۔

۳۔ انہیں پاروں کو کھولنے اور سبق والے صفحہ کے نکالنے کا حکم دے پھر اسے انکے سامنے پڑھے۔

۴۔ تلامیذ کو اپنے ساتھ ملاکر اس سبق کے مشکل کلمات کی تفسیر کرے۔ اور تختہ سیاہ پر ان معانی کو لکھے جن سے وہ ناواقف ہوں۔ پھر ان سے اس کے اجمالی معنی کے متعلق سوال جواب کرے۔ اور اس معنی کو ان کی زندگی کے ساتھ مرتبط کرے۔

مطابق کلاس کی استعداد کے تلامیذ کی نظریں ان عبرت و موعظت کے مقامات کی طرف جو سبق میں آئے ہیں ملتفت کرے اور ان فضائل واخلاق کی طرف ان کو متوجہ کرے جن پر یہ سبق مشتمل ہے۔ ان کی زندگی پر ان فضائل کے اثر کو بیان کرے اور ان کو انکے ساتھ متصف ہونے کی رغبت دلائے۔ پھر اس کے بعد ان عمدہ الفاظ و تراکیب اور ان بلیغ اسلوبوں کی طرف ان کی رہنمائی کرے جن کے سمجھنے کی وہ طاقت رکھتے ہیں

۵۔ پہلے آپ سبق نمونہ کے طور پر ان کے سامنے پڑھے پھر ایک قوی الذہن تلمیذ سے اپنی قرأت کی نقل کا مطالبہ کرے پھر دوسرے سے اور اسی طرح باقیوں سے۔ اگر نمونہ کے تکرار کی ضرورت پڑے تو اس کا تکرار کرے تاکہ وہ اس کو یاد کر لیں۔ اگر وقت میں گنجائش ہو تو کلاس روم میں ورنہ کلاس روم کے باہر اس طریقہ کے مطابق جس کی تفصیل محفوظات میں گزر چکی ہے۔

۶۔ اگر وہ کلاس روم میں حفظ کر لیں تو ان سے معنی اور حفظ دونوں کا امتحان لے ورنہ صرف معنی کے امتحان پر اکتفا کرے۔ اور حفظ کے امتحان کو دوسرے وقت پر موخر کر دے

۷۔ انہیں تختہ سیاہ کا خلاصہ پڑھائے اور تفسیر کلمات کی خاص کاپیوں میں اس کے نقل کرنے کا حکم دے۔

الحدیث الشریف

حدیث شریف کے پڑھانے میں کیا کیا اغراض ملحوظ رہنے چاہئیں۔

حدیث شریف کے پڑھانے کی اغراض مقصودہ اور قواعد عامہ وہی ہیں جو قرآن کریم کے پڑھانے میں ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس کے پڑھانے کا طریقہ قرآن کریم کے طریقہ سے زیادہ مختلف نہیں۔ لیکن چونکہ ہمیں ہر مضمون کے طریقہ کو مستقل طور پر ذکر کرنا مرغوب ہے۔ اس لئے اس کا مخصوص طریقہ اجمالاً بیان کیا جاتا ہے!

۱۔ مدرس تختہ سیاہ پر تاریخ لکھے پھر مناسب تمہید ذکر کرے اور درس کا عنوان لکھے۔

۲۔ حدیث شریف میں آئے ہوئے حقائق پر تلامذہ سے سوال و جواب کرے۔

۳۔ حدیث شریف کو تختہ سیاہ پر واضح خط میں اعراب کے ساتھ لکھے اور ان کو پڑھ کر سنائے۔

۴۔ مشکل الفاظ کی تفسیر کرے اور معانی کو تختہ سیاہ پر لکھے۔ ان کی نظروں کو حدیث کے ان الفاظ و تراکیب کی طرف ملتفت کرے جن کا اقتباس ان سے ممکن ہو۔

۵۔ حدیث کے معنوں میں تلامذہ سے جہانتک ان کی عقلیں اجازت دیں۔ ذرا توسع کے ساتھ بحث کرے۔

۶۔ حدیث شریف میں سے جو جو احکام شرعیہ اور فضائل و آداب وغیرہ نکل سکتے ہوں تلامیذ سے نکلوائے اور بتائے کہ ان کا ان کی زندگی کے ساتھ کیا پیوند اور ان کی دنیوی و اخروی سعادت پر کیا اثر ہے۔ پھر اس کا خلاصہ تختہ سیاہ پر لکھے۔

۷۔ تلامیذ کو حدیث شریف کئی بار پڑھائے یہانتک کہ وہ اس کو اچھی طرح قرأت کر سکیں۔

۸۔ افرادی اور اجمالی معنوں میں اور جو کچھ استنباط ہوا ہے اس کے متعلق شاگردوں سے سوال و جواب کرے۔

۹ - تلامیذ کو تختہ سیاہ کا خلاصہ پڑھائے پھر انہیں طریقہ ذیل کے مطابق حدیث شریف کی خاص کاپیوں میں اس کے نقل کرنے کا حکم دے۔

حدیث کی عبارت۔

اس کے نیچے ایک ایک لفظ کے معنے۔

اجمالی معنے۔

جو کچھ مستنبط ہوا۔

اگر تلامیذ کے ہاتھوں میں ان تمام امور کی جامع کتابیں ہوں تو کاپیوں میں نقل کرنے کی ضرورت نہیں اور مدرس کو سبق ختم ہونے کے بعد صرف شاگردوں کی معیت میں کتاب پڑھنا ہی کافی ہے۔

۱۰ - انہیں حدیث کے حفظ کرنے کی نصیحت کرے کیونکہ حفظ کے بغیر حدیث سے پورا انتفاع نہ ہوگا۔

تَنْظِيفُ السَّجَّادِ وَالْمُشَمَّعِ (مسلسل)

غالیچہ اور موم جامہ کا صاف کرنا

(۱) اِذَا تَعَفَّنَ لَوْنُ السَّجَّادِ اَیْ رَبَاخَ فَذُرَّ عَلَيْهِ كَثِيرًا مِنَ الْمِلْحِ وَ اتْرُكْهُ عَلَيْهِ بِضْعَ سَاعَاتٍ ثُمَّ اكْنُسْهُ عَنْهُ جَيِّدًا فَتَعُوْدُ اَلْوَانُهُ اِلَيْهِ عَلَى الْغَالِبِ۔

جب قالین دری وغیرہ کا رنگ گندہ ہو جائے تو اس پر بہت سا نمک چھڑک کر چند ساعت رہنے دو، پھر اس کو اس پر سے اچھی طرح (برش وغیرہ سے) صاف کر دو تو اس کے رنگ غالباً پھر ویسے ہو جائینگے۔

اَلْفَائِدَةُ الثَّانِيَةُ

دوسرا فائدہ

هِيَ اَنْ يُرَشَّ عَلَيْهَا خَلِيْطٌ مِنَ الْمِلْحِ وَ النُّخَالَةِ وَ يُتْرَكَ سَاعَةً ثُمَّ تُمْسَحُ السَّجَّادَةُ بِالْفُرْشَاةِ جَيِّدًا۔

یہ ہے کہ اس پر نمک اور بھوسی (دونوں) ملے ہوئے چھڑکے جائیں اور انہیں ایک گھنٹہ رہنے دیا جائے۔ پھر برش سے غالیچہ کو اچھی طرح صاف کر دیا جائے۔

اَلْفَائِدَةُ الثَّالِثَةُ

اَذِبْ عِشْرِيْنَ جُزْءًا مِنَ الصَّابُوْنِ فِي اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ الْمَاءِ وَ اَضِفْ اِلَى الْمَذُوْبِ سَبْعَةَ اَجْزَاءٍ مِنَ الصُّوْدَا وَجُزْءًا مِنَ الْمَاءِ الْاَمُوْنِيَا وَ جُزْءًا مِنَ السَّبِيْرْتُو ۔

تیسرا فائدہ

۲۰ حصے صابون، چالیس حصے پانی میں گھولو۔ اور اس گداختہ میں سات حصے سوڈا اور ایک حصہ نوشادر کا پانی اور ایک حصہ سپرٹ۔

اَلْفَائِدَةُ الرَّابِعَةُ

اَمْزِجْ ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ مِنْ مَاءِ النَّشَادِرِ وَ سِتَّةَ اَجْزَاءٍ مِنَ السَّبِيْرْتُو الْمُخَفَّفِ بِالْمَاءِ وَ اسْتَعْمِلِ الْمَزِيْجَ الثَّانِيَ حَتّٰى تَرَى الْوَسَخَ عَلَى الْبِسَاطِ زَالَ فَاسْتَعْمِلِ الْمَزِيْجَ الْاَوَّلَ لِاِزَالَتِهٖ تَمَامًا فَيَعُوْدُ الْبِسَاطُ اِلٰى لَوْنِهِ الْاَصْلِيِّ وَ زَهَائِهٖ ۔

چوتھا فائدہ

آب نوشادر آٹھ جز۔ سپرٹ پانی سے ہلکی کی ہوئی چھ جز ملا لو۔ دوسرا آمیختہ استعمال کرو۔ جب دیکھو کہ جو فرش پر تھی زائل ہو گئی ہے تو پہلا آمیختہ اسے پورے طور پر زائل کرنے کے لئے استعمال کرو۔ فرش اپنے اصلی رنگ اور تازگی پر آجائے گا۔

اَلْفَائِدَةُ الْخَامِسَةُ

اُكْنُسِ السَّجَّادَ وَ الْبِسَاطَ بِمِكْنَسَةٍ مَبْلُوْلَةٍ بِالْمَاءِ الْغَالِي بَعْدَ اَنْ

پانچواں فائدہ

قالین اور دری کو ایسے جھاڑو سے صاف کرو جو ابلتے پانی میں بھگویا گیا ہو بعد اس

يُضَافُ إِلَيْهِ ثَلَاثُ مَلَاعِقَ سَبِيرْتُو قَلِيلٌ مِنَ الصَّابُونِ فَيَزْهُو لَوْنُهُ وَلَا يَتْلَفُ۔

گے کہ اس پانی میں تین چمچے سپرٹ اور تھوڑا سا صابون ملا لیا ہو۔ اس سے اس کا رنگ خوشنما ہو جائیگا اور وہ خراب ہوگا۔

اَلْفَائِدَةُ السَّادِسَةُ

چھٹا فائدہ

لِاَجْلِ تَلْمِيعِ السَّجَّادِ وَ تَنْظِيفِهِ اَهْرِسْ ثَلَاثَةً مِنَ الْبَطَاطَا هَرْسًا نَاعِمًا وَ اَنْقَعْهَا فِي الْمَاءِ مُدَّةَ عَشَرَةِ دَقَائِقَ ثُمَّ اعْصُرْهَا جَيِّدًا فِيهِ وَ اسْتَخْدِمْ ذَالِكَ الْمَاءَ لِفَرْكِ السَّجَّادِ۔

قالین کی تابداری اور صفائی کے لئے تین آلو نرم نرم پیس ڈالو اور ان کو دس منٹ پانی میں بھگوئے رکھو پھر ان کو خوب نچوڑ لو۔ اور اس پانی کو قالین پر ملنے کے کام میں لاؤ۔

اَلْبَتْرُوْلُ وَالسَّجَّادُ

پٹرول اور قالین

إِذَا انْصَبَّ زَيْتُ الْبَتْرُولِ عَلَى السَّجَّادِ فَذُرْ عَلَيْهِ دَقِيقَ الْحِنْطَةِ وَ اتْرُكْهُ لَيْلَةً كَامِلَةً فَالدَّقِيقُ يَمْتَصُّ الزَّيْتَ وَ يُزِيلُ الرَّائِحَةَ ۔

اگر مٹی کا تیل قالین پر گر جائے تو اس پر گیہوں کا آٹا چھڑک دو اور اسے پوری رات رہنے دو تو آٹا تیل کو چوس لے گا۔ اور بد بو زائل کر دے گا۔

اَلْمُشَمَّعُ
(موم جامہ)

اَلْفَائِدَةُ الْاُوْلٰى

فائدہ پہلا

يُنَظَّفُ الْمُشَمَّعُ الَّذِي يُفْرَشُ بِهِ الْغُرَفُ بِالْمَاءِ وَالصَّابُونِ ثُمَّ

جو موم جامہ کمروں میں بچھایا جاتا ہے، پانی اور صابون سے صاف کیا جاتا ہے پھر صابون کا

يُزَالُ الصَّابُوْنُ بِالْمَاءِ النَّقِيِّ وَيُنَشَّفُ بِقِطْعَةٍ مِنَ الفنلا وَ لَا يُسْتَعْمَلُ لِذَالِكَ اِلَّا مِقْدَارُ قَلِيْلُ جِدًّا مِنَ الْمَاءِ و يصقل بَعْدَ ذَالِكَ بِمَزِيْجٍ مُؤَلَّفٍ مِنْ كَمِّيَّاتٍ مُتَسَاوِيَةٍ مِنْ الزَّيْتِ التربنتينا وَ زَيْتِ الْكَتَّانِ

ازالہ ساف پانی سے کیا جاتا ہے۔ اور فلالین کے پارچہ سے خشک کرلیا جاتا ہے۔ اور اس غرض کے لئے بہت تھوڑا پانی ہی کام میں لایا جاتا ہے پھر اس کو ایک آمیختہ سے جو تارپین کے تیل اور السی کے تیل کی یکساں مقداروں سے مرکب ہو چمکالیا جاتا ہے۔

اَلْفَائِدَةُ الثَّانِيَه :

فائدہ دوسرا

اُخْلُطْ مَعًا دَقِيْقَ الذُّرَةِ اَوِ البَطَاطَةِ وَ زَيْتَ الْكَتَّانِ وَ اَلكحول و الخل وَ اجْعَلْهَا عَجِيْنَةً طَرِيَّةً وَ خُذْ قِطْعَةً مِنْ قِمَاشِ الصُّوْفِ وَضع عَلَيْهَا قَلِيْلاً مِنْ هٰذَا الْعَجِيْنِ وَ امْسَحْ بِهَا جَيِّدًا الْمُشَمَّعَ وَ افْرُكْهُ بَعْدَ ذَالِكَ بِخِرْقَةٍ مَبْلُوْلَةٍ بِمَاءٍ دَافِئٍ وَ نَشِّفْهُ بِقِطْعَةٍ نَاشِفَةٍ فَيَصِيْرُ الْمُشَمَّعُ كَاَنَّهٗ جَدِيْدًا وَ يَبْقٰى عَلٰى هٰذِهِ الحَالَةِ زَمَنًا طَوِيْلاً ٥

جوار کا آٹا یا پیسا ہوا آلو، السی کا تیل اور سرکہ سب کو ملا کر گوندھ لو اور اون کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اس پر اس میں سے تھوڑا سا رکھ لو اور اس سے موم جامے کو خوب ملو اور بعد ازیں کسی گرم پانی میں بھگوئے ہوئے پارچے سے اس کو رگڑو اور سوکھے لتے سے سکھالو۔ موم جامہ ہو بہو نیا نکل آئے گا۔ اور مدت دراز تک ایسا ہی رہے گا۔

وِقَايَةُ الْمُشَمَّعِ مِنَ التَّلَفِ

موم جامے کو خراب ہونے سے بچانا

اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَفْرِشَ مُشَمَّعًا

جب تم موم جامے کو کسی کمرے میں جس کا

فِي غُرْفَةٍ آرْضُهَا بلاط فَلْذَرْ تَحْتَهُ آوَّلاً مِنْ نُشَارَةِ الْخَشَبِ النَّاعِمَةِ ثُمَّ افْرُشْهُ فَيَسْلَم مِنَ الرُّطُوبَةِ وَ لَا يَشْتَدُّ بَرْدُهُ شِتَاءً -	فرش پختہ ہو بچھانا چاہو تو پہلے اس کے نیچے نرم نرم لکڑی کا برادہ ڈال کر اس کو بچھاؤ، وہ تری سے محفوظ رہے گا۔ اور جاڑے کے موسم میں بہت ٹھنڈا نہ ہونے پائے گا۔
لصق مشمع الارض	**فرشی موم جامے کا پلاسٹر**
خُذْ مِقْدَارًا كَافِيًا مِنْ مَاءٍ وَاذِبْ فِيهِ مَسْحُوقَ الدَّكْسْتَرِيْن حَتّٰى يَصِيرَ غِرَاء سَائِل سَمِيْكٌ وَ هٰذَا المَزِيجُ يبقى عَلىٰ حَالِهِ وَقْتًا طَوِيلاً مِنَ الزَّمَنِ +	پانی کی کافی مقدار لو اور اس میں پسی ہوئی Dextrine پگھلاؤ تاکہ وہ گاڑھی لئی سی بن جائے۔ یہ مرکب مدت دراز تک اپنی حالت پر رہیگا۔

الدِّيمُوقْرَاطِيَّة فِي الْإِسْلَام

ومن مثل الديموقراطية الاسلامية التي يتغني به التاريخ ما كان من امر رسول قيصر الروم الى عمر ابن الخطاب، اذ وصل الرسول الى المدينة يسأل عن الخليفة فلم يكد يدله احد على بيته حتى أشار أحدهم آخر الامر الى مكان منطرف حيث يقوم بيت امير المومنين فلما وصل اليه الرسول وجد رجلا راقدا أمامه على الرمل وقد اتخذ لنفسه منه وسادة واذ سأل عن امير المؤمنين قيل له انه هو ذالك نائم فبهت الرسول ووقف مشدوها ثم قال قولته المعروفة 'عدلت فأمنت فنمت'

یوم القرآن

صدر جمعیت مسلم نوجوانانِ دکن کی اپیل

محترم محمد حسام الدین خاں صاحب غوری صدر جمعیت مسلم نوجوانان دکن نے مملکت حیدرآباد اور ہندوستان کے جملہ مسلم اداروں سے حسب ذیل اپیل کی ہے:-

اس وقت دنیا ایک نازک دور سے گذر رہی ہے۔ انسان انسانیت کا دشمن ہوگیا ہے۔ میدان جنگ میں انسان کی عظمت پر آگ برسائی جارہی ہے۔ ظلم و جبر دھوکہ و فریب کا بازار گرم ہے ہر ملک کے سامنے زندگی و موت کا سوال درپیش ہے۔ ہر ایک دوسرے کو مجرم گردانتا ہے۔ اسلیئے تباہ کردینا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہر قوم بربادی اور ہر ملت تباہی کے قریب ہوتی جارہی ہے۔ جنگ کی ان ہلاکت آفرینیوں میں انسانی خون کے اس سیلاب میں مذہب اور خدا کو بھلا دیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ دنیا ان تباہیوں سے سبق حاصل کرکے خدا کی طرف زیادہ جھکتی اور اپنے آپ کو تباہیوں سے محفوظ رکھتی دن بدن زیادہ دور ہوتی جارہی ہے۔ الحاد و دہریت کو موقع مل گیا ہے کہ وہ نوع انسانی کی جسمانی و روحانی تباہی کا نقشہ مکمل کردے۔ آج سے تقریباً چودہ سو سال پیشتر دنیا کی یہی حالت ہوچکی تھی۔ انسان کے پاس کوئی ضابطہ حیات باقی رہا تھا نہ نظام اخلاق۔ آخر غیرت حق جوش میں آئی۔ نوع انسانی کو تباہی سے بچانے کیلئے رب العزت نے اپنی رحمت کاملہ سے گم کردہ راہ انسانیت کو ایک دستور حیات نظام امن و سلامتی عطا فرمایا جسکو حاصل کرکے انسان اپنے آپ کو تباہیوں سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔

ماہ رمضان ہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں امن و سلامتی کا یہ نظام دیا گیا۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہے جو انسانی کو رب العالمین نے عطا فرمائی دنیا بلاتفریق مذہب و ملت اس نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ کے عطا ہونے پر جسقدر بھی مسرت و خوشی کا اظہار کرے کم ہے چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس تقریب کے

خوشی سنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

"اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے۔ جو حکمت و موعظت ہے۔ دلوں کی بیماری کیلئے شفا اور ماننے والوں کیلئے رحمت و ہدایت ہے کہہ دیجئے لوگوں کو خدا کے اس انعام و رحمت پر خوش ہوں وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں (یونس قرآن کریم)

دنیا جانتی ہے کہ اس پیام ربانی نے عرب کے بدؤں کو ارض عالم کے بہترین انسانوں کی صورت میں متشکل کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی تعلیمات نے نہ صرف دنیا کے بہترین معلم بہترین مدبر بہترین گورنر، بہترین فرمانروا، بہترین منتظم، بہترین تاجر، بہترین جرنیل، بہترین مجاہد، بہترین اولوالعزم اور بہترین صلحا پیدا کئے۔ بلکہ غریبوں مزدوروں اور معمولی انسانوں کو ارض عالم کا حکمران اور مشرکوں بدکاروں و گنہگاروں کو مقدس انسان بنادیا۔

اللہ تعالے نے دنیا والوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے یہ ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو قیامت تک انسانی فلاح و بہبود کی کفیل ہے چنانچہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" کے ذریعہ واضح کر دیا گیا کہ اس کے بعد ہدایت و عمل کے لئے انسان کو کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں اسی کو اپنا دستور العمل بنایا جائے۔ جن لوگوں نے اس کو اپنا دستور العمل بنائے رکھا۔ وہ دین و دنیا کی جملہ عظمتیں اور کامرانیاں حاصل کرتے رہے اور جنہوں نے اس سے غفلت کی پستیوں کے قعر مذلت میں گر پڑے آج مسلمانوں پر زوال و انحطاط کی جو گھٹا چھائی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو پڑھ کر سمجھنا اور اس سے ہدایت حاصل کرنا چھوڑ دیا اکثر مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قرآن کریم سے صرف علماء ہی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہی سمجھ سکتے ہیں انہیں تلقین بھی یہی کی گئی ہے کہ یہ کتاب بڑے اسرار و رموز کی حامل ہے اس کو سمجھنے کے لئے غیر معمولی علمیت قرآنی سیاق و سباق و شان نزول کو سمجھنے کی ضرورت ہے اس تلقین کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمانوں نے اپنی کاہلی و سستی سے قرآن کریم کو ناقابل فہم سمجھ کر اس سے خاطر خواہ استفادہ کرنا ترک کر دیا اب ہندوستان میں تلاوت قرآن کا واحد مقصد حصول برکت و ثواب

ہو کر رہ گیا اور معنی و مطلب کو سمجھے بغیر عبادات میں شادی و غمی کے موقعوں پر تلاوت قرآن کو کافی سمجھ لیا گیا۔ اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ حالانکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو بنی نوع انسان کی اصلاح و ہدایت کے لئے نازل ہوئی اور خود اس میں متعدد مقامات پر اس امر کو بخوبی واضح کر دیا گیا ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

"ہم نے قرآن کو اس لئے آسان بنایا ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں پس کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنیوالا ہے؟"

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

"قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچیدگی نہیں ہے۔ اس لئے کہ لوگ اس سے پرہیزگاری کا سبق حاصل کر سکیں"۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۝

"ہم نے اس قرآن میں عوام کو سمجھانے کے لئے ہر طرح کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں"۔

تا وقتیکہ عوام پر اس حقیقت کو واضح کر کے ان کی غلط فہمی دور نہ کی جائے گی۔ قرآن کریم ان کیلئے کوئی نفع رساں چیز نہ ہوگی۔ لہذا میں ملتجی ہوں کہ مندرجہ بالا مقصد کو پیش نظر رکھ کر ۲۶ رمضان المبارک سے ۳ شوال المکرم تک مملکت حیدرآباد اور ہندوستان کے جملہ مسلم ادارے اور انجمنیں اپنی اپنی سہولت سے کسی دن نہایت عظیم الشان پیمانہ پر "یوم القرآن" منا کر عوام کی غلط فہمی کو دور کریں۔ اور قرآن کریم کو با معنی پڑھ کر سمجھنے اور عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ اس وقت جبکہ دنیا ظلم و جبر اور جنگ کی ان تباہیوں سے گھبرائی ہوئی امن و سلامتی کی جویا ہے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اس نظام امن و سلامتی کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے اور گم کردہ راہ انسانوں کو بتلایا جائے کہ ان کے لئے صرف یہی ایک امن و سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اس سے روگردانی کر کے وہ موجودہ مصائب و آلام سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ مدیران رسائل و جرائد سے گزارش ہے کہ وہ قرآن نمبر شائع کر کے اسی مقصد کی تکمیل فرمائیں۔ آخر میں ان تمام اداروں، کرمفرماؤں علمائے کرام و قائدین کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے سال گزشتہ میری ہر طرح امداد و اعانت فرمائی اور نہایت عظیم الشان پیمانہ پر یوم القرآن منا کر اپیل کو کامیاب بنایا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سال بھی نیاز ذریعہ

پیمانہ پر یوم القرآن منائیں گے۔ اس سلسلہ میں علمائے کرام و مولویان عظام واعظین و مقررین کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس ماہ مقدس میں وہ بھی اپنی تقاریر کا یہی موضوع قرار دیں تاکہ عوام حقیقت حال سے آگاہ ہو جائیں اور قرآن کریم سے خاطر خواہ استفادہ کرنے لگیں۔ احقر محمد حسام الدین غوری۔

قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

قرآن خدا کا فرماں ہے ۞ غافل یہ پیامِ یزداں ہے
بیمارئ دل کا درماں ہے ۞ بندوں پہ خدا کا احساں ہے
قران پڑھو! قرآن پڑھو!

نادار کے گھر کی دولت ہے ۞ کمزور دلوں کی طاقت ہے
مزدور کے حق میں نعمت ہے ۞ بندوں پہ خدا کی رحمت ہے
قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

جو دل سے مسلماں ہوتا ہے ۞ جو عاشقِ یزداں ہوتا ہے
قرآن کا خواہاں ہوتا ہے ۞ وہ صاحبِ ایماں ہوتا ہے
قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

قرآن سے ہے آزاد بشر ۞ آزاد ہے دل، آزاد نظر
مسلم کو نہیں کچھ خوف و خطر ۞ ہے اس کو فقط اللہ کا ڈر
قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

جو غیر خدا سے ڈرتا ہے ۞ ہر چوکھٹ پر سر دھرتا ہے
تقدیر کا شکوہ کرتا ہے ۞ وہ موت سے پہلے مرتا ہے
قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

اس نور سے دنیا روشن ہے ۞ اس پھول سے صحرا گلشن ہے
اس برق سے وادی ایمن ہے ۞ تاریکی کا یہ دشمن ہے
قرآن پڑھو! قرآن پڑھو!

اَلدُّرُوْسُ الْعَرَبِيَّة (مسلسل)

[illegible]

مِنْ فَضْلِكَ (براہ مہربانی) + كَثَّرَ اللهُ خَيْرَكَ (شکریہ) + اَعْطِ (تو (مذکر) دے)
اَعْطِيْ (تو (مؤنث) دے) + اِدِّی ((دارجہ=عوام کی زبان میں) تو دے) +

(۱) مِنْ فَضْلِكَ اَعْطِنِی كِتَابَكَ -
مِنْ فَضْلِكِ اَعْطِيْنِی كِتَابَكِ (مؤنث کے لئے) -
مِنْ فَضْلَكْ اِدِّيْنِی كِتَابَكْ (دارجہ) -
اَنَا اُعْطِيْكَ كِتَابِی -
اَنَا اُعْطِيْكِ كِتَابِی -
كَثَّرَ اللهُ خَيْرَكَ -

(۲) خُذْ قَلَمَكَ مِنَ الصُّنْدُوقِ -
اَنَا اٰخُذُ قَلَمِی مِنَ الصُّنْدُوقِ -

(۳) اِلْبِسْ طَرْبُوْشَكَ - اِنَا اَلْبَسُ طَرْبُوشِی -

(۴) اِخْلَعْ نَعْلَيْكَ - اِخْلَعِی نَعْلَيْكِ + اَنَا اَخْلَعُ نَعْلَيَّ -

(۵) جِئْنِی بِدَفْتَرِكَ - اَنَا اَجِیْءُ لَكَ بِدَفْتَرِكَ -
جِبْ لِی دَفْتَرَكَ (دارجہ) اَنَا يَجِيْبُ لَكْ دَفْتَرَكْ -
اَحْضِرْ لِی دَفْتَرَكَ - اَنَا اُحْضِرُ لَكَ دَفْتَرِی -

(۶) اَيُمْكِنُنِی الدُّخُولُ؟ يَا سَيِّدِی! نَعَمْ يُمْكِنُكِ الدُّخُولَ (للمؤنث)
اَيُمْكِنُنِی اَنْ اَدْخُلَ؟ يَا سَيِّدِی! نَعَمْ يُمْكِنُكَ اَنْ تَدْخُلَ (للمذکر)
اَيُمْكِنُنِی اَدْخُلَ؟ يَا سَيِّدِی! نَعَمْ يُمْكِنُكَ تَدْخُلَ (للمذکر)

(۷) هَلْ يُمْكِنُنِي أَنْ أَخْرُجَ ؟ نَعَمْ يُمْكِنُكَ الْخُرُوجَ -
(۸) مَاذَا تُرِيدُ ؟ أَيْشْ (أَيُّ شَيْءٍ) تُرِيدُ ؟
أَنْتَ عَاوِزْ أَيْهُ ؟ مَا الَّذِي تَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ ؟
أُرِيدُ أَنْ أَشْرَبَ مَاءً -

اردو ترجمہ

(۱) براہِ مہربانی مجھے دے اپنی (تیری) کتاب (مذکر سے)۔
براہِ عنایت مجھے دو اپنی (تیری) کتاب (مؤنث سے)
براہِ کرم مجھے دو اپنی (تیری) کتاب۔
میں دیتا ہوں (تجھ کو) تم کو اپنی (میری) کتاب (مذکر سے)
میں تم کو دیتا ہوں اپنی (میری) کتاب (مؤنث سے)
شکریہ آپ کا! (اللہ آپ کا بہت بہت بھلا کرے)
(۲) لو (لے) اپنا (تیرا) قلم صندوق سے۔ میں لیتا ہوں اپنا (میرا) قلم صندوق سے
(۳) پہن اپنی (تیری) ٹوپی۔ میں پہنتا ہوں اپنی (میری) ٹوپی۔
(۴) اتار جوتے اپنے (مذکر سے) اتار جوتے اپنے (مؤنث سے)
میں اتارتا (یا اتارتی) ہوں جوتے (میرے) اپنے۔
(۵) لا میرے پاس کاپی (تیری) اپنی۔ میں لاتا ہوں تیرے پاس اپنی کاپی۔
میرے پاس اپنی کاپی لا۔ میں تمھارے (تیرے) پاس اپنی کاپی لاتا ہوں۔
میرے پاس اپنی کاپی لاؤ۔ میں آپ کے پاس اپنی کاپی لاتا ہوں۔
(۶) کیا میں اندر آسکتی ہوں جناب۔ ہاں تم اندر آسکتی ہو۔
کیا میں اندر آسکتا ہوں جناب۔ ہاں تم اندر آسکتے ہو۔
کیا میں اندر آسکتا ہوں جناب۔ ہاں آپ اندر آسکتے ہیں۔

(۷) کیا میں باہر جا سکتا ہوں ۔ ہاں تم باہر جا سکتے ہو۔
(۸) تم کیا چاہتے ہو ؟ کیا چاہیئے ؟
کیا درکار ہے ؟ کس چیز کی ضرورت ہے ؟
میں پانی پینا چاہتا ہوں۔

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

(۱) هَلْ يُمْكِنُنِي اَنْ اَرٰى كِتَابَكَ ؟ نَعَمْ۔ يُمْكِنُكَ اَنْ تَرٰى كِتَابِيْ ۔
(۲) اَيُمْكِنُنِي اَنْ اٰخُذَ دَرَّاجَتَكَ ؟ نَعَمْ۔ يُمْكِنُكَ اَنْ تَاْخُذَ دَرَّاجَتِيْ
(۳) هَلْ تَقْدِرُ اَنْ تَطِيْرَ ؟ لَا۔ اَنَا لَا اَقْدِرُ اَنْ اَطِيْرَ ۔
هَلْ تَقْدِرُ تَطِيْرُ (دارجہ)؟ لَا۔ لَا اَقْدِرُ اَطِيْرُ ۔
هَلْ تَقْدِرُ عَلَى الطَّيَرَانِ ؟ لَا۔ لَا اَقْدِرُ عَلَى الطَّيَرَانِ ۔
(۴) هَلْ يَقْدِرُ طَائِرٌ عَلَى الطَّيَرَانِ؟ نَعَمْ۔ يَقْدِرُ الطَّائِرُ عَلَى الطَّيَرَانِ
(۵) لِمَ يَقْدِرُ هُوَ ؟ لِاَنَّ لَهٗ جَنَاحَانِ يَطِيْرُ بِهِمَا۔
(۶) اَتَقْدِرُ تَرْكُضُ ؟ نَعَمْ اَقْدِرُ اَرْكُضُ
(۷) كَيْفَ تَرْكُضُ ؟ اَرْكُضُ بِرِجْلَيَّ ۔
(۸) هَلْ تَقْدِرُ تَشُوْفُ الشَّمْسَ ؟ نَعَمْ۔ اَقْدِرُ اَشُوْفُ الشَّمْسَ ۔
(۹) كَيْفَ تَشُوْفُ ؟ اَشُوْفُ بِعَيْنَيَّ ۔
(۱۰) كَيْفَ تَسْمَعُ ؟ اَسْمَعُ بِاُذُنَيَّ ۔
(۱۱) كَيْفَ تَاْكُلُ ؟ اٰكُلُ بِفَمِيْ ۔
(۱۲) كَيْفَ تَشُمُّ ؟ اَشُمُّ بِاَنْفِيْ ۔

چھیالیسواں سبق (اردو ترجمہ)

(۱) کیا میں تمھاری کتاب دیکھ سکتا ہوں ؟ ہاں ۔ تم میری کتاب دیکھ سکتے ہو۔

(۲) کیا میں تمھارا بائیسکل لے سکتا ہوں ؟ ہاں تم میرا بائیسکل لے سکتے ہو۔

(۳) کیا تم اڑ سکتے ہو ؟ نہیں میں نہیں اڑ سکتا۔

کیا تم اڑ سکتے ہو؟ نہیں میں اڑ نہیں سکتا۔

کیا تم اڑ سکتے ہو؟ نہیں میں نہیں اڑ سکتا۔

(۴) کیا پرندہ اڑ سکتا ہے ؟ ہاں پرندہ اڑ سکتا ہے۔

(۵) وہ کیوں اڑ سکتا ہے ؟ اس لئے کہ اس کے دو پر ہوتے ہیں ۔ جن سے وہ اڑتا ہے۔

(۶) کیا تم دوڑ سکتے ہو ؟ ہاں میں دوڑ سکتا ہوں۔

(۷) کیا تم سورج کو دیکھ سکتے ہو ؟ ہاں میں دیکھ سکتا ہوں۔

(۸) کیسے دیکھتے ہو ؟ اپنی دو آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔

(۹) کس طرح سنتے ہو ؟ اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

(۱۰) کھاتے کس طرح ہو ؟ اپنے منہ سے کھاتا ہوں۔

(۱۱) سونگھتے کس طرح ہو؟ اپنی ناک سے سونگھتا ہوں۔

اَلدَّرْسُ السَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

(۱) هَلْ تَلْعَبُ كُلَّ يَوْمٍ ؟ نَعَمْ۔ اَنَا اَلْعَبُ كُلَّ يَوْمٍ۔

(۲) بِمَاذَا تَلْعَبُ ؟ اَلْعَبُ بِكُرَةِ الْقَدَمِ۔

(۳) اَيْنَ تَلْعَبُ بِكُرَةِ الْقَدَمِ؟ اَلْعَبُ بِكُرَةِ الْقَدَمِ فِی

مَلْعَبِ الْمَدْرَسَةِ۔

(۴) هَلْ يَجِيءُ فِي الْمِيعَادِ ؟ نَعَمْ۔ هُوَ يَجِيءُ فِي مِيعَادِهِ۔

(۵) هَلْ تَجِيءُ مُتَأَخِّرًا (وخری) بَعْضَ الْأَحْيَانِ ؟

نَعَمْ أَجِيءُ وخری أَحْيَانًا۔

(۶) أَيَدْرُسُ حَمْدِي دَرْسَهُ ؟ نَعَمْ۔ هُوَ يَتَعَلَّمُ دَرْسَهُ۔

(۷) مَاذَا أَعْمَلُ ؟ أَنْتَ تَكْتُبُ عَلَى السَّبُّورَةِ۔

(۸) هَلْ أَكْتُبُ فِي الْكِتَابِ ؟ لَا۔ أَنْتَ لَا تَكْتُبُ فِي الْكِتَابِ

(۹) هَلْ تَذْهَبُ أُخْتُكَ إِلَى الْمَدْرَسَةِ ؟

نَعَمْ۔ هِيَ تَذْهَبُ إِلَى الْمَدْرَسَةِ۔

(۱۰) هَلْ تَقْرَءُ فِي الصَّفِّ السَّادِسِ ؟ لَا ۔هِيَ تَقْرَأُ فِي الصَّفِّ الْخَامِسِ

سینتالیسویں سبق کا اردو ترجمہ

(۱) کیا تو ہر روز کھیلتا ہے ؟ ہاں، میں ہر روز کھیلتا ہوں۔

(۲) کیا کھیلتے ہو ؟ فٹ بال کھیلتا ہے ۔

(۳) کہاں فٹ بال کھیلتے ہو ؟ مدرسہ کے پلے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتا ہوں ۔

(۴) کیا وہ وقت پر آتا ہے ؟ ہاں۔ وہ وقت پر آتا ہے ۔

(۵) کیا تو کبھی کبھی دیر کرکے آتا ہے ؟ ہاں ، کبھی کبھی دیر سے آتا ہوں ۔

(۶) کیا حمدی اپنا سبق پڑھتا ہے ؟ ہاں، وہ اپنا سبق پڑھتا ہے ۔

(۷) میں کیا کرتا ہوں ؟ آپ تختۂ سیاہ پر لکھتے ہیں ۔

(۸) کیا میں کتاب میں لکھتا ہوں ؟ نہیں آپ کتاب میں نہیں لکھتے ۔

(۹) کیا تمہاری بہن مدرسے جاتی ہے ؟ ہاں۔ وہ مدرسے جاتی ہے۔

(۱۰) کیا وہ چھٹی جماعت میں پڑھتی ہے ؟ نہیں۔ وہ پانچویں جماعت میں پڑھتی ہے

اَلدَّرْسُ الثَّامِنُ وَالْاَرْبَعُوْن

(۱) لِاَيِّ شَيْءٍ يُسْتَخْدَمُ الْقَلَمُ ؟ يُسْتَخْدَمُ الْقَلَمُ لِلْكِتَابَةِ بِهِ۔

(۲) لِاَيِّ شَيْءٍ يُسْتَخْدَمُ السَّبُّوْرَةُ ؟ تُسْتَخْدَمُ السَّبُّوْرَةُ لِلْكِتَابَةِ عَلَيْهَا

(۳) مَا فَائِدَةُ الْكُرْسِيِّ ؟ اَلْكُرْسِيُّ لِلْجُلُوْسِ۔

(۴) مَا فَائِدَةُ الْعَيْنَيْنِ ؟ اَلْعَيْنَانِ لِلنَّظَرِ۔

(۵) لِاَيِّ شَيْءٍ يُسْتَعْمَلُ السِّكِّيْنُ اَلسِّكِّيْنُ لِلْقَطْعِ۔

(۶) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَتِ الطَّاوِلَةُ؟ هِيَ مَصْنُوْعَةٌ مِنَ الْخَشَبِ۔

(۷) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَ قَلَمُ الرَّصَاصِ ؟

قَلَمُ الرَّصَاصِ مَصْنُوْعٌ مِنَ الْخَشَبِ وَالرَّصَاصِ

(۸) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَ الْكُرْسِيُّ؟ اَلْكُرْسِيُّ مَصْنُوْعٌ مِنَ الْخَشَبِ وَالْخَيْزُرَانِ۔

(۹) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَتِ الرِّيْشَةُ؟ هِيَ مَصْنُوْعَةٌ مِنْ فُوْلَاذ۔

(۱۰) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَ الْمِفْتَاحُ ؟ هُوَ مَصْنُوْعٌ مِنَ الْحَدِيْدِ۔

(۱۱) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَ الشُّبَّاكُ؟ هُوَ مَصْنُوْعٌ مِنْ خَشَبٍ وَزُجَاجٍ۔

(۱۲) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صُنِعَ السِّتْرَةُ ؟

هِيَ مَصْنُوْعَةٌ مِنَ النَّسِيْجِ۔

اٹھتالیسویں سبق کا اردو ترجمہ

(۱) قلم کس کام آتا ہے ؟	قلم لکھنے کے کام آتا ہے۔
(۲) تختۂ سیاہ کس کام کا ہے ؟	تختۂ سیاہ لکھنے کے کام آتا ہے۔
(۳) کُرسی کس لئے ہے ؟	کرسی بیٹھنے کے لئے ہے۔
(۴) آنکھیں کس لئے ہیں ؟	آنکھیں دیکھنے کے لئے ہیں۔
(۵) چُھری کس کام کے لئے ہے ؟	چھری کاٹنے کے لئے ہے۔
(۶) میز کس چیز سے بنا ہے ؟	وہ لکڑی کا بنا ہوا ہے۔
(۷) لیڈ پنسل کس چیز سے بنی ہوئی ہے ؟	لیڈ پنسل لکڑی اور سیسے سے بنی ہوئی ہے
(۸) کرسی کس شے سے بنی ہے ؟	کرسی لکڑی اور بید سے بنی ہوئی ہے
(۹) نب کس شے سے بنی ہوئی ہے ؟	وہ فولاد کی بنی ہوئی ہے۔
(۱۰) چابی کس چیز سے بنی ہوئی ہے ؟	وہ لوہے سے بنی ہوئی ہے۔
(۱۱) دریچہ کس شے سے بنا ہوا ہے ؟	وہ لکڑی اور شیشے کا بنا ہوا ہے۔
(۱۲) کوٹ کس چیز سے بنا ہے ؟	وہ کپڑے کا بنا ہوا ہے۔

اَلدَّرْسُ التَّاسِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ

( ) مَاذَا تَفْعَلُ الْآنَ ؟	اَنَا قَارِئٌ كِتَابِي۔
( ) هَلْ اَنْتَ كَاتِبٌ الْآنَ ؟	لَا۔ اَنَا قَارِئٌ۔
( ) مَاذَا يَفْعَلُ الْاَوْلَادُ الْآنَ ؟	هُمْ لَاعِبُوْنَ۔
( ) هَلْ هُمْ قَائِمُوْنَ ؟	لَا۔ بَلْ رَاكِضُوْنَ۔

( ) مَاذَا اَعْمَلُ الْآنَ ؟ اَنْتَ تُعَلِّمُ الْآنَ ۔

( ) هَلْ اَنَا كَاتِبٌ عَلَى السَّبُّوْرَةِ؟ نَعَمْ۔ اَنْتَ كَاتِبٌ عَلَى السَّبُّوْرَةِ

( ) اَعَبْدُ السَّتَّارِ جَالِسٌ فِي الْاَوْدَةِ؟ نَعَمْ۔ هُوَ جَالِسٌ فِي الْاَوْدَةِ۔

( ) مَاذَا يَفْعَلُ الْآنَ ؟ هُوَ جَالِسٌ عَلٰى مَكْتَبَتِهٖ يَكْتُبُ

( ) مَاذَا تَفْعَلُوْنَ جَمِيْعًا ؟ نَحْنُ قَارِئُوْنَ كُتُبَنَا ۔

( ) هَلْ اَنْتُمْ قَائِمُوْنَ جَمِيْعًا ؟ لَا۔ نَحْنُ قَاعِدُوْنَ ۔

انچاسویں سبق کا اردو ترجمہ

(۱) تو کیا کر رہا ہے ؟ میں اپنی کتاب پڑھ رہا ہوں ۔

(۲) کیا تو لکھ رہا ہے ؟ نہیں میں پڑھ رہا ہوں ۔

(۳) لڑکے کیا کر رہے ہیں ؟ کھیل رہے ہیں ۔

(۴) کیا وہ کھڑے ہیں ؟ نہیں دوڑ رہے ہیں ۔

(۵) میں کیا کر رہا ہوں ؟ آپ پڑھا رہے ہیں ۔

(۶) کیا میں بورڈ پر لکھ رہا ہوں ؟ ہاں آپ بورڈ پر لکھ رہے ہیں ۔

(۷) کیا عبدالستار کمرے میں بیٹھا ہے ؟ ہاں وہ کمرے میں بیٹھا ہے ۔

(۸) وہ کیا کر رہا ہے ؟ وہ اپنے ڈیسک پر بیٹھا لکھ رہا ہے ۔

(۹) تم سب کیا کر رہے ہو ؟ ہم اپنی کتابیں پڑھ رہے ہیں ۔

(۱۰) کیا تم سب کھڑے ہو ؟ نہیں ہم بیٹھے ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(بہ سلسلہ ماسبق)

القرآن الحکیم

سورۃ البقرۃ

(از جناب داعی الی الحق)

آیات ۲۱ - ۲۲: - یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ
خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ الَّذِیْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: -

اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم اس کی نافرمانی سے بچو! وہ جس نے تمھارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت (کی طرح بلند کیا) اور (پھر تم دیکھتے ہو) کہ وہ آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس سے زمین شاداب ہو جاتی ہے اور) وہ تمھارے لئے (ہر طرح کے) پھل نکالتا

ہے جو تمھاری غذا ہیں (غور تو کرو جب وہی تمھارا رب ہے اور وہی تمھارا خالق ہے) تو کسی دوسری ذات کو اس کا شریک (و ہم پلہ) نہ بناؤ اور تم جانتے ہو (کہ وہی تمھارا حقیقی کارساز ہے) +

حل لُغات :-

(۸۸) خَلَقَ : ۔خَلْق کے اصل معنی اَلتَّقْدِیْرُ الْمُسْتَقِیْمُ ہیں ـــــ (صحیح اور درست اندازہ)

اس کا استعمال دو طرح ہوتا ہے :-

(۱) اِبْدَاعُ الشَّیْءِ مِنْ غَیْرِ اَصْلٍ وَلَا اِحْتِذَاءٍ (کسی نئی چیز کو وجود میں لانا جس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ کوئی نمونہ ـــــ یہ خَلْق مادہ اور آلہ کا پابند نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے۔ امثلہ : (ا) بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (البقرہ : ۱۱۷) اس نے زمین و آسمان کو بطریق ابداع پیدا کیا۔

(ب) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (النحل : ۳) اس نے زمین و آسمان کو ابتدائً پیدا کیا

(۲) ایک چیز سے دوسری چیز کے وجود میں لانے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

امثلہ : (ا) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (النحل : ۴) اسنے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔

(ب) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ (علق : ۲) اُس نے انسان کو پھٹکی سے پیدا کیا

(۸۹) لَعَلَّ ـــ (تاکہ) بالعموم وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں تکمیل فعل کی امید اور توقع تو ہو لیکن یقین نہو۔ کلام الٰہی میں اکثر انسانی محاورہ میں کلام ہوتا ہے۔ اسلئے یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا یا توقع بحال مخاطب کی بنا پر مُستعمل ہے۔

(۹۰) فِرَاش : بمعنیٰ مَفْرُوش، مستعمل ہے (بچھائی ہوئی چیز)۔ فرش کے معنی پھیلانا (بسط) ہیں۔ مراد یہ ہے کہ سطح زمین اس طرح ہے، جس پر انسان قرار پکڑ سکتا ہے (راغب)

(۹۱) سَمَاء : (بلندی) کی تعمیر (بناء) سے مراد ہے کہ بلندی کو حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔

حفاظت کے لئے چھت کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ چھت بھی بہت سی تکالیف سے محفوظ رکھتی ہے، انسانی زندگی کے قیام کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ عموماً بلندی سے متعلق ہے۔ پانی بلندی سے برستا ہے۔ ہوا بھی اوپر ہے۔ سورج اور چاند بھی اوپر ہیں اور یہی مدار حیات ہیں۔ سَمَآء عربی میں سَحَاب (بادل) کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن عزیز میں بھی یہ مستعمل ہے۔

اَمْثِلَہ: (ل) وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِدْرَارًا۔ (سورہ انعام: ۶) اور ہم نے ان پر موسلا دھار مینہ برسایا۔

(ب) یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا۔ (سورہ نوح: ۱۲) وہ تم پر موسلادھار بارش برسائے گا۔

نکتہ:۔ یہاں سَمَآء کا لفظ دوبارہ مستعمل ہے ضمیر نہیں لائی گئی اس سے ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ سَمَآء کے پہلے معانی مراد نہیں!

(۹۲) بِنَآءً:۔ بمعنی مَبْنِیٌّ (بنائی گئی چیز) یعنی عمارت وغیرہ (راغب) تنکیر عظمت کے لئے ہے۔

اَخْرَجَ:۔ نکالا۔ پیدا کیا۔ (راغب)

(۹۳) اَنْدَادًا:۔ نِدّ کی جمع ہے۔ نِدّ وہ ہے جو کسی چیز کے جوہر یعنی اصل میں شریک ہو (راغب) یا اس کی مثل اور اس کی ضد ہو (تاج) یا برابر کا مخالف ہو۔ مشرکین عبادت و استعانت، نذر و نیاز اور ادب و تعظیم میں اپنے معبودوں کو خدا کے برابر سمجھتے تھے (حقانی)

تشریح: ان آیات میں عبادت کا حکم دیا اور عبادت (جو کمال تذلل کا نام ہے) کے ساتھ ہی خلق سے توحید الٰہی پر دلیل بھی قائم کر دی ہے۔

اللہ کی عبادت کیوں کی جائے اس پر آیت نمبر ۲ میں چار دلیلیں دی ہیں:

۱:۔ اول لفظ رب میں اس طرح کہ جو پیدا کرتا ہے اور ہر موقع کے مناسب ربوبیت فرما کر اشیاء کو ان کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ وہ محسن حقیقی ہے لہٰذا اسکی قدر و اطاعت ضروری ہے۔

۲:۔ دوسری دلیل لفظ کُمْ میں بیان فرمائی کہ وہ محسن ہی نہیں بلکہ ــــ "تمھارا محسن" ہے۔ لہٰذا اپنے محسن کی عبادت کرو۔

۳:۔ تیسری دلیل خَلَقَکُمْ میں بیان کی یعنی وہ حال میں صرف پرورش کنندہ ہی نہیں بلکہ تمھارا خالق بھی ہے۔

۴:۔ اور صرف تم سے ہی اس کا ایسا سلوک نہیں بلکہ تمھارے آبا و اجداد بھی اس کی کرمفرمائیوں کے محتاج رہے ہیں۔

ــــ کسی کے آگے تذلل (عاجزی) اختیار کرنے کی یہی چند وجوہات ہو سکتی ہیں ــــ

عبادت کے حکم کے بعد اس کا نتیجہ بتایا (تَتَّقُوْنَ) اور اِتِّقَاء ضرر رساں چیزوں سے بچنے یا حقوق کی نگہداشت کا نام ہے۔ وہ انسان جو اپنے خدا کی عبادت نہیں کرتا اُس کے لئے کمالِ انسانیت تک پہنچنا تو کجا حقوق انسانی کی حفاظت بھی نہیں ہو سکتی۔ آج یورپ کی قوتیں، فلسفۂ عبادت حق نہ سمجھنے کی وجہ سے نسل ۔ دنیوی دولت اور عزت کی پوجا کر رہی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانیت خود انسانی بھیڑیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہی ہے۔

خِلْقَۃ کے بعد زمین و آسمان کی بناوٹ کا ذکر کیا اس لئے کہ اگر خَلْقِ انسان اللہ تعالےٰ کی عظمت پر دال ہے تو زمین و آسمان کی پیدائش اس عظمت کو اور بھی روشن کر دیتی ہے۔

"بِنَاء" کی ظاہری تشبیہ ظاہر کرتی ہے کہ جس طرح ہر عمارت کے لئے ایک معمار کا ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح کائنات کی اس تعمیر کے لئے بھی کسی مُدبّر بالارادہ کا ماننا لازمی ہے اور وہی ہمارا رب ہے (دلیل وجود باری تعالےٰ)۔ جس طرح عام قانون قدرت ہے کہ آسمانی بارش زمین پر برسے اور ذریعۂ روئیدگی بنے۔ اسی طرح انسان کے لئے قانون فطرت یہ ہے کہ انسان عبادت کے حق میں فرش کی طرح بچھ جائے اور آسمانی رحمتوں کا نزول وحی الہٰی کی صورت میں اس کے لوحِ قلب و دماغ کو نورِ ہدایت سے

سرسبز و شاداب کردے!

ضرورتِ رسالت اور حیاتِ انسانی کا رُخ روشن

آیات :- ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ -

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ
قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ اور (غور کرو) اگر تم اس (کلام حق کی صداقت) میں شک کرتے جو ہم نے اپنے بندے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے (اور اسے کلام الہی کی بجائے محض ایک انسانی دماغ کی اختراع تصور کرتے ہو) تو (تمہارے لئے کھلا

چیلنج ہے کہ) اُس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا (جن پر تمھیں ناز ہے اُن ساتھیوں کو بُلا لو۔ اگر تم سچے ہو (تو یہی امتحانِ صداقت ہے)۔

پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور (حقیقت یہ ہے کہ) تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو (انکار حق کے جرم کی پاداش سے) ڈرو۔ وہ آگ ہے جس کا ایندھن (لکڑی کی جگہ نافرمان) انسان اور پتھر ہونگے۔ اور وہ منکرینِ حق کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(ہاں) جن لوگوں نے (انکار و سرکشی کی بجائے) ایمان کی راہ اختیار کی، اور نیک کام (بھی) کئے تو اُن کے لئے باغات ہیں (سرسبز و شاداب) جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ جب کبھی (ان باغوں) کے پھلوں میں سے کوئی پھل ان کو (بطور رزق) دیا جائے گا تو بول اٹھیں گے یہ تو وہ نعمت ہے جو پہلے دی جا چکی ہے (یعنی نیک عملی کا وہ اجر ہے جس کے ملنے کی ہمیں دنیا میں خبر دی جا چکی ہے) اور وہ ایک جیسی چیزیں دئے جائینگے (یعنی جیسا کچھ ان کا عمل تھا ٹھیک ویسی ہی بہشتی زندگی کی نعمت بھی ہوگی) اور ان کے لئے پاکیزہ (نیک اور پارسا) بیویاں ہونگی، اور ان کی راحت ہمیشگی کی راحت ہوگی کہ اُسے کبھی زوال نہیں!

حلِ لغات:-

(۹۳) كُنْتُمْ:- (تم ہو) - فعل ناقص - (کَانَ واحد) - گردان یوں ہوگی - كَانَ - كَانَا - كَانُوْا - كَانَتْ - كَانَتَا - كُنَّ - كُنْتَ - كُنْتُمَا - كُنْتُمْ - كُنْتِ - كُنْتُمَا - كُنْتُنَّ - كُنْتُ - كُنَّا -

—— رَیْبَ:- شک - بدگمانی - کراہت جسے اعتراض اور ناپسندیدگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

—— نَزَّلَ:- مصدر (تنزیل - نجماً نجماً - اتارنا) -

—— عَبْد:- (بندہ) —— یہاں مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - لہٰذا لفظ عبد کسی کی رفعتِ مکان و علو مرتبت کی نقیض نہیں ہو سکتا -

—— اُتُوْا : (بروزن رُمُوْا) صیغہ جمع مذکر غائب ماضی مجہول (اَتیٰ یَاْتِیْ) اصل میں اُتِیُوْا تھا۔ ی پر ضمہ ثقیل تھا۔ ماقبل کو دیا اور ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہٹا دی۔

(۹۵) سُوْرَۃ :۔ مقامِ بلند یا منزلِ بلند —— (راغب) قرآن عزیز کے ایک حصہ کو سورت اس لئے کہا کہ اس کا مقام بلند ہے یا اس لئے کہ جس طرح فصیل شہر کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح سُورت مضامین کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی طرح سورت مضامین کا احاطہ کرتی ہے کیونکہ "سُوْر" شہر کی فصیل کو کہتے ہیں —— (اساود : کڑے ۔ تَسَوَّرُوْا : انھوں نے دیوار پھاندی)

—— وَادْعُوْا :۔ جمع حاضر امر (دَعٰی یَدْعُوْا) (اُدْعُ : امر واحد حاضر)۔ دعوت

(۹۶) شُهَدَاءَ : (شَهِیْد کی جمع)۔ شُهُوْد اور شہادت موجود ہونا دیکھنے کے ساتھ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے اور کبھی صرف حاضر ہونے کو بھی کہتے ہیں —— مُراد ان کے ساتھی یا معبودان باطل جو موجود ہیں۔ شَهِیْد کے معنیٰ گواہ کے بھی ہوتے ہیں اور اس صورت میں یہاں مراد اہلِ کتاب ہوں گے جو کُفّار کی صداقت کی تصدیق کرتے ۔ (وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا (النساء : ۵۲)۔ (اور اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ کافران مسلمانوں سے زیادہ ہدایت پر ہیں)

شَهِیْد خدا کا صفاتی نام بھی ہے۔ یعنی وہ جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں۔ انبیاء کو بھی اپنی اپنی امتوں پر شہید قرار دیا گیا کیونکہ جس قدر زیادہ کوئی شخص فضیلت رکھتا ہو اسی قدر زیادہ شہادت دینے کا بھی اہل ہے۔

اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی راہ میں جان دینے والے بھی شہید ہیں۔

—— لَمْ تَفْعَلُوْا :۔ تم نہ کر سکے —— مضارع منفی بہ لَمْ	}	فَعَلَ ۔ یَفْعَلُ
—— لَنْ تَفْعَلُوْا :۔ ہرگز نہ کر سکو گے ۔ " " " لَنْ		

(تَفْعَلُوْا اصل میں تَفْعَلُوْنَ تھا۔ لَمْ اور لَنْ کے داخل ہونے پر ن گر گیا۔ اسے نون اعرابی کہتے ہیں)۔

(۹۷) الحجارۃ : (پتھر) مراد یہ ہے کہ جن پتھروں کے بتوں کو وہ پُوجتے تھے وہ اُن کے سامنے آگ میں ڈالے جائینگے۔

امام راغب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو حق کو قبول کرنے میں ایسے سخت دل ہیں جیسے پتھر۔ اسی کی طرف فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً (البقرہ ۴:۷۴) میں اشارہ ہے۔ عربی میں بڑے ہیبت ناک آدمی کو بھی حَجَر کہا جاتا ہے جس پر دوسرے کی بات کا اثر نہ ہو۔ پس ہوسکتا ہے الحجارہ سے مراد وہ سخت دل لوگ ہوں جن میں قبولیت حق کی صلاحیت بالکل نہیں اور 'الناس' سے مراد عام لوگ ہوں

— اُعِدَّتْ :- اصل میں اُعْدِدَتْ تھا۔ دال کو دال میں مدغم کیا اُعِدَّتْ بنا (تیار کی گئی) ماضی مجہول۔

— بَشِّرْ : امر واحد حاضر (بَشَّرَ یُبَشِّرُ۔ تَبْشِیْرًا - باب تفعیل) تو بشارت دے۔

(۹۸) جَنّٰتٍ :- جَنَّۃ کی جمع ہے۔ جو جَنَّ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا حواس ظاہری سے مخفی رکھنا (راغب)۔ "جَنَّت" اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں نے زمین کو ڈھانک رکھا ہو۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات آئے ہیں اُن میں خِفا موجود ہے۔ جِنّ (نہ نظر آنے والی مخلوق) ۔۲ جَنِیْن : وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہو۔ ۔۳ جُنُوْن وہ وہ بیماری جو عقل کو مخفی کردے ۔۴ جُنَّہ : ڈھال۔ جو بچاؤ کے لئے جسم کے ایک حصہ کو مخفی رکھے۔

جنّت کی نعمتیں قرآن عزیز میں بطور مثال بیان کی گئی ہیں (الرعد ۱۳ : ۳۵ - محمد ۴۷ : ۱۵) اور انسان کے حواس ظاہری سے مخفی رکھی گئی ہیں۔

(۹۹) الْاَنْھَار : (واحد نَھر) وہ مقام جہاں سے پانی بافراط بہتا ہے (یہ بھی بطور مثال ہے اسلئے کہ جنت میں اسکے فیض وفضل سے بافراط ملے گا۔)

— کُلَّمَا : جب کبھی (استمراری کے معنی ہونگے)

رُزِقْنَا ـــــ ماضی مجہول جمع متکلم } ـ (رَزَقَ ـ یَرْزُقُ)
رُزِقُوْا ـــــ ماضی مجہول جمع غائب }

(۱۰۰) مُتَشَابِھًا : شبہ سے ہے اور اس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ـ

جَنَّات میں جو پھل ملیں گے وہ متشابہ ہونگے (۱) یعنی خوبی و عمدگی و لطافت میں ایک دوسرے کی مانند ہونگے (۲) یا دنیا میں روحانی طور پر جو لذتیں انسان حاصل کرتا ہے بہشت کی نعمتیں چونکہ انھی کے تمثلات ہونگی ـ اسلئے جب وہ جنت میں ان نعمتوں کو حاصل کرینگے تو اُن کو وہ لذّت یاد آئیگی جو دُنیا میں روحانی طور پر اُن کو حاصل تھی اور وہ کہیں گے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ـ

(۱۰۱) اَزْوَاج : (زَوْج کی جمع ہے) اور زَوْج اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا جوڑا اُسی کی جنس سے ہو ـ جیسے کہا جاتا ـ عِنْدِیْ زَوْجَا نَعْلٍ ـ زَوْجَا حَمَامٍ یعنی جوتیوں کا جوڑا ـ کبوتر کا جوڑا ـ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ـ مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (ہر جوڑے کے دو فرد) ـ اور ۲ـ کبھی اس کا اطلاق صنف اور قسم پر بھی ہوتا ہے ـ جیسے خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا (ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا) ـ اور ۳ـ کبھی قرین و ہمنشیں پر جیسے اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ ـ اور ان کے ساتھی (الصفت ۳۷ : ۲۲) هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ (یٰسین ۳۶ : ۵۶) ـــــ امام راغب نے ازواج کے معنی اُن کے ساتھی کئے ہیں جنھوں نے ان کے افعال میں ان کا اقتدا کیا ـ

(۱۰۲) مُطَهَّرَةٌ : طہارت کے معنی پاکیزگی کے ہیں اور طہارت دو طرح پر ہے ـ جسم کی اور نفس کی یہاں مراد یہ ہے کہ دنیا کی آلائشوں اور اُسکی نجاستوں سے پاک یا بُرے اخلاق سے پاک (راغب) گناہ اور اذیت سے پاک (قتادہ)

(۱۰۳) خٰلِدُوْنَ : ـ خلد مادہ ـ خُلود کے معنی ہیں کسی چیز کا فساد کے واقع ہونے سے بری رہنا اور اپنے بقا میں ایک حالت پر قائم رہنا بغیر اس کے کہ اس قائم شدہ حالت میں کوئی

فساد واقع ہو" ہمیشگی" کے معنی بطور استعارہ کے ہیں (راغب)

خُلود معتزلہ کے نزدیک بقائے دائم یا ہمیشہ رہنا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا اور اہل سنت کے نزدیک بقائے طویل (زمانہ دراز تک رہنا) خواہ منقطع ہو جائے خواہ نہ ہو، (روح المعانی)۔

تشریح:۔ ان آیات میں عبادت کے حکم کے بعد اس امر کی وضاحت فرمائی کہ عبادت مقبول وہی ہے جو خدا کے منشاء کے مطابق ہو اور منشائے الٰہی سمجھنے کے لئے وحی کامل کی ضرورت ہے

؎ محال است سعدی کہ راہِ صفا + تواں رفت جُز در پئے مصطفٰے

عظمت قرآن عزیز:۔

قرآن عزیز کے منجانب اللہ ہونے پر یہ دلیل قائم کی کہ یہ کتاب بے نظیر ہے۔ اس کی مثل کتاب کیا ایک سورۃ بھی پیش کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ یہاں یہ تعیین نہیں فرمائی کہ کس بارہ میں مثل ہو لیکن ظاہر ہے کہ مُراد یہ ہے کہ ایک مذہبی کتاب میں جس قدر خوبیاں ضروری ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی مثل لانا محال ہے۔ قرآن عزیز کا بے مثل ہونا عموماً ان امور میں سمجھا گیا ہے: (۱) الفاظ کی ظاہری بندش کا کمال (فصاحت و بلاغت۔ (۲) جامعیت مضامین (۳) بے مثال اثر۔

فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن عزیز کا بے مثل ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کو عربی لٹریچر میں غیر مسلم بھی آجتک فصاحت و بلاغت کا معیار تسلیم کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں بڑے بڑے ادیب اس کلام حقانی کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ جامعیت مضامین کے لحاظ سے اس کلام پاک کی یہ حالت ہے کہ دینی اور دنیوی کاموں کے ہر شعبہ کے متعلق فیصلہ کن اصول اس میں موجود ہے۔ تمام سابقہ ادیان کی شرائع کے عمدہ اصولوں کی تصدیق اور اصول باطلہ کی تردید کے علاوہ تمدن، اخلاق۔ معاشرت اور سیاست کے وہ قوانین اس کتاب میں موجود ہے جو انسانی تاریخ میں معیارِ کمال بن کر رہتی دنیا تک روشنی کا مینار رہینگے۔ علوم جدیدہ اور انکشافات و مصنوعات عصری کے سامنے

تمام مذہبی کتابوں کے اصول تنکے کی طرح بہ گئے لیکن اس میں علم و حکمت کے وہ خزانے موجود ہیں جو ازمنہ ثلاثہ میں ہر معیار پر پورے اتر سکتے ہیں - علامہ اقبال حکیمانہ انداز میں فرماتے ہیں :-

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست + زیرِ گردوں سرِ تمکین تو چیست
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم + حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات + بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او را ریب نے تبدیل نے + آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
نوعِ انساں را پیامِ آخریں + حاملِ او رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِين
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است + ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں مسلماناں اگر داری نظر + در ضمیرِ خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست + عصرہا پیچیدہ در آیاتِ اوست
بندۂ مومن ز آیاتِ خدا است + ہر جہاں اندر بر او چوں قبا است
چوں کہن گردد جہانے در برش + مے دہد قرآں جہانے دیگرش

عصر حاضر اور جاذبہ قرآن :-

یہ قرآن بے کس اور بے سرو سامان انسانوں کا دستگیر ہے - ظالم و جابر سرمایہ داروں کے لئے پیغام موت ہے ، جب سے قرآن عزیز کی تعلیم عصر حاضر کے علمی رجحان کی وجہ سے عام ہوئی ہے صلیبی جنگوں کے زمانے میں چمکنے والے عیسائی مذہبی راہ نماؤں کے مکر و فریب کی قلعی کھل گئی ہے - ان کے تمام نقوش باطل ہو کر رہ گئے ہیں - اس کتاب میں مشرق و مغرب کی تقدیریں محفوظ ہیں - یہ بجلی کی طرح جسم و جان میں اثر کر جاتی ہے - دل و دماغ کو جلا دیتی ہے - روح و قلب میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے ، ماحول کو بدل ڈالتی ہے - عصر نو پر فتح اسی سے حاصل ہو سکتی ہے - اہلِ ایمان کے ایمان کی حرارت اسی "زندہ" اور پُر حکمت کتاب سے قائم ہے ؎

چیست قرآں ؟ خواجہ را پیغامِ مرگ + دستگیر بندۂ بے ساز و برگ

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست + نقش ہائے کاہن و پاپا شکست
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود + جان چوں دیگر شد جہاں دیگر شود
اندرو تقدیر ہائے شرق و غرب + سُرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق
محفلِ ما بے مئے و بے ساقی است + سازِ قرآں را نوا ہا باقی است
دل بآیاتِ مُبیں دیگر بہ بند + تا بگیری عصرِ نو را در کمند

قرآنِ عزیز میں توحید و رسالت، شریعت و طریقت، تہذیب و تمدن، مذہب و فلسفہ، قومیت و وطنیت، سلطنت و اشتراکیت، سرمایہ و محنت، تسلیم و رضا، جبر و اختیار، فقر و تصوف، عشق و محبت، اطاعت و صبر، حریت و آزادیٔ فکر غرضکہ جس قدر الفاظ عصرِ حاضر کی باریک بینیوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے متعلق محکم اور اٹل فیصلے ہیں!

قرآن عزیز کے جاذبہ و گداز کا یہ عالم ہے کہ پچھلے چودہ سو برس میں نہ جانے کتنے ہزار در ہزار انسانوں کے دل میں اس کی سحر بیانیوں سے متاثر ہو کر پانی پانی ہو گئے، اس کی آیتوں نے کتنے ہی قسی القلب انسانوں کے پتھر جیسے دلوں کو پگھلایا اور کتنی ہی سنگ خارا کی بنی ہوئی آنکھوں سے جن میں نَم کا کوئی جوہر موجود نہ تھا۔ اشک و آب کے چشمے جاری کر دئے۔ اپنی اس خصوصیت کو قرآن عزیز یوں بیان کرتا ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

جب وہ لوگ کلام الٰہی سنتے ہیں تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔

قرآن عزیز کا دعویٰ ہے کہ صرف انسانی قلب و دماغ ہی نہیں شعور و احساس سے محروم مخلوق بھی اسکی ہیبت و عظمت سے لرزاں ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

(اگر) ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے ۔

جنت اور اسکی حقیقت

انکار رسالت اور وہ بھی اس حالت میں کہ دلائل انکار سے دامن تہی ہو وہ جرم ہے جسکی سزا آگ ہے ۔ یہاں اس آگ کا ذکر کیا تو ضروری تھا کہ اُسکی (ض)د یعنی احکام الٰہی کے پابند اور فرمانبردار مومنوں کا نیک انجام بھی بتا دیا جائے ۔

بہشتی زندگی کے متعلق جو نقشہ قرآن عزیز میں جگہ جگہ کھینچا گیا ہے ۔ اس میں باغات، نہروں (او)ر ازواج مطہرہ کا ذکر ہے ۔ یہاں اصولی طور پر یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اوّلاً آیندہ زندگی کے متعلق جو کچھ (ق)رآن عزیز میں بیان ہوا ہے وہ محض بطور مثال بیان ہوا ہے ۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ــــ (محمد: ۱۵ - الرعد : ۳۵) ۔ یعنی جنت میں جتنی چیزیں ہیں وہ دنیا کی کسی چیز سے سوائے نام کے مشابہت نہیں رکھتیں ۔ ثانیاً جنت کی نعمتیں انسان کی اس مادی آنکھ اور اسکے ظاہری حواس سے مخفی رکھی گئی ہیں ۔ اس پر اوّل تو جَنَّة کے معنی سے شہادت ملتی ہے ۔ یہ قرآن عزیز میں صراحت ہے :

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۔ (السجدہ ۱۷:)

کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسکے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (یعنی نعمت) جو مخفی رکھی گئی ہے

اس آیت کی تفسیر میں حضورؐ کے یہ الفاظ زیادہ وضاحت کر رہے ہیں :-

قَالَ اللّٰهُ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ (بخاری)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جسکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی بشر کے دل پر گزرا ۔

جنت کی نعمتوں کے سلسلہ میں ان دونوں امور کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔ اور اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی لوگوں کو سخت ٹھوکریں لگیں ۔ اللہ تعالیٰ طالب حق کو ایسی لغزشوں سے محفوظ رکھے +

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۱۱)

عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى أَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ۔

ترجمہ:۔

معاویہ رضؓ سے روایت ہے، کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: جس کی اللہ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے، اور میں تو بانٹنے والا ہی ہوں، دیتا تو اللہ ہے۔ اور یہ امت قائم ہی رہے گی اللہ کے امر پر، اِن (لوگوں) کو ضرر نہ پہنچا سکے گا جو ان کی مخالفت کرے گا، یہاں تک آئے اللہ کا امر۔

تشریحات:۔

مُعَاوِيَه: پسر ابی سفیان صخر بن حرب، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی تھے، اور بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ رجب ۶۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ عمر ان کی ۷۸ سال کی تھی۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا یعنی آنحضرت کا کلام سنا، آپ فرماتے تھے

مَنْ يُرِدْ: مَنْ شرطیہ ہے۔ يُرِدْ فعل شرط ہے۔ اور وہ صفت ہے جو مقدور کی دونوں طرفوں میں سے ایک کو وقوع کے ساتھ خاص کر دیتی ہے۔

خَیۡرًا: یعنی سب بھلائیاں یا بڑی بھلائی۔ خیر کو نکرہ اس لئے لاتے ہیں کہ تعمیم کا فائدہ دے کیونکہ نکرہ سیاق شرط میں ایسا ہی ہے جیسا سیاق نفی میں۔ اور تنکیر تعظیم کے لئے ہے، کیونکہ مقام اس کو چاہتا ہے، اسی لئے جمیع (سب) اور عظیم (بڑی) مقدر کی گئی۔

یُفَقِّھۡهُ: جواب شرط میں ہے یعنی اس کو فقیہ کر دیتا ہے۔ فقہ کے لغوی معنے فہم کے ہیں اور یہ اصطلاحی سے بہتر ہیں تاکہ علوم دین میں سے ہر علم کو شامل ہوں۔

وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ: میں تمہارے بیچ وحی کی تبلیغ بلا تخصیص تقسیم کرتا ہوں، میں تمہارے درمیان علم عدل کی بانٹ سے بانٹتا ہوں۔ یعنی میں تمہیں علم القا کرتا ہوں، اور ہر شخص کو اس کے لائق القا کرتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب کو آگاہ فرمایا ہے، کہ آنحضرت صلعم نے اللہ کی وحی کے بانٹنے میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی بلکہ بلاغ میں برابری، اور بانٹ میں انصاف فرمایا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے، کہ میں مال کا تقسیم کرنیوالا ہوں اللہ کے اذن سے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ لیکن سیاق کلام پہلے ہی مطلب پر دلالت کرتا ہے، اسلئے کہ پہلے فرمایا کہ جس کا اللہ بھلا چاہتا ہے اس کو دین میں دانشور بناتا ہے۔ اور الفاظ کا ظاہر دوسرے مطلب پر دلالت کرتا ہے، اسلئے کہ تقسیم درحقیقت مالوں کی ہوتی ہے۔

سوال: دوسرے احتمال کی بناپر لاحق و سابق میں کیا مناسبت ہوگی؟

جواب: حدیث کا مورد قسمت مال کا موقع تھا، اور آنحضرت علیہ السلام نے بعض کو بمقتضائے مصلحت کچھ زیادہ دے دیا تھا، کسی شخص نے جس پر وہ حکمت و مصلحت مخفی رہی، اعتراض کیا، آنحضرت صلعم نے جواب میں فرمایا: مَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیۡرًا: یعنی اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو امور شرعی کی زیادہ سمجھ دیتا ہے، اور وہ ایسے امور سے تعرض نہیں کرتا جو اس کے خاطرخواہ نہ ہوں کیونکہ معاملہ سارا اللہ کے اختیار میں ہے، وہی ہے جو دیتا ہے روکتا ہے، بیش کرتا ہے، کم کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم مطابق قاسم (بانٹنے والے) ہیں معطی (دینے والے) نہیں ہیں۔ کہ بیشی وکمی کو ان سے منسوب کیا جائے۔

قَالَ الطِّیبِی: وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ: کی واؤ حال کیلئے ہے یُفَقِّھْہُ کے فاعل کے، یا اس کے مفعول کے۔

سوال: اِنَّمَا حصر کا فائدہ دیتا ہے، پس مطلب یہ ہوا کہ میں قاسم کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور یہ درست نہیں کیونکہ آپ قاسم ہی نہیں ہیں پیغمبر بھی ہیں، خوشخبری سنانیوالے بھی ہیں، اور بدانجامی سے آگاہ کرنیوالے بھی ہیں؟

جواب: یہ حصر محض سامع کے اعتقاد کی نسبت سے ہے کہ اسکو آنحضرت کے قاسم ہونے کا نہیں معطی ہونے کا اعتقاد ہے، اس بنا پر یہ قصرِ قلب ہے، کہ میں تو محض قاسم ہوں، معطی نہیں ہوں۔ اگر سامع قاسم و معطی دونوں صفات سے آنحضرت کے متصف ہونے کا معتقد ہو تو قصرِ افراد ہوگا، یعنی میں دو تو وصفوں سے متصف نہیں ہوا، فقط قاسم ہوں، اگر وہ ان دونو صفات میں سے ایک کے ثبوت کا بلا تعیین معتقد ہو تو قصر از قبیلِ قصرِ تعیین ہوگا

وَاللّٰهُ يُعْطِیْ: اللہ تعالےٰ عطا کرتا ہے فہم جتنا عطا کرنا چاہتا ہے، وہ جس کو تم میں سے چاہتا ہے بات کو سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ آنحضرت نے آگاہ فرمایا کہ تمہاری سمجھوں کا تفاوت اللہ کی طرف سے ہے۔

بعض صحابہ نے کہا ہے: کہ ہم حدیث سنتے ہیں تو اس کا اتنا ہی مطلب سمجھتے ہیں جو ظاہر اور واضح ہوتا ہے اور اس کو دوسرا شخص سنتا ہے، یا اسکے بعد کے زمانے والے یا دن سے بھی پیچھے آنے والے وہ اس سے بہت سے مسائل نکالتے ہیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

وَلَنْ تَزَالَ: مضارع زَالَ ناقصہ، هٰذِهِ الْاُمَّةُ اس کا اسم، اُمَّةٌ سے مراد وہ جماعت ہے جو سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ البخاری: اس جماعت سے اہل العلم مراد ہیں۔ الامام احمد: اگر یہ لوگ اہل الحدیث نہ ہوں گے تو میں نہیں جانتا پھر یہ کون ہونگے؟ النووی: ہوسکتا ہے کہ یہ طائفہ ہر قسم کے مومنوں میں الگ الگ موجود ہو۔ اس میں

مقاتل (غازی) بھی ہوں، فقہا بھی ہوں، محدث بھی، زہاد بھی ہوں اور بھی نیک لوگ ہوں، اور شاید یہی قول ظاہر تر ہو۔

قَائِمَةً : مقیم و مستمر، قائم و دائم ہو۔

اَمْرُ اللهِ : یعنی دین حق پر یا تکالیف شرعیہ پر۔

حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللهِ: غایت ہے لَنْ تَزَالَ کی۔

استشکال: غایت اپنے ماقبل کے مخالف ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ امت قیامت کے دن حق پر نہ ہو!!

جواب: مراد اَمْرُ اللهِ سے دین حق نہیں تکالیف شرعیہ ہیں، وہ اس دن معدوم ہونگی۔ یا ۔ مراد غایت سے تاکید تابید ہے برحذ قولہ تعالےٰ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یا ۔ یہ لَا يَضُرُّهُمْ کی غایت ہے کیونکہ وہ قریب تر ہے۔ اور معنے ہوں گے حَتّٰى يَأْتِيَ بَلَاءُ اللهِ فَيَضُرُّهُمْ یہاںتک کہ اللہ کی بلا آکر ان کو ضرر پہنچائے۔ اب اس کا مابعد ماقبل کے مخالف ہوگا۔

سوال: یہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ ــــــ قیامت نہیں قائم ہوگی مگر شریر لوگوں پر۔ اور اس حدیث کے کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يَقُوْلَ اَحَدٌ اَللهُ اَللهُ قیامت کی ساعت نہ آئیگی یہانتک کہ کوئی نہ رہے جو اللہ اللہ کہے۔

جواب: اس کا یہ دیا گیا کہ اَمْرُ اللهِ سے مراد وہ نرم ہوا ہے جو قریب قیامت آئیگی اور ہر مومن اور مومنہ کی روح کو لیجائیگی۔ یا مراد ان دونوں حدیثوں سے خصوص ہے بایں مراد کہ قیامت نہ آئے گی کسی پر جو توحید کا عقیدہ رکھتا ہے فلاں موضع میں، یا نہیں آئیگی قیامت مگر شریر لوگوں پر فلاں مقام پر، بدلیل حدیث کہ ایک گروہ میری امت کا حق پر غالب رہیگا ان لوگوں کے مخالف انکو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ پوچھا گیا۔ وَاَيْنَ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ: اے پیغمبر خدا یہ لوگ کہاں ہیں؟ فرمایا بیت المقدس میں اس حدیث کو بخاری نے باب مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ

فِی الدِّیْن میں نقل کیا ہے۔

(۱۲)

عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ، اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتّٰی الْجَنَّۃُ وَ النَّارُ، فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِکُمْ مِثْلَ اَوْ قَرِیْبَ (لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذَالِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ) مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ یُقَالُ مَا عِلْمُکَ بِھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ (لَا اَدْرِیْ اَیُّھُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ) فَیَقُوْلُ ھُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی فَاَجَبْنَاہُ وَ اتَّبَعْنَاہُ ھُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا۔ فَیُقَالُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا اِنْ کُنْتَ لَمُوْقِنًا بِہٖ ۔ وَ اَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ (لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذَالِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ) فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُہٗ۔

ترجمہ اسماءؓ سے مروی ہے اللہ ان سے راضی ہو کہ نبی نے اللہ کا ان پر درود و سلام ہو اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا کوئی چیز جو مجھے دکھائی نہ گئی تھی ایسی نہیں رہی جسے میں نے اپنے اس مقام پر دیکھ نہیں لیا یہانتک کہ بہشت و دوزخ بھی، پس مجھ پر وحی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں مثل یا قریب مسیح دجال کی آزمائش کے آزمائے جاؤگے (میں نہیں جانتا کہ اسماءؓ نے ان میں سے کون لفظ بولا؟ مثل بولا یا قریب) کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ اب

اہل ایمان یا اہل یقین ہوگا (مجھے خبر نہیں کہ اسماء نے ان میں سے کونسا لفظ کہا) وہ تو کہیگا: وہ محمد ہیں جو اللہ کے پیغمبر ہیں ہمارے پاس واضح تعلیم اور ہدایت لیکر آئے تو ہمنے ان کو مان لیا اور ان کے پیچھے چلتے رہے وہ محمد ہیں تین بار (کہیگا)۔ پس کہا جائے گا: سکھ کی نیند سو۔ ہم نے جان لیا کہ تو اس پر یقین رکھتا تھا۔ پر جو شخص منافق یا متردد ہوگا (میں نہیں جانتا کونسا لفظ کہا اسماء نے) وہ کہیگا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا میں بھی کہتا رہا۔

تشریحات :-

اسماء: ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی اور حضرت عائشہ رض کی بہن ہیں (باپ کے رشتے سے) عائشہ سے دس برس بڑی ہیں۔ ان سے رسول اللہ کی چھپن حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بخاری نے اٹھارہ نکالی ہیں۔ زبیر رض نے ان سے مکہ میں نکاح کیا۔ مدینہ میں ان کو طلاق دی ۷۳ ہجری میں مکہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر سو کو پہنچی ہوئی تھی لیکن نہ تو آپ کا کوئی دانت گرا تھا، نہ عقل میں کسی قسم کا تغیر آیا تھا۔ قیل: ان کا بیٹا عبد اللہ ایک دن دروازے پر کھڑا تھا۔ جب باپ نے اندر آنا چاہا تو اسے منع کیا۔ سبب پوچھا تو کہا: لَا اَدَعُكَ تَدْخُلُ حَتّٰى تُطَلِّقَ اُمِّيْ سبب پوچھا تو کہا: مثلی لا یکون لهٗ ام نوطا مُطلقا۔

وَقِیلَ: زبیر نے ان کو پیٹا، تو اپنے بیٹے عبد اللہ کو پکارا، عبد اللہ آگئے تو باپ نے ان کو دیکھکر کہا: تم اندر آئے تو تمہاری ماں کو طلاق۔ عبد اللہ رض نے کہا: آپ میری ماں کو اپنی قسم کا ہدف بناتے ہیں۔ اندر گھس کر ان کو چھڑا لیا۔ یہ خوابوں کی تعبیر کے علم میں کمال رکھتی تھیں، یہ علم اپنے والد ابی بکر صدیق رض سے سیکھا تھا۔ ان کے بیٹے عبد اللہ دنیا کے بڑے ذہین لوگوں میں سے تھے۔

حکایت ہے کہ عمر بن خطاب رض کا گزر کچھ بچوں پر ہوا جو کھیل رہے تھے، ان میں عبد اللہ بن زبیر بھی تھے، سب بچے حضرت عمر رض کو دیکھ کر بھاگ نکلے، مگر عبد اللہ اپنی جگہ پر رہے۔ حضرت عمر نے پوچھا۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے جواب دیا، امیر المومنین! نہ تو میں کوئی مشتبہ شخص ہوں کہ آپ سے بھاگتا اور نہ راستہ ہی اتنا تنگ تھا کہ میں آپ کے لیے اس

کو فراخ کرتا۔

وہ اسلام میں پہلا بچہ ہے جو مہاجرین کے ہاں مدینہ میں ہجرت کے بیس مہینے بعد پیدا ہوا۔ وہ قبا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر آنحضرت صلعم کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرتؐ نے ایک کھجور منگوا کر چبائی اور ان کے منہ میں ڈال دی پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آنحضرتؐ کا لعاب مبارک تھا۔ آپ بہت بڑے عبادت گزار تھے۔ روزے کثرت سے رکھتے۔ نمازیں بہت پڑھتے تھے اور بہت صلہ رحم کرنیوالے تھے۔ چھ چھ دن کا ٹکے کا روزہ رکھتے۔ اور سجدہ اتنا دراز کرتے کہ پرندے دیوار سمجھ کر پشت پہ آبیٹھتے۔ وہ حجر میں نماز پڑھ رہے تھے اور اوپر سے منجنیق پتھر برسا رہا تھا اور وہ اس کی ذرا پرواہ نہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خون دیا تھا کہ اس کو کہیں گرا آئیں وہ انہوں نے پی لیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَيْلٌ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِنْكَ۔ خرابی ہے تیرے لئے لوگوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے تجھ سے۔

آغاز حدیث ۔ شروع اس حدیث کا جیسا کہ بخاری میں آیا ہے یہ ہے: عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ قُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى عَلَانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلٰى رَأْسِي الْمَاءَ فَحَمِدَ اللّٰهَ۔

ترجمہ: اسماء سے (روایت ہے) کہا: میں عائشہؓ کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا: کیا حال ہے لوگوں کا؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، بولیں سبحان اللہ! میں نے کہا کوئی نشان ہے؟ سر کے اشارے سے کہا: ہاں۔ میں بھی (نماز میں) کھڑی ہوگئی یہانتک کہ مجھے غش آگیا تو میں اپنے سر پہ پانی ڈالنے لگی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

حَمِدَ اللّٰہَ: اللہ کو سراہا۔ اللہ کی حمد، ستائش، تعریف کی۔
وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ: اور اس کی ثنا کی یہ معطوف ہے حمد پر از باب عطف عام بر خاص، اس لئے کہ ثنا عام تر ہے حمد و شکر اور مدح سے۔
مَا: نہیں + مِنْ شَیْءٍ کوئی شے + لَمْ اَکُنْ (کہ) نہیں تھا میں + اُرِیْتُ دکھایا گیا + ہٗ: وہ + کوئی ایسی چیز نہ تھی جو مجھ کو دکھائی نہ گئی تھی۔ یعنی جس کا دیکھنا عقلاً درست ہو جیسے دیدار باری اور عرفاً لائق ہو ان اشیاء میں سے جو امور دین کے متعلق ہیں۔ اور یہ از قبیل عام مخصوص ہے، اور مخصص عقلی اور عرفی ہوگا۔ یہاں عقل نے اس کی تخصیص کی ان اشیاء کے ساتھ جن کا دیکھنا صحیح ہو اور عرف نے ان اشیاء کے ساتھ جو قابل دید ہوں۔
اِلَّا رَاَیْتُہٗ = اِلَّا: مگر + رَاَیْتُ: میں نے دیکھا۔ ہٗ: اس کو۔ مگر میں نے اس کو دیکھا۔ استثناء مفرغ متصل ہے اس میں اِلَّا کا الغاء من حیث العمل ہوتا ہے، من حیث المعنی نہیں ہوتا (کسائر الحروف) اور تفریغ حال سے ہے بایں تقدیر کہ مامن شی متصف بلم اکن اریتہ کائنا فی حَالٍ مِن الاحوال الاحال رویتی فی مقامی ھذا فلذالک جاز استثناء الفعل بھذا التاویل۔
فِیْ مَقَامِیْ: اپنے اس مقام میں ہونے کی حالت میں مقام مصدر کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور زمان و مکان کے معنوں میں بھی۔ اور شاید آنحضرت ؐ اپنے صلوٰۃ کے مقام میں تھے۔
حَتَّی الْجَنَّۃُ وَ النَّارُ: رفع جنۃ و نار کی اس بنا پر کہ حَتّٰی ابتدائیہ ہے اور اَلْجَنَّۃُ مبتداء محذوف الخبر ہے وَالنَّارُ اس پر معطوف ہے۔ اور نصب اس بنا پر کہ وہ عطف کرتی ہیں ضمیر منصوب پر جو رَاَیْتُہٗ میں ہے، اور جر اس بنا پر کہ حَتّٰی جارہ ہے۔
فَ: پس + اُوْحِیَ وحی بھیجی گئی + اِلَیَّ میری طرف + اَیْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ یعنی اللہ نے مجھے وحی کی۔
اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ: نائب فاعل۔ تُفْتَنُوْنَ اَنَّ کی خبر ہے۔ یعنی تم آزمائے اور جانچے جاؤ گے۔
مِثْلَ اَوْ قَرِیْبَ: مانند یا قریب، یہ شک ہے راوی حدیث کی طرف سے جس نے اسماء سے روایت

کی کہ اسماء نے حدیث بیان کرنے میں لفظاً مثل بولا تھا یا لفظ قریب۔ اس حدیث کو اسماء سے روایت کرنے
والی فاطمہ بنت اَلمُنذِر بنت زُبَیر بن العوام ہیں۔ اس نے اپنی دادی (باپ کی ماں) سے۔ ان
دونو لفظوں میں تنوین نہیں ہے۔ کیونکہ ایک فتنہ کی طرف مضاف ہے اور دوسرا محذوف کی طرف۔

سوال: اس جملہ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بواسطہ ایک اجنبی جملہ کے فصل ہے!
اجنبی یہ ہے: لَا اَدْرِی اَیُّ ذَالِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ ؟!

جواب: یہ جملہ معنی شک کا جو اَوْ سے سمجھا جاتا ہے موکد ہے اور کسی شے کا موکد اس سے اجنبی نہیں ہوتا۔

اَلْمَسِیْحُ: سیاحت کرنے والا، یا مسح کردہ۔ اَلدَّجَّالُ: کذاب۔ خلاط۔ دَجَل کے معنی ہیں
جھوٹ بولنا، حق و باطل کو ملا دینا۔

فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ: لیکن جو ایمان والا یا یقین والا ہوگا۔ یہ شک ہے راوی حدیث فاطمہ؛

بِالْبَیِّنَاتِ: ظاہر معجزے۔ روشن دلیلیں۔

ف: پس۔ اَجَبْنَا ہم نے قبول کر لیا۔ ہٗ: اس کو۔ یعنی ہم نے آنحضرت کی نبوت تسلیم کی۔

وَاتَّبَعْنَاہُ: اور ان کی پیروی کی احکام الٰہی میں۔

نَمْ: سو جا۔ صَالِحًا: اے مُنْتَفِعًا بِاَعْمَالِکَ اپنے اعمال سے نفع اندوز ہوتا ہوا۔ صلاح کسی چیز
کا حد انتفاع میں ہونا۔

قَدْ عَلِمْنَا: ہمیں معلوم ہو گیا۔ اِنْ کُنْتَ لَمُوْقِنًا بِہٖ: بقول کوفیاں ان ما نافیہ کے معنوں میں ہے
لموقنا کا لام الّا کے یعنی۔

مَا کُنْتَ اِلَّا مُوْقِنًا: نہیں تھا تو مگر صاحب یقین۔ تجھے آنحضرت م کی نبوت پر یقین ہی تھا۔

وَ اَمَّا الْمُنَافِقُ الخ: مگر وہ جو منافق ہوگا، تو وہ کہیگا مجھے اپنی ذات سے علم نہیں، میں نے لوگوں کو سنا
کہ کچھ کہتے ہیں وہی میں نے کہہ دیا۔

تنبیہ: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنی سنائی ایمان کی بات مقبول نہیں۔ مقبول وہ ہے
جو پکی دلیلوں سے حاصل کئے ہوئے یقین کی بنا پر ہو۔

اَلدُّرُوْسُ الْعَرَبِيَّة

اَلدَّرْسُ الْخَمْسُوْن

(۱) مَتٰی تَذْهَبُ اِلٰی لَاهَوْر ؟	اَنَا اَلْيَوْمَ اَذْهَبُ اِلٰی لَاهَوْر .
(۲) هَلْ تَرْجِعُ الْيَوْمَ ؟	لَا ۔ سَاَرْجِعُ غَدًا .
(۳) هَلْ هُوَ يَجِيْءُ اِلٰی بَيْتِكَ ؟	نَعَمْ ۔ هُوَ يَجِيْءُ بَيْتِيْ ۔
(۴) هَلْ تَتَعَلَّمُ دَرْسَكَ ؟	نَعَمْ ۔ اَنَا اَتَعَلَّمُ دَرْسِيْ ۔
(۵) هَلْ هُمْ يُعِيْنُوْنَكَ ؟	نَعَمْ ۔ هُمْ يُعِيْنُوْنَنِيْ ۔
(۶) اَاَنْتَ جِئْتَ الْمَدْرَسَةَ امس ؟	لَا مَا جِئْتُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ اَمْسِ
(۷) لِمَ لَمْ تَجِئْ ؟	لِاَنِّيْ كُنْتُ قَارِفًا ۔
(۸) اَتَعَلَّمَ مَحْمُوْدٌ دَرْسَهٗ ؟	لَا ۔ هُوَ مَا تَعَلَّمَ دَرْسَهٗ ۔
(۹) مَا ظَلَّ عَامِلًا كُلَّ الْيَوْمِ ؟	لَمْ يَزَلْ لَاعِبًا كُلَّ الْيَوْمِ ۔
(۱۰) اَجَاءَ هُنَا ؟	نَعَمْ ۔ جَاءَ هُنَا ۔
(۱۱) هَلْ اَعْطَيْتُكَ مِطْوَقِيْ ؟	نَعَمْ ۔ اَعْطَيْتَنِيْ مِطْوَتَكَ ۔
(۱۲) هَلْ حَضَرُوا الْمَيْدَانَ	لَا ۔ مَا حَضَرُوا الْمَيْدَانَ ۔

پچاسواں سبق (ترجمہ)

(۱) تو لاہور کب جائے گا ؟	میں آج لاہور جاؤں گا۔
(۲) کیا تم آج لوٹ آؤ گے ؟	میں کل لوٹونگا۔

(۳) کیا وہ تمہارے گھر آتا ہے ؟	ہاں۔ وہ میرے گھر آتا ہے۔
(۴) کیا تم اپنا سبق پڑھتے ہو ؟	ہاں۔ میں اپنا سبق پڑھتا ہوں۔
(۵) کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں ؟	ہاں - وہ میری مدد کرتے ہیں -
(۶) کیا تم کل مدرسے آئے تھے ؟	نہیں۔ میں کل مدرسے نہیں آیا
(۷) تم کیوں نہیں آئے ؟	اس لئے کہ میں بیمار تھا۔
(۸) کیا محمود نے اپنا سبق پڑھا ؟	نہیں۔ اس نے اپنا سبق نہیں پڑھا۔
(۹) وہ دن بھر کیا کرتا رہا ؟	دن بھر کھیلتا ہی رہا۔
(۱۰) کیا وہ یہاں آیا ؟	ہاں وہ یہاں آیا۔
(۱۱) کیا میں نے تمہیں اپنا چاقو دیا تھا ؟	ہاں آپ نے مجھے اپنا چاقو دیا تھا۔
(۱۲) کیا وہ پلے گراؤنڈ میں آئے ؟	نہیں وہ پلے گراؤنڈ میں نہیں آئے۔

اَلدَّرسُ الواحِدُ والخَمسُون

اَلوَلَدَانِ عَلَى الطَّرِيقِ

مَحمود: اَلسَّلَامُ عَلَيكُمْ ! يَا سَعِيدُ -

سَعِيد: وَ عَلَيكُمُ السَّلَامُ ! يَا مَحمود -

مَحمود: اَيْنَ ذَاهِبٌ اَنْتَ ؟

سَعِيد: اَنَا ذَاهِبٌ اِلَى المَحَطَّةِ -

مَحمود: لِمَا ذَا تَذْهَبُ هُنَاكَ ؟

سَعِيد: اَبِي قَادِمٌ بِوَاسِطَةِ القِطَارِ الوَاصِلِ هُنَا السَّاعَةَ الثَّانِيَةَ عَشَرَ. اَنَا ذَاهِبٌ لِمُقَابِلَةٍ -

مَحمود: مِنْ اَيْنَ هُوَ قَادِمٌ ؟

سعید: هُوَ قَادِمٌ مِنْ لَاهُور۔
محمود: مَتٰی ذَهَبَ اِلٰی لَاهُور؟
سعید: ذَهَبَ هُنَاكَ مُنْذُ اُسْبُوْعٍ۔
محمود: لِمَ ذَهَبَ هُنَاكَ؟
سعید: ذَهَبَ لِزِيَارَةِ عَمِّي. كَانَ هُوَ مَرِيْضًا۔
محمود: كَيْفَ هُوَ الْآن؟
سعید: هُوَ الْآن اَحْسَنُ حَالًا۔
محمود: كَمِ الْاُجْرَةُ مِنْ هُنَا اِلٰی لَاهُور؟
سعید: خَمْسُ عَشَرَةَ آنَةً۔

اکیانواں سبق (ترجمہ)

دو لڑکے سڑک پر

محمود: سلامتی ہو تم پر! سعید! سعید: اور تم پر بھی سلامتی ہو! محمود!

محمود: کہاں جا رہے ہو تم؟ سعید: میں سٹیشن کو جا رہا ہوں۔

محمود: تم کیوں ادھر جا رہے ہو؟

سعید: میرے والد صاحب یہاں ۲ بجے پہنچنے والی گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں ان کے استقبال کے لئے جا رہا ہوں۔

محمود: وہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ سعید: وہ لاہور سے تشریف لا رہے ہیں۔

محمود: لاہور کب گئے تھے؟ سعید: وہاں گئے انہیں ایک ہفتہ ہوا۔

محمود: وہاں کیوں گئے تھے؟ سعید: میرے چچا سے ملنے گئے تھے۔ وہ بیمار تھے۔

محمود: اب وہ کیسے ہیں؟ سعید: اب ان کی حالت بہتر ہے۔

محمود: یہاں سے لاہور تک کتنی اجرت ہے؟ سعید: ۱۵ آنے

اَلدَّرْسُ الثَّانِي وَالْخَمْسُوْنَ

صَدِيْقَانِ نَحْوَ مَوْسِمٍ

رفیق : أَيْنَ تَذْهَبُ ؟ يَا صَدِيْقِي ؟

بشیر : أَنَا ذَاهِبٌ لِأُشَاهِدَ الْمَوْسِمَ -

رفیق : أَيْنَ انْعَقَدَ الْمَوْسِمُ ؟

بشیر : قَدْ انْعَقَدَ بِقَرْيَةٍ بَعِيْدَةٍ مِنْ هُنَا أَرْبَعَةَ أَمْيَالٍ -

رفیق : ءَ أَنْتَ ذَاهِبٌ مَاشِيًا ؟

بشیر : لَا أَنَا رَاحِلٌ عَلَى عَرَبَةِ أُجْرَةٍ ، هَلْ أَنْتَ تُرَافِقُنِي
مِنْ فَضْلِكَ -

رفیق : طَيِّبٌ كَثِيْرٌ - سَأَكُوْنُ فَرْحَانًا لِأَذْهَبَ مَعَكَ لٰكِن
دَعْنِي أَسْتَأْذِنْ أَبِي -

بشیر : طَيِّبٌ كَثِيْرٌ - أَنَا أَنْتَظِرُكَ هُنَا حَتّٰى تَجِيْءَ - نَحْنُ نَذْهَبُ مَعًا

رفیق : كَمْ نُقُوْدًا أَنْتَ آخِذٌ مَعَكَ ؟

بشیر : أَنَا آخِذٌ مَعِيَ ثَمَانِيَ آنَات ، سَأَشْتَرِي بِهَا حَلَاوَةً
وَفَوَاكِهَ وَ اللُّعُوْبَاتِ -

رفیق : وَ أَنَا أَيْضًا سَآخُذُ مِنْ أَبِي ثَمَانِيَ آنَاتٍ لِأَشْتَرِيَ بِهَا أَشْ

بشیر : مِنْ فَضْلِكَ اِرْجِعْ عَاجِلًا - الدُّنْيَا صَائِرَةٌ حَرًّا جِدًّا -

باونواں سبق (ترجمہ)

دو دوست میلے کو

رفیق : کہاں جا رہے ہو ، دوست ؟ بشیر : میں میلا دیکھنے جا رہا ہوں ۔

رفیق: میلہ کہاں لگا ہے؟ بشیر: ایک بستی میں جو یہاں سے چار میل ہے۔

رفیق: کیا تم پیدل جا رہے ہو؟

بشیر: میں کرائے کی گاڑی پر جا رہا ہوں، کیا از راہ کرم میرے ساتھ چلو گے؟

رفیق: بہت اچھا! میں آپ کے ساتھ جانے سے بہت خوش ہوں گا، لیکن مجھے والد صاحب سے اجازت لے لینے دیجئے۔

بشیر: بہت خوب! میں تمہارے آنے تک یہاں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ ہم اکٹھے ہی چلیں گے۔

رفیق: کتنے پیسے اپنے پاس لیے چلے ہو؟ بشیر: میں آٹھ آنے اپنے ساتھ لیجا رہا ہوں۔ میں ان سے مٹھائیاں، میوے اور کھیلیں کھلونے خریدوں گا۔

رفیق: میں بھی اپنے والد صاحب سے آٹھ آنے لے لوں گا تاکہ ان سے چیزیں خریدوں۔

بشیر: براہ مہربانی جلد واپس آئیے۔ بہت گرمی ہو رہی ہے۔

الدَّرْسُ الثَّالِثُ وَالخَمْسُونَ

مُعَلِّمٌ وَ وَلَدٌ

المعلم: يَا حَامِدُ! لِمَ لَا تُحَلِّلُ مَسْئَلَتَكَ (الحسابيه)؟

حامد: لِأَنَّ أَحَدًا مَا كَسَرَ اردوازي۔

المعلم: أَرِنِي اردوازك۔

حامد: هَا هُوَ ذَا. سَيِّدِي۔

المعلم مَنْ كَسَرَهُ؟

حامد: لَا أَعْلَمُ. أَبِي سَيَضْرِبُنِي۔

المعلم: أَيُّهَا الأَوَّلُ! هَلْ تَعْرِفُ مَنْ كَسَرَ أَردوازهُ؟

الأول: لَا سَيِّدِي وَلٰكِنِّي رَأَيْتُ رَاشِدًا يَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ۔

المعلم: مَتٰى رَأَيْتَهُ ؟

الأوّل: أنَا رَأَيْتُهُ فِيْ زَمَنِ العُطْلَةِ ـ

المعلم: حَسَنًا ، نَادِهٖ حَالًا ـ

الاول: هَا هُوَ ذَا يَا سَيِّدِي ـ

المعلم: يَا رَاشِدُ ! هَلْ كَسَرْتَ لَوْحَهُ الحَجَرِيَّ ؟

راشد: يَا سَيِّدِي ! أنَا أخَذْتُهُ لِاُحَلِّلَ مَسْئَلَةً عَلَيْهِ وَ هُوَ سَقَطَ مِنْ يَدَيَّ وَ انْكَسَرَ ـ

المعلم: أحْسَنْتَ ـ أنْتَ وَلَدٌ صَالِحٌ ، أنْتَ تَقُوْلُ الحَقَّ ـ أنَا أعْفُو عَنْكَ ـ

راشد: كَثُرَ خَيْرُكَ يَا سَيِّدِي ـ

المعلم: يَا بَشِيْرُ! يُمْكِنُكَ أنْ تُحْرِزَ اردوازًا جَدِيْدًا مِنَ المَدْرَسَةِ ـ

بشير: شُكْرًا لَكَ يَا سَيِّدِي !

ترپنواں سبق (ترجمہ)

استاد اور لڑکا

معلم: حامد! کیوں اپنا سوال حل نہیں کرتے؟ حامد: اسلئے کہ کسی نے میری سلیٹ توڑ ڈالی ہے۔

معلم: مجھے اپنی سلیٹ دکھا؟ حامد: دیکھئے جناب۔

معلم: یہ کس نے توڑی ہے؟ حامد: مجھے معلوم نہیں، ابا مجھے پیٹیں گے۔

معلم: مانیٹر! تمہیں معلوم ہے، اس کی سلیٹ کس نے توڑی ہے؟

مانیٹر: نہیں جناب! مگر میں نے راشد کو دونو ہاتھوں سے اسے پکڑتے دیکھا ہے۔

معلم: کب دیکھا ہے اُسے؟ مانیٹر: میں نے اسے چھٹی کے وقت دیکھا تھا۔

معلّم: بہتر! ابھی اس کو پکارو؟ مانیٹر: حاضر ہے جناب۔

معلّم: راشد تم نے اس کی سلیٹ توڑی ہے؟

راشد: میں نے ایک سوال حل کرنے کو لی تھی میرے ہاتھوں سے گر کر ٹوٹ گئی۔

معلّم: شاباش! تم اچھے بچے ہو، تم سچ کہتے ہو، میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

راشد: شکریہ! جناب!

معلّم: بشیر! تم مدرسہ سے نئی سلیٹ حاصل کرسکتے ہو۔ بشیر: شکریہ جناب!

اَلدَّرْسُ الرَّابِعُ وَالْخَمْسُوْنَ

اَبٌ وَ اِبْنٌ

الْاَبُ : مَنْ يُعَلِّمُكُمُ الْاِنْكِلِيْزِيَّةَ ؟

الْاِبْنُ : حَضْرَةُ الْاُسْتَاذِ نُوْرِی يُعَلِّمُنَا انكليزيّة ـ

الْاَبُ : مِنْ اَيِّ اَصْنَافِ الرِّجَالِ تَعْرِفُهُ ؟

الْاِبْنُ : هُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ نَبِيْلٌ ـ

الْاَبُ : هَلْ هُوَ يَضْرِبُ الْاَوْلَادَ ؟

الْاِبْنُ : لَا هُوَ لَا يَضْرِبُنَا ـ

الْاَبُ : هَلْ اَنْتَ بَارِعٌ (مَاهِرٌ) ؟

الْاِبْنُ : نَعَمْ ـ اَنَا الثَّانِي فِي الصَّفِّ ـ

الْاَبُ : مَنْ هُوَ الْاَوَّلُ فِي صَفِّكُمْ ـ

الْاِبْنُ : عَبْدُ الرَّبِّ هُوَ الْاَوَّلُ فِي صَفِّنَا

الْاَبُ : هَلْ هُوَ صَدِيْقُكَ ؟

الْاِبْنُ : نَعَمْ ـ هُوَ خَلِيْلِي ـ

الآب: كَمْ قِسْمًا فِيْ صَفِّكُمْ ؟
الابن: فِيْ صَفِّنَا قِسْمَانِ ـ
الآب: فِيْ اَيِّ قِسْمٍ تَتَعَلَّمُ ؟
الابن: اَنَا اَتَعَلَّمُ فِيْ قِسْمِ (ك)
الآب: اَيُّ الْقِسْمَيْنِ اَفْضَلُ ؟
الابن: كِلَاهُمَا مُتَسَاوِيَانِ جَوْدَةً ـ
الآب: كَمْ وَلَدًا فِيْ قِسْمِكُمْ ؟
الابن: فِيْ قِسْمِنَا ثَلَاثَةٌ وَّ خَمْسُوْنَ وَلَدًا ـ
الآب: وَكَمْ وَلَدًا فِيْ الْقِسْمِ (ب) ؟
الابن: فِيْهِ اِثْنَانِ وَ خَمْسُوْنَ وَلَدًا ـ
الآب: مَتٰى تَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ ؟
الابن: اَنَا اَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ اَلسَّاعَةَ الْعَشَرَةَ بَعْدَ الصَّبَاحِ
الآب: اَلسَّاعَةُ عَشَرَةٌ اِلَّا الرُّبْعَ ؟
الابن: حَسَنًا جِدًّا، يَا اَبِيْ ! اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهُ !

سبق ۵۴

باپ اور بیٹا

باپ: تمہیں انگریزی کون پڑھاتا ہے ؟
بیٹا: ماسٹر نوری صاحب ہمیں انگریزی پڑھاتے ہیں۔
باپ: تم انہیں کیسا شخص جانتے ہو ؟
بیٹا: وہ نیک اور بزرگ آدمی ہے۔
باپ: کیا وہ بچوں کو پیٹا کرتا ہے ؟
بیٹا: نہیں وہ نہیں پیٹا کرتا۔
باپ: کیا تو ہوشیار ہے ؟
بیٹا: ہاں۔ میں جماعت میں دوم ہوں۔

باپ: تمہاری جماعت میں اول کون ہے؟
بیٹا: عبدالرب ہماری جماعت میں اول ہے۔

باپ: کیا وہ تمہارا دوست ہے؟
بیٹا: ہاں وہ میرا دوست ہے۔

باپ: تمہاری جماعت میں کتنے سیکشن ہیں؟
بیٹا: ہماری جماعت میں دو فریق ہیں۔

باپ: تم کس فریق میں پڑھتے ہو؟
بیٹا: میں سیکشن A میں پڑھتا ہوں۔

باپ: کونسا فریق بہتر ہے؟
بیٹا: دونو یکساں اچھے ہیں۔

باپ: تمہارے سیکشن میں کے لڑکے ہیں؟
بیٹا: ہمارے سیکشن میں ترپین لڑکے ہیں۔

باپ: سیکشن B میں کتنے لڑکے ہیں؟
بیٹا: اس میں باون لڑکے ہیں۔

باپ: تم کب مدرسے جاتے ہو؟
بیٹا: میں صبح کے دس بجے مدرسے جاتا ہوں۔

باپ: پونے دس کا وقت ہے۔
بیٹا: بہتر! اباجی، سپرد خدا۔

اَلدَّرْسُ الْخَامِسُ وَالْخَمْسُوْنَ

مُحَادِثَة ـــــ اَلْقَلَمُ

سؔ : كَمْ عَدَدًا اَجْزَاءُ قَلَمٍ ؟
جؔ : لَهٗ ثَلٰثَةُ اَجْزَاءٍ : يَدٌ وَ مُسْكَةٌ وَ رِيْشَةٌ -
سؔ : مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تُصْنَعُ ؟
جؔ : اَلْيَدُ تُصْنَعُ مِنْ خَشَبَةٍ - وَ الْمُسْكَةُ تُصْنَعُ مِنْ حَدِيْدٍ - وَ الرِّيْشَةُ تُصْنَعُ مِنَ الْفُوْلَاذِ -
سؔ : مَا فَائِدَتُهٗ ؟
جؔ : هُوَ لِلْكِتَابَةِ -
سؔ : مَا لَوْنُ قَلَمِكَ ؟
جؔ : قَلَمِيْ اَحْمَرُ -

سؔ : مَاذَا ثَمَنُهٗ ؟

جؔ : ثَمَنُهٗ پَيسَتَانِ -

سؔ : كَيفَ مَنْظَرُهٗ ؟

جؔ : مَنْظَرُهٗ حَسَنٌ -

اَلْاِنْشَاء

لِلْقَلَمِ ثَلَاثَةُ اَجْزَاءٍ ، يَدٌ وَ مُسْكَةٌ وَ رِيْشَةٌ - اَلْيَدُ مَصْنُوعَةٌ مِّنْ خَشَبَةٍ - اَلْمُسْكَةُ مَصْنُوعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ - اَلرِّيْشَةُ مَصْنُوعَةٌ مِنْ فُوْلَاذٍ -

اَلْقَلَمُ لِلْكِتَابَةِ - اَنَا اٰخُذُ قَلَمِى بِيَدِ الْيُمْنٰى - اَنَا اَغْمِسُهٗ فِى الْحِبْرِ - اَنَا اَكْتُبُ بِهٖ عَلَى الْقِرْطَاسِ الْاَبْيَضِ - قَلَمِى اَحْمَرُ اللَّوْنِ - اَلْحِبْرُ اَزْرَقُ - اَلْقِرْطَاسُ اَبْيَضُ - اِشْتَرَيْتُ قَلَمِى مِنَ السُّوْقِ - ثَمَنُهٗ نِصْفُ آنَةٍ - هُوَ يَكْتُبُ جَيِّدًا -

سبق ۵۵

مکالمہ ـــــــ قلم پر

س: قلم کے کتنے حصے ہوتے ہیں۔ ج: اسکے تین حصے ہوتے ہیں۔ دستہ۔ نب گیر۔ نب۔

س: کس چیز سے بنتے ہیں۔ ج: دستہ لکڑی سے بنایا جاتا ہے۔ اور نب گیر لوہے سے بنایا جاتا ہے۔ اور نب فولاد سے بنائی جاتی ہے۔

س: یہ کس کام آتا ہے۔ ج: وہ لکھنے کے کام آتا ہے۔

س: تیرے قلم کا کیا رنگ ہے۔ ج: میرا قلم سرخ ہے۔

س: اس کی قیمت کیا ہے۔ ج: اس کی قیمت دو پیسے ہے۔

س: اس کی شکل کیسی ہے۔ ج: اس کی شکل خوشنما ہے۔

انشا

قلم کے تین حصے ہوتے ہیں۔ دستہ، گیرندہ اور نوک۔ دستہ لکڑی کا بنا ہوا ہوتا ہے، گیرندہ لوہے سے بنا ہوتا ہے اور نب فولاد سے بنا ہوا۔

قلم لکھنے کے کام آتا ہے۔ میں اپنا قلم دائیں ہاتھ میں پکڑتا ہوں۔ میں اس کو سیاہی میں ڈبوتا ہوں۔ میں اس سے سفید کاغذ پر لکھتا ہوں۔ میرا قلم سرخ ہے۔ سیاہی نیلی ہے۔ کاغذ سفید ہے۔ میں نے اپنا قلم بازار سے خریدا۔ اس کی قیمت آدھ آنہ ہے۔ وہ خوب لکھتا ہے۔

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ وَالْخَمْسُوْنَ

(محادثة)

۲ - اَلْقَلَمُ الرَّصَاصِیُّ

سؔ : مِنْ اَيِّ شَيْءٍ مَصْنُوْعٌ هٰذَا الْقَلَمُ الرَّصَاصِيُّ ؟

جؔ : هٰذَا مَصْنُوْعٌ مِنَ الْخَشَبِ وَ الرَّصَاصِ ۔

سؔ : كَمْ طُوْلُهٗ ؟

جؔ : طُوْلُهٗ اَرْبَعَةُ قَرَارِيْطَ تَخْمِيْنًا ۔

سؔ : مَا شَكْلُهٗ ؟

جؔ : هُوَ مُدَوَّرٌ ۔

سؔ : مَا لَوْنُهٗ ؟

جؔ : اَلْخَشَبَةُ صَفْرَاءُ وَ الرَّصَاصُ اَسْوَدُ ۔

سؔ : مَا فَائِدَتُهٗ ؟

جؔ : هُوَ لِلْكِتَابَةِ -

سؔ : هَلْ هٰذَا نَافِعٌ ؟

جؔ : نَعَمْ - هُوَ نَافِعٌ جِدًّا -

اَلْاِنْشَاء

هٰذَا قَلَمُ الرَّصَاصِ ، هُوَ مَصْنُوْعٌ مِنْ خَشَبٍ وَ رَصَاصٍ، طُوْلُهٗ اَرْبَعَةُ قَرَارِيطَ تَخْمِيْنًا ، هُوَ مُدَوَّرُ الشَّكْلِ ، خَشَبَتُهٗ صَفْرَاءُ اللَّوْنِ وَ رَصَاصُهٗ اَسْوَدُ- يُفِيْدُ الْكِتَابَةَ - اَنَا اٰخُذُهٗ وَ اَكْتُبُ بِهٖ عَلٰى قِطْعَةِ قِرْطَاسٍ اَنَا اَضَعُهٗ فِيْ جَيْبِيْ - هٰذَا يَنْفَعُنِيْ جِدًّا - لِكُلٍّ وَلَدٍ قَلَمُهُ الرَّصَاصِيُّ -

سبق ۵۶

گفتگو ـــــــ لیڈ پنسل پر

س : یہ لیڈ پنسل کس چیز کی بنی ہوئی ہے ؟ ج : یہ لکڑی اور سیسے سے بنی ہوئی ہے۔

س : اس کا طول کتنا ہے ؟ ج : اس کی لمبائی تقریباً ۴ انچ ہے۔

س : اس کی شکل کیا ہے ؟ ج : وہ گول ہے۔

س : اس کا رنگ کیا ہے ؟ ج : لکڑی زرد ہے اور سیسہ سیاہ ہے

س : کس کام آتا ہے ؟ ج : لکھنے کے کام آتا ہے۔

س : کیا یہ مفید ہے ؟ ج : ہاں وہ بہت مفید ہے۔

انشا

یہ لیڈ پنسل ہے، لکڑی اور سیسے کی بنی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً چار انچ

وہ گول شکل کی ہے۔ اس کی لکڑی زرد اور اس کا سیسہ سیاہ ہے۔ لکھنے کے کام آتی ہے۔ میں اسے پکڑتا ہوں اور اس سے کاغذ پر لکھتا ہوں۔

میں اس کو اپنی جیب میں رکھتا ہوں۔ یہ مجھے بہت فائدہ دیتی ہے۔ ہر لڑکے کے پاس اپنی اپنی پنسل ہے۔

اَلْفَوَائِدُ الْمَنْزِلِیَّۃُ — خانہ داری کی کارآمد باتیں

اَلزُّجَاج — شیشے

فَائِدَۃٌ اُوْلٰی: وَرَقُ الْجَرَائِدِ اَسْھَلُ طَرِیْقَۃٍ لِتَنْظِیْفِ الزُّجَاجِ بِوَاسِطَۃِ بَلِّہٖ بِالْمَاءِ وَتَنْشِیْفِہٖ بَعْدَ ذَالِکَ۔

فائدہ ۱: اخباروں کا ورق، بہت آسان طریقہ ہے شیشے کے صاف کرنیکا اسے پانی سے تر کرکے بعد ازاں خشک کر لینے کے ذریعے۔

فَائِدَۃٌ ثَانِیَۃٌ: اِذَا اُضِیْفَ اِلَی الْمَاءِ الَّذِیْ تُغْسَلُ فِیْہِ الْاَوَانِیُ الزُّجَاجِیَّۃُ کَمِّیَّۃٌ صَغِیْرَۃٌ مِنْ مَسْحُوْقِ الشَّبِّ فَاِنَّ ذَالِکَ یَجْعَلُ الزُّجَاجَ یَصْفُوْا حَتّٰی کَاَنَّہٗ بِلَّوْر۔

فائدہ ۲: جب اس پانی میں جس میں شیشے کے برتن دھونے ہوں تھوڑی سی مقدار پسی ہوئی پھٹکڑی کی ملا لی جائے، تو یہ شیشے کو ایسا صاف کر دیتا ہے گویا وہ بلور ہے۔

مَنْعُ الشَّفَافِیَّۃِ الزُّجَاجِ: اَذِبْ قَلِیْلًا مِنَ الْمِلْحِ الْاِنْجِلِیْزِیِّ

شیشے کے آر پار نظر آنے کو روکنا: تھوڑا سا Epsom Salt یورانی بسیر

فِي كَأْسٍ مِنَ البِيرَةِ القَدِيمَةِ وَادْهَنِ اللَّوحَ بِهٰذَا المَذُوبِ فَتَتَكَوَّنُ عَلَيْهِ قِشْرَةٌ بِلَّوْرِيَّةٌ جَمِيلَةٌ تُقَلِّلُ شَفَافِيَّتَهُ۔

Beer کے پیالے میں گھول لو۔ اور اس گداختہ کو شیشہ کی تختی پر مل دو۔ اس پر ایک خوشنما بلوری چھلکا بن جائے گا۔ جو اس کی شفافی کو کم کر دے گا۔

حِفْظُ زُجَاجِ المِصْبَاحِ: يُحَزُّ إِحْدَى طَرَفَيِ الزُّجَاجَةِ بِالْمَاسِ حَزًّا صَغِيرًا۔

لیمپ کے شیشے کی نگہداشت: شیشہ کے دونوں کناروں میں سے ایک میں الماس سے تھوڑا سا شگاف کر دیا جائے۔

فَائِدَةٌ ثَانِيَة: تُوْضَعُ الزُّجَاجُ فِي مَاءٍ بَارِدٍ وَيُوْضَعُ المَاءُ عَلَى النَّارِ وَبَعْدَ أَنْ يُغْلَى قَلِيلًا تُرْفَعُ مِنْهُ الزُّجَاجَةُ وَتُجَفَّفُ أَمَامَ النَّارِ فَلَا تَنْكَسِرُ مِنْ حَرَارَةِ المِصْبَاحِ۔

فائدہ ۲: شیشے کو ٹھنڈے پانی میں رکھا جائے اور پانی آگ پر رکھ دیا جائے اور تھوڑا سا جوش کھانے کے بعد شیشہ اس میں سے اٹھا لیا جائے اور آگ کے سامنے سکھا لیا جائے تو وہ لیمپ کی حرارت سے نہیں ٹوٹے گا۔

تَنْظِيفُ الزُّجَاجَاتِ (القَنَانِي):
يُوْضَعُ فِيهَا قَلِيلٌ مِنَ المَاءِ وَشَيْءٌ مِنَ الرَّمَادِ أَوِ النُّشَارَةِ أَوْ قِطَعُ فَحْمٍ صَغِيرَةٍ أَوْ قُصَاصَةُ وَرَقِ الكِتَابَةِ وَتُخَضْخَضُ مِرَارًا ثُمَّ تُغْسَلُ بِالْمَاءِ وَالصَّابُونِ وَبِمَاءٍ بَسِيطٍ وَتُصَفَّى. أَمَّا إِذَا كَانَ بِهَا مَوَادٌّ

شیشوں (بوتلوں) کا صاف کرنا: ان میں تھوڑا سا پانی اور تھوڑی سی راکھ یا برادہ یا کوئلہ کے چھوٹے چھوٹے ریزے یا ورق کتابت کی کترن ڈال کر کئی بار کھنگالا اچھالا جائے۔ پھر پانی اور صابون یا صرف پانی سے دھوئے جائیں اور صاف کئے جائیں، لیکن اگر ان میں روغنی مواد لگا ہوگا۔ تو سوڈا یا پوٹاش کے

دُهْنِيَّةٌ اَوْ زَيْتِيَّةٌ فَتَغْسَلُ بِمَحْلُوْلِ الصُّوْدَا اَوِ الْبُوْتَاسِ۔

محلول سے دھوئے جائیں۔

(ف)ائدہ ثانیہ: اِذَا اَرَدْتَ تَنْظِيْفَ الزُّجَاجَاتِ الْفَارِغَةِ فَضَعْ فِيْهَا حُصًى صَغِيْرَةَ الْحَجْمِ وَ وَ قِطَعًا صَغِيْرَةً مِنَ الصَّابُوْنِ وَاُسْكُبْ عَلَى الْجَمِيْعِ مَاءً مَغْلِيًّا ثُمَّ رُجَّهَا مُدَّةَ دَقَائِقَ فَتَرٰى رَغْوَةَ الصَّابُوْنِ ثَقِيْلَةً جِدًّا وَهِيَ تُسَاعِدُ عَلَى التَّنْظِيْفِ الزُّجَاجَةِ۔

فائدہ دوم: جب تم خالی بوتلوں کو صاف کرنا چاہو تو ان میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے اور چھوٹے چھوٹے صابون کے ٹکڑے ڈالو اور سب پر ابلتا پانی ڈال دو، پھر انہیں کچھ منٹوں تک ہلاؤ تو تم صابون کی بہت گاڑھی جھاگ دیکھو گے اور وہ شیشے کی صفائی میں مدد دے رہی ہوگی۔

(ج)لسرین والفلین: يَحْدُثُ كَثِيْرًا اَنْ تَلْصَقَ الْفِلِّيْنَةُ فِيْ فُوْهَةِ زُجَاجَةِ الصَّمْغِ اَوِ الْمَوَادِّ اللَّزِجَةِ الْاُخْرٰى وَتَلَافِيًا لِذَالِكَ يَحْسُنُ دُهْنُ الْفِلِّيْنَةِ بِالْجِلِسْرِيْنِ فَعِنْدَئِذٍ لَا يُمْكِنُ اَنْ تَلْصَقَ بِالْفُوْهَةِ۔

گلیسرین اور کارک: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کارک گوند یا دیگر چپکنے والے مواد کی شیشی کے منہ میں چمٹ جاتا ہے، اس کے تدارک کے لئے کاگ کو گلیسرین میں مل دینا اچھا ہے۔ پھر اس وقت وہ بوتل کے منہ میں چپک نہیں سکے گا۔

(لح)ام الزُّجَاجِ: اَذِبْ قَلِيْلًا مِنَ الشَّبِّ الْاَبْيَضِ فِيْ مِلْعَقَةٍ مِنَ الْحَدِيْدِ ثُمَّ اَدْهِنْ بِالْمَذُوْبِ

شیشہ جوڑنا: تھوڑی سی سفید پھٹکڑی لوہے کے چمچے میں پگھلا لو۔ پھر اس کو شیشے کے ٹکڑوں پر مل دو اور

قِطَعَ الزُّجَاجِ وَ اَلْصِقْهَا مَعَ رَبْطِهَا وَ تَرْكِهَا مَرْبُوطَةً مُدَّةً فَتَلْصَقُ جَيِّدًا ۔

ان کو چپکا کر باندھ کر کچھ مدت بندھے رہنے دو تو اچھی طرح جڑ جائیں گے۔

لِحَامُ الزُّجَاجِ وَالفخار: اَفْضَلُ لِحَامٍ لِهٰذَا هُوَ مَزِيْجٌ مِنْ جِيرِبَارِيس و بياضُ البيض (او الشيلاك) فَبَعْدَ اَنْ تَجْبُرَ القِطَعَ المَكْسُورَةَ تَنْتَظِرُ قَلِيْلًا رَيْثَمَا اَنْ يَنْشِفَ اللِّحَامُ وَاِذَا بَقِيَ ثَمَّةَ شَيْءٌ مِنْهُ بَارِزًا عَلَى المَكَانِ المَجْبُورِ فَيُمْكِنُكَ اَنْ تُزِيْلَهُ بِوَرَقِ الصَّنْفَرَةِ فَيَبْدُوا الوِعَاءُ المَكْسُورُ كَاَنَّهُ جَدِيْدٌ ۔

شیشے اور چینی کا ٹانکا: بڑھیا ٹانکا اس کے لئے پیرس کے چونے اور انڈے کی سفیدی (یا شیلاک) کا آمیختہ ہے۔ پس بعد ازیں کہ تم ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑ لو۔ تو ٹانکے کے سوکھ جانے تک تھوڑا سا انتظار کرلو۔ اور اگر کچھ اس میں سے جوڑی ہوئی جگہ پر نکلا ہوا رہ جائے تو تم اسے پالش کے ورق سے زائل کر سکتے ہو۔ اب ٹوٹا ہوا برتن ایسا ہو جائے گا گویا کہ نیا ہے۔

لِحَامُ الزُّجَاجِ وَالنُّحَاسِ مَعًا: اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَلْحَمَ الزُّجَاجَ وَالنحاس معًا اِعْمَلِ المَزِيْجَ المُرَكَّبَ مِنَ المَوَادِّ الاٰتِيَةِ:-

شیشے اور تانبے کا آپس میں جوڑ: جب تم شیشے اور تانبے کو آپس میں جوڑنا چاہو تو حسب ذیل مواد سے مرکب آمیختہ بناؤ:-

جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنَ الصودا۔	سوڈا: ایک حصہ۔
۳ اجزاء مِنَ الشبه	پھٹکڑی: ۳ جز۔
۳ اجزاء مِنَ الجِيرِ۔	چونہ: ۳ جز۔

۳ اَجْزَاءٍ مِنَ الْمَاءِ۔
يُغْلَى الْمَزِيجُ اِلَى اَنْ يَتَخَشَّنَ ثُمَّ
تَتْرُكُهُ لِيَبْرُدَ فَيَكُوْنَ مِنْهُ
لِحَامٌ قَوِيٌّ جِدًّا يَصْلُحُ لِوَصْلِ
الزُّجَاجِ بِالنُّحَاسِ۔

پانی: تین حصے۔
یہ مرکب پکایا جائے، یہانتک کہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر اس کو سرد ہونے دیا جائے۔ اس سے بہت استوار ٹانکا بنجائیگا جو شیشے کو تانبے کے ساتھ پیوند کرنیکے کام آئے گا۔

الرَّسْمُ عَلَى الزُّجَاجِ: يُطْلَى
الزُّجَاجُ بِالشَّمْعِ الْمَذُوْبِ اَوِ
الدِّهَانِ (الْوَرْنِيشْ) حَتّٰى تَنْشَأَ
مِنْ ذَالِكَ طَبَقَةٌ فَوْقَ الزُّجَاجِ
ثُمَّ يُكْتَبُ عَلَى الزُّجَاجِ
بِقَلَمٍ مِنْ حَدِيْدٍ يَخْتَرِقُ
طَبَقَةَ الشَّمْعِ ثُمَّ تَجِيْءُ
بِمَعْجُوْنٍ مُرَكَّبٍ مِنْ حِمْضِ
الْكِبْرِيْتِ الْمُقَوّٰى وَكْلُوْرِ
الْجِيْرِ وَتَضَعُ مِنْهُ فَوْقَ
النَّقْشِ اَوِ الْكِتَابَةِ وَتُغَطِّيْهِ
بِغِطَاءٍ رَقِيْقٍ مِنَ الرَّصَاصِ
وَتَتْرُكُهُ بِضْعَ سَاعَاتٍ ثُمَّ
تَرْفَعُ الرَّصَاصَ فَتَرَى الرَّسْمَ
مَحْفُوْرًا۔

شیشے پر نقش و نگار کرنا: شیشے پر پگھلا ہوا موم یا وارنش مل دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس سے شیشے پر ایک تہ جم جائے۔ پھر شیشے پر لوہے کے قلم سے اس طرح لکھا جائے کہ قلم موم کی تہ کو پھاڑتا چلے۔ پھر گندھک کے تیز تیزاب اور کلورل آف لائم کا مرکب ملاؤ اور اس کو نقش یا نوشت پر ڈالو۔ اور اس کو سیسے کے پتلے ڈھکن سے ڈھانک دو اور چند ساعت چھوڑ رکھو۔ پھر سیسے کو اٹھا لو۔ نقش کھدے ہوئے دیکھ لوگے۔

الصّلوٰة

القرآن: مَامِنْ ذَرَّةٍ فِي الْكَوْنِ
اِلَّا وَهِيَ تُرَتِّلُ كُلَّ اَوَانَةٍ
اَنَاشِيْدَ عَظَمَةَ الْاِلٰهِيَّةِ وَ
الْحِكْمَةِ الْمُنْبَثَّةِ فِي كُلِّ
شَيْءٍ. وَالْمُسْلِمُ مُنْدَمِجٌ فِي
ذَرَّاتِ الْكَوْنِ، وَنَاطِقٌ مَعَهَا
بِتَسْبِيْحِ الرَّبِّ وَتَقْدِيْسِهٖ
"وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ"۵
(النحل)

القرآن: ساری کائنات میں کوئی ایسا ذ
نہیں جو ہر آن خداوندی عظمت
اور اس حکمت و دانش کے گیت نہ
ہو، جو ہر شئے میں پھیلی ہوئی ہے
اور مسلم بھی ذرات کائنات میں ش
اور ان کے ساتھ پروردگار کی ت
و تقدیس سے ناطق ہے: اور اللہ
کے حضور میں سجدہ ریز ہیں جو آسمانو
میں ہیں اور جو زمین ہیں اور سارے ج
اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کر
ہیں ۴۹ سورہ نحل۔

۲ــــــ وَالْمُسْلِمُ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ
كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ بِخُشُوْعٍ
وَاَدَبٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى
وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ
خٰشِعُوْنَ" (۱۲) (المؤمنون)

۲: اور مسلم ہر روز پانچ بار ادب
فروتنی کے ساتھ اپنے رب کے آ
راز و نیاز عرض کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ
نے فرمایا: اور وہ لوگ جو اپنی نماز
فروتنی کرتے ہیں۔ المومنون۔

الغزالی: وَاعْلَمْ اَنَّ تَخْلِيْصَ

الغزالی: اور معلوم ہونا چاہیئے کہ

الصَّلٰوۃِ عَنِ الْاٰفَاتِ وَاِخْلَاصِہَا لِوَجْہِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ وَاَدَاءِہَا بِالشُّرُوْطِ الْبَاطِنَۃِ = مِنَ الْخُشُوْعِ وَ التَّعْظِیْمِ وَالْحَیَاءِ، سَبَبٌ لِحُصُوْلِ اَنْوَارٍ فِی الْقَلْبِ، تَکُوْنُ تِلْکَ الْاَنْوَارُ مَفَاتِیْحَ عُلُوْمِ الْمُکَاشَفَۃِ ، فَاَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الْمُکَاشَفُوْنَ بِمَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَسْرَارِ الرُّبُوْبِیَّۃِ اِنَّمَا یُکَاشَفُوْنَ فِی الصَّلٰوۃِ ۔

ص ۱۵۲ جلد ۱ ۔ اِحیاء ۔

القرآن : لَلْمُسْلِمُ یَقِفُ بَیْنَ یَدَیْ رَبِّہٖ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ تَالِیًا کِتَابَہُ السَّمَاوِیَّ، مُشْعِرًا نَفْسَہٗ عَظَمَۃَ خَالِقِہٖ ، وَ مُنْکَمِشًا مِنْ ذَنْبٍ اَحْدَثَہٗ ، رَاجِیًا مِنْ رَبِّہٖ غُفْرَانَہٗ ، مُعَاھِدًا اِیَّاہُ عَلٰی تَرْکِ ھٰذَا الْاِثْمِ، اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ

کا آفات سے سالم، اللہ کی رضا کے لیئے خالص، اور اندرونی شرطوں کے ساتھ = جیسے فروتنی، بزرگ داری اور حیا کا ادا کرنا، دل میں حصول انوار کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ انوار علوم مکاشفہ کی کلیدیں بن جاتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ جن پر آسمانوں اور زمینوں کے روحانیات اور ربوبیت کے بھید آشکار کئے جاتے ہیں نماز ہی میں آشکار کئے جاتے ہیں احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۱۵۲۔

القرآن: مسلم ہر روز پانچ مرتبہ اپنے پروردگار کے حضور اپنی آسمانی کتاب تلاوت کرتا، اپنے نفس کو اپنے خالق کی عظمت کا شعور دلاتا، اور گناہ سے جس کا ارتکاب کیا ہے جھجکتا، اپنے رب کی مغفرت کی توقع رکھتا اور اس سے اس گناہ کے ترک کا معاہدہ کرتا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ (تلاوت کر جو تیری طرف کتاب میں سے وحی

اللّٰہِ ...
تَصْنَعُوْنَ ... ت۔
۲۔ ... اِلَی
الصَّلٰوۃِ ذِکْرَ خَالِقِہٖ وَحِکْمَتَہٗ
وَرَحْمَتَہٗ، فَالصَّلٰوۃُ تُذَکِّرُکَ
الرَّبَّ۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ لِعَبْدِہٖ
مُوْسَی النَّبِیِّ: "وَاَقِمِ
الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔
الغزالی: فَحَظُّ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْ
صَلَاتِہٖ بِقَدْرِ خَوْفِہٖ وَ
خُشُوْعِہٖ وَ تَعْظِیْمِہٖ، فَاِنَّ
مَوْقِعَ نَظَرِ اللّٰہِ الْقُلُوْبُ
دُوْنَ ظَاہِرِ الْحَرَکَاتِ، وَ
لِذٰلِکَ قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَۃِ:
یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی
مِثَالِ ہَیْئَتِہِمْ فِی الصَّلٰوۃِ۔
وَ لَقَدْ صَدَقَ، فَاِنَّہٗ یُحْشَرُ
کُلٌّ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ، وَ
یَمُوْتُ عَلٰی مَا عَاشَ عَلَیْہِ وَ

... س
... نماز بے ہودگی اور ناسزا کام
سے منع کرتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت
بڑی ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔
۲: جب کبھی مسلم نماز کو کھڑا ہوتا ہے۔
اپنے خالق کو اور اس کی حکمت و رحمت
کو یاد کرتا ہے، اور نماز تم کو خدا یاد دلاتی
ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے اپنے
بندے موسیٰ نبی کو کہا: اور قائم کر نماز
میری یاد کے لئے۔
ہر شخص اپنی نماز سے اتنا ہی بہرہ ور
ہوتا ہے جتنا اس کو خوف فروتنی اور تعظیم
حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی نظر کے
واقع ہونے کی جگہ دل ہیں، ظاہری حرکتیں
نہیں ہیں، اسی لئے بعض صحابہ رض نے
کہا ہے: کہ لوگوں کا حشر قیامت کے دن
اسی نمونہ پر ہوگا جو ہیئت ان کی نماز میں
ہوگی۔ اور یہ بھی سچ۔ اس لئے کہ
ہر شخص اسی حال پر اٹھے گا جس پر مرا
ہوگا۔ اور اسی حالت پر مرے گا جس
پر جیتا ہوگا اور اس میں

ذٰلِكَ حَالُ قَلْبِهٖ، لَا حَالُ شَخْصِهٖ، فَمِنْ صِفَاتِ الْقُلُوْبِ تُصَاغُ الصُّوَرُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَ لَا يَنْجُوْ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ [۲۶]

ج ۱ - اِحْيَاء -

اس کے دل ہی کے حال کی رعایت ہوگی شکل کے حال کی نہیں۔ اور دار آخرت میں صورتیں دلوں ہی کے صفات پر ڈھلینگی۔ اور وہی شخص نجات پائے گا جو اللہ کے پاس صحیح سالم دل لیکر آئے گا۔

النبیؐ: خَمْسُ صَلَوٰتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ مَنْ اَتٰى بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ لَمْ يَاْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ (رح د ن ج)

نبیؐ: پانچ نمازیں ہیں کہ ان کو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جو کوئی ان کو ادا کرے، کوئی چیز ان کی ان کے حق کو حقیر جان کر ضائع نہ کرے تو اس کا اللہ کے ہاں یہ عہد ہوگا کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو کوئی ان کو ادا نہ کرے تو اس کا اللہ کے ہاں کوئی عہد نہیں۔ اگر وہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے اسکو بخش دے (رح د ن ج)

۲: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: قُسِمَتِ الصَّلٰوةُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ، وَ لِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ، فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" قَالَ اللّٰهُ: حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ۔ فَاِذَا

۲: خدائے غالب و بزرگ نے فرمایا: نماز میرے بیچ اور میرے بندے کے بیچ آدھوں آدھ بٹ گئی ہے، اور میرے بندے کا مال ہے جو کچھ وہ مانگے۔ سو جب بندہ کہے: (سب ستائش اللہ کی ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے) اللہ کہتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ
اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
تَصْنَعُوْنَ (۴۵)) سورۃ العنکبوت۔

ہوا ہے، اور نماز قائم رکھ، اس لئے کہ نماز بدکاری اور ناسزا کام سے منع کرتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

۲: كُلَّمَا قَامَ الْمُسْلِمُ اِلَى
الصَّلٰوةِ ذَكَرَ خَالِقَهٗ وَحِكْمَتَهٗ
وَرَحْمَتَهٗ، فَالصَّلٰوةُ تُذَكِّرُكَ
الرَّبَّ۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ لِعَبْدِهٖ
مُوسَى النَّبِيِّ: "وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ۔

۲: جب کبھی مسلم نماز کو کھڑا ہوتا ہے۔ اپنے خالق کو اور اس کی حکمت و رحمت کو یاد کرتا ہے، اور نماز تم کو خدا یاد دلاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے موسیٰ نبی کو کہا: اور قائم کر نماز میری یاد کے لئے۔

الغزالی: فَحَظُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ
صَلَاتِهٖ بِقَدْرِ خَوْفِهٖ وَ
خُشُوْعِهٖ وَ تَعْظِيْمِهٖ، فَاِنَّ
مَوْقِعَ نَظَرِ اللّٰهِ الْقُلُوْبُ
دُوْنَ ظَاهِرِ الْحَرَكَاتِ، وَ
لِذٰلِكَ قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ:
يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى
مِثَالِ هَيْئَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ۔
وَلَقَدْ صَدَقَ، فَاِنَّهٗ يُحْشَرُ
كُلٌّ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ، وَ
يَمُوْتُ عَلٰى مَا عَاشَ عَلَيْهِ وَ

ہر شخص اپنی نماز سے اتنا ہی بہرہ ور ہوتا ہے جتنا اس کو خوف فروتنی اور تعظیم حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی نظر کے واقع ہونے کی جگہ دل ہیں، ظاہری حرکتیں نہیں ہیں، اسی لئے بعض صحابہ رض نے کہا ہے: کہ لوگوں کا حشر قیامت کے دن اسی نمونہ پر ہوگا جو ہیئت ان کی نماز میں ہوگی۔ اور ہے بھی سچ۔ اس لئے کہ ہر شخص اسی حال پر اٹھے گا جس پر مرا ہوگا۔ اور اسی حالت پر مرے گا جس پر جیسا ہوگا اور اس میں

يُرَاعىٰ فِي ذَالِكَ حَالُ قَلْبِهٖ، لَا حَالُ شَخْصِهٖ. فَمِنْ صِفَاتِ الْقُلُوْبِ تُصَاغُ الصُّوَرُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَ لَا يَنْجُوْ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[۱۲۶]

ج ۱ - إحياء -

اس کے دل ہی کے حال کی رعایت ہوگی کل کے حال کی نہیں۔ اور دار آخرت میں صورتیں دلوں ہی کے صفات پر ڈھلینگی۔ اور وہی شخص نجات پائے گا جو اللہ کے پاس صحیح سالم دل لیکر آئے گا۔

النبیؐ: خَمْسُ صَلَوٰتٍ كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلَى الْعِبَادِ مَنْ أَتَى بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهٗ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهٗ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ (ح د ن ج)

نبیؐ: پانچ نمازیں ہیں کہ ان کو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جو کوئی ان کو ادا کرے، کوئی چیز ان کی ان کے حق کو حقیر جان کر ضائع نہ کرے تو اس کا اللہ کے ہاں یہ عہد ہوگا کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو کوئی ان کو ادا نہ کرے تو اس کا اللہ کے ہاں کوئی عہد نہیں۔ اگر وہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے اسکو بخش لے (ح د ن ج)

۲: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: قُسِمَتِ الصَّلٰوةُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ، وَ لِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" قَالَ اللهُ: حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ. فَإِذَا

۲: خدائے غالب و بزرگ نے فرمایا: نماز میرے بیچ اور میرے بندے کے بیچ آدھوں آدھ بٹ گئی ہے، اور میرے بندے کا مال ہے جو کچھ وہ مانگے۔ سو جب بندہ کہے: (سب ستائش اللہ کی ہے، جو جہانوں کا پروردگار ہے) اللہ کہتا ہے:

قَالَ: "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" قَالَ اللّٰهُ: "اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِیْ". فَاِذَا قَالَ: "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" قَالَ: فَوَّضَ اِلَيَّ عَبْدِیْ. فَاِذَا قَالَ: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" قَالَ: هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔ فَاِذَا قَالَ: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ (م ح ن ت د)

۳: اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِیْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِیْ رَبَّهٗ۔

۴: اِنَّ الشَّيْطَانَ فِی الصَّلٰوةِ يَخْطُرُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ: اذكر كذا لما لم يكن يَذْكُرُ" ق

۵: مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

میرے بندے نے مجھ کو سراہا۔ پھر جب وہ کہے: (سب کا محسن اور مہربان ہے) اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب وہ کہے: (بادشاہی کیدن کا مالک ہے) اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میرے سپرد کر دیا۔ اور جب وہ کہے (تیری ہی ہم عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) تو فرماتا ہے (یہ میرے بیچ اور میرے بندے کے بیچ ہے اور میرے بندے کا ہے جو اسنے مانگا) اور جب وہ کہے: ہمیں سیدھا راستہ بتلا۔ راستہ انکا جن پر تونے انعام فرمایا، جن پر غضب نہیں ہوا اور نہ وہ گمراہ ہیں) تو فرماتا ہے یہ میرے بندے کا مال *

۳: بیشک تم میں سے کوئی جب اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے عرض راز و نیاز کرتا ہے۔

۴: بیشک شیطان نماز میں آدمی کے بیچ آکر وسوسہ انداز ہوتا ہے (کہتا ہے) ایسی ایسی باتیں یاد کر جو اسنے کبھی یاد نہ کی ہوں۔ ق

۵: جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے ان رکعتوں میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے، تو اس کے پہلے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

* م = مسلم، ح = احمد، ن = نسائی، ت = ترمذی، د = ابوداؤد

۶: قَالَ عَبْدُ اللهِ بن عَوف: اَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يُصَلِّيْ وَ فِي جَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ . ت

۶: عبداللہ بن عوف نے کہا: میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے جوف میں رونے کے سبب دیگ (کے جوش کی) جیسی گونج تھی۔

الغزالی: وَ اَمَّا الرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ فَيَنْبَغِيْ اَنْ تُجَدِّدَ عِنْدَهُمَا ذِكْرَ كِبْرِيَاءَ اللهِ سُبْحَانَهٗ.... ثُمَّ تَسْتَاْنِفُ لَهٗ ذُلًّا وَتَوَاضُعًا بِرُكُوْعِكَ، وَتَجْتَهِدُ فِيْ تَرْقِيْقِ قَلْبِكَ وَتَجْدِيْدِ خُشُوْعِكَ.... ثُمَّ تَهْوِيْ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُوَ اَعْلٰى دَرَجَاتِ الْاِسْتِكَانَةِ فَتُمَكِّنُ اَعَزَّ اَعْضَائِكَ ـــ وَهِيَ الْوَجْهُ ـــ مِنْ اَذَلِّ الْاَشْيَاءِ وَهُوَ التُّرَابُ وَاِذَا وَضَعْتَ نَفْسَكَ مَوْضِعَ الذُّلِّ فَاعْلَمْ اَنَّكَ وَضَعْتَهَا مَوْضِعَهَا وَرَدَدْتَ الْفَرْعَ اِلٰى اَصْلِهٖ فَاِنَّكَ مِنَ التُّرَابِ خُلِقْتَ وَاِلَيْهِ تَعُوْدُ۔ ص ۱۵۱-ج ۱- احیاء

الغزالی: اور رکوع و سجود کو لیجئے۔ تو چاہیئے کہ ان کے ادا کے وقت اللہ کی کبریائی کو یاد کیا کرے اور اپنے رکوع سے اس کے حضور ذلت و فروتنی کا اظہار کرے اور اپنے دل کو نرم اور خشوع کو تازہ کرنے کی کوشش کرے۔ پھر تو سجدے میں گر پڑے۔ اور یہ وہ ذلت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور اپنے عزیز تر عضو کو جو چہرہ ہے ذلیل ترشئے سے جو خاک ہے آلودہ کرے۔ اور جب تو نے اپنے نفس کو ذلت کی جگہ پر رکھ دیا تو جان لے کہ تو نے اس کو اس کے ٹھیک ٹھکانے پر رکھا ہے اور شاخ کو اسکی جڑ کی طرف پھیرا ہے اس لئے کہ تو خاک سے پیدا ہوا اور اسی کیطرف لوٹیگا۔

المحادثة

اِلٰهُنَا مُحَمَّدٌ وَ هُوَ مَعْبُوْدٌ فِي كُلِّ اٰنٍ الَّذِي نَزَّلَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا وَ هُوَ مَحْمُوْدٌ عَلٰى كُلِّ لِسَانٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

س: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ	س: سلام اور رحمت خدا کی تم پر۔
ج: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔	ج: اور تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت اور اسکی برکت۔
س: مِزَاجُكَ طَيِّبٌ ؟	س: آپ کا مزاج اچھا ہے ؟
ج: طَيِّبٌ طَيِّبٌ ۔	ج: اچھا ہے، اچھا ہے۔
س: كَيْفَ حَالُكَ. كَيْفَ بَالُكَ كَيْفَ خَالُكَ ؟	س: کیا کیفیت آپکی ہے اور کیسا ہے دل آپ کا کیسے ہیں ماموں آپکے ؟
ج: اَحْمَدُ اللهَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔	ج: شکر خدا کرتا ہوں ہر حال پر۔
س: كَيْفَ مِزَاجُكُمُ الشَّرِيْفُ يَا سَيِّدِيْ؟	س: اور آپ کا مزاج شریف کیسا ہے اے میرے صاحب
ج: مِزَاجُنَا طَيِّبٌ اَدْعُوْ لَكَ۔	ج: میں اچھا ہوں آپکے لیے دعا کرتا ہوں۔
س: هَلُمَّ اُصَافِحُكَ يَا سَيِّدِيْ!	س: اے صاحب آئیے ہاتھ بڑھائیے مصافحہ کروں آپسے
ج: يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَ لَكُمْ۔	ج: بخشے اللہ ہمیں اور تمہیں۔
س: لَا لَا لَا تَفْضَحْنِيْ وَ لَا تُقَبِّلْ يَدَيَّ فَاِنِّيْ لَسْتُ حَرِيًّا لِذٰلِكَ۔	س: نہیں نہیں مجھکو فضیحت نکرو اور نہ بوسہ دو میرے ہاتھ کو میں لائق اسکے نہیں ہوں۔
ج: كَيْفَ يَا سَيِّدِيْ تَقْبِيْلُ اَيْدِي الْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ مِنْ سِيْرَةِ الصّٰلِحِيْنَ	ج: آپ کیا فرماتے ہیں بوسہ دینا علما اور اولیا کے ہاتھ کا صالحین کی عادات سے ہے۔

س: سَیِّدِی اَنْتَ تَجِیْءُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ مَهْبِطِ النُّوْرِ وَ السَّکِیْنَةِ اُرِیْدُ اَنْ اُعَانِقَكَ وَ اَسْتَفِیْضَ مِنْكَ۔

س: اے صاحب آپ مدینہ سے تشریف لاتے ہیں کہ وہ مورد نور اور تسکین کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے گلے ملوں اور فیضیاب ہوں۔

ج: کَیْفَ لَا وَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ السَّنِیَّةِ

ج: ہاں بلاشک یہ سنت بلند اور روشن ہے۔

س: اَنْتَ مَلْجَئِیْ فِی الدَّارَیْنِ اَیْنَ اَجْلِسُكَ عَلَی الرَّأْسِ اَمْ عَلَی الْعَیْنَیْنِ۔

س: تم میرے جائے پناہ ہو دونوں جہان میں کہاں جگہ دوں آپکو سر پر یا دونوں آنکھوں پر۔

ج: لَا تَکَلَّفْ یَا غُلَامُ فَاِنَّ التَّکَلُّفَ حَرَامٌ۔

ج: اے صاحبزادے تکلف نہ کرو کہ تکلف حرام ہے۔

س: تَعَالْ هُنَا اِجْلِسْ۔

س: آپ یہاں تشریف رکھیں۔

ج: لَا اَنَا اَهْلُ الْعَرَبِ اَجْلِسُ حَیْثُ مَا یَنْتَهِی الْمَجْلِسُ۔

ج: نہیں میں اہلِ عرب سے ہوں۔ تمہاری مجلس کے اخیر میں بیٹھوں گا۔

س: لَا تَتَاَدَّبْ مِنِّیْ اِجْلِسْ کَمَا کُنْتَ جَالِسًا۔

س: تم مجھ سے ادب نکرو بیٹھو جیسے بیٹھے تھے۔

ج: کَیْفَ وَ الْاَدَبُ عِنْدَ الْعَرَبِ اَحَبُّ مِنَ الذَّهَبِ۔

ج: کیونکر حالانکہ اہل عرب ادب کو دوست زیادہ رکھتے ہیں زر سے۔

س: اَخِیْ عِنْدَ اَهْلِ الْهِنْدِ بَقِیَ الْاَدَبُ وَ الْکَرَمُ عَنْهُمْ ذَهَبَ۔

س: برادر من! ہندیوں میں ادب رہ گیا ہے اور سخاوت اُن سے اُٹھ گئی ہے۔

ج: نَعَمْ صَحِیْحٌ وَ کَلَامُكَ مَلِیْحٌ۔

ج: آپ کا کلام نمکین اور درست ہے۔

س: سَیِّدِیْ وَرَقُ التَّنْبُوْلِ حَاضِرٌ۔

س: یا حضرت پان حاضر ہیں۔

ج : هٰذَا لَيْسَ مِنْ عَادَتِي لِاَنَّهٗ لَا يُوجَدُ فِي بَرِّ الْعَرَبِ ۔

ج : یہ میری عادت سے نہیں ہے کیونکہ وہ دیارِ عرب میں نایاب ہے ۔

س : سَيِّدِي سَمِعْتُ اِنَّهٗ يُوجَدُ هُنَاكَ !

س : اے حضرت سنا ہے کہ پان وہاں ملتا ہے ۔

ج : نَعَمْ لٰكِنْ اَيْبَسُ يَذْهَبُوْنَ بِهٖ اَهْلُ الْهِنْدِ ۔

ج : ہاں دستیاب ہے لیکن خشک ہندی لے جاتے ہیں ۔

س : اَاَطْلُبُ الْبُورِيَ ؟

س : کیا حقہ منگاؤں ؟

ج : لَا لَا اِنِّي اَكْرَهُ التنباكَ وَ اَفِرُّ مِنْ نَتْنِهٖ عَلٰى فَرَاسِخَ ۔

ج : نہ نہ میں تمباکو کو مکروہ جانتا ہوں اور اسکی بُو سے کوسوں بھاگتا ہوں ۔

س : اَهُوَ حَرَامٌ ؟

س : کیا وہ حرام ہے ؟

ج : وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لٰكِنِّي لَا اُحِبُّ اَنْ اَكُلَ النَّارَ فِي بَطْنِي وَ اُخْرِجَ الدُّخَانَ مِنْ فِيَّ كَاَهْلِ النَّارِ ۔

ج : خدا دانا تر ہے مگر میں دوست نہیں رکھتا ہوں آگ کھانے کو اپنے شکم میں اور دھواں اپنے منہ سے نکالنے کو جیسا کہ عادت دوزخیوں کی ہے

س : هٰذِهٖ مُسْنَدَةٌ اِتَّكِ بِهَا وَ هٰذَا عِطْرُ الْعَنْبَرِ تُعَطِّرْ بِهٖ جِسْمَكَ وَ ثَوْبَكَ الْاَطْهَرَ ۔

س : یہ مسند ہے اس پر آپ تکیہ اور یہ عطر عنبر کا ہے ۔ اپنے بدن اور پاک کپڑوں میں لگائیے ۔

ج : طَيِّبٌ طَيِّبٌ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ الطِّيْبُ وَالْوِسَادَةُ وَ اللَّبَنُ ۔

ج : اچھا اچھا ! تین چیزیں نہیں ردکی جاتی ہیں : خوشبو اور تکیہ اور دودھ ۔

"ناصر الطلاب"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (بہ سلسلہ ماسبق)

اَلْقُرْاٰنُ الْحَكِيْمُ

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

(از جناب داعی الی الحق)

بیان حقائق کیلئے امثلہ کی ضرورت اور ایمان و کفر کی دو مختلف راہیں

آیۃ ۲ ۲ ۱ ۷ ۲

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَسْتَحْيِيْ	اَنْ يَّضْرِبَ	مَثَلًا	مَّا	
بے شک	اللہ	حجاب محسوس نہیں کرتا	کہ (توضیح مطالب کیلئے) بیان کرے	کوئی مثال	کسی	
بَعُوْضَةً	فَمَا فَوْقَهَا ط	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فَيَعْلَمُوْنَ	
مچھر کی	یا اس سے بھی حقیر چیز کی	سو جو	لوگ کہ	ایمان لائے	وہ جانتے ہیں (کہ)	
اَنَّهُ الْحَقُّ	مِنْ رَّبِّهِمْ ج	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ		
وہ مثال درست ہے (اور)	ان کے رب کی طرف سے	اور	جو	لوگ		
كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ	مَاذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا مَثَلًا م	
کافر ہوئے	وہ کہتے ہیں	کیا	مراد ہے	اللہ کی	اس حقیر مثال سے	
يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا ۙ	وَ	يَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا ط
گمراہ کرتا ہے	اس سے	اکثر لوگوں کو	اور	ہدایت دیتا ہے	اسی سے	بہتیروں کو
وَ	مَا	يُضِلُّ	بِهٖٓ	اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ ۙ	الَّذِيْنَ	
اور	نہیں	گمراہ کرتا	اس سے	مگر فاسقوں کو	(فاسق وہ ہیں) جو	
يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ اللّٰهِ	مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ص	وَ			
توڑ دیتے ہیں	اللہ کے عہد کو	استواری کے بعد	اور			

یَقْطَعُوْنَ	مَا	اَمَرَ اللّٰهُ	بِهٖ	اَنْ	يُّوْصَلَ
قطع کرتے ہیں (وہ تعلق)	جو	حکم کیا اللہ نے		کہ	جوڑا جائے
وَيُفْسِدُوْنَ		فِي الْاَرْضِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	
اور فساد کرتے ہیں		زمین میں	وہی لوگ ہیں	(کہ) وہ خسارے میں ہیں	

ترجمہ تحقیق اللہ (انسانوں کو سمجھانے کے لئے) اس بات سے نہیں شرماتا کہ (کسی حقیقت کو سمجھانے کے لئے کسی حقیر سے حقیر چیز کی) مثال بیان کرے خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی زیادہ کسی حقیر چیز کی (کلام الٰہی میں ایسی مثالیں اسلئے ہیں کہ) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہے ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن جن لوگوں نے انکار حق کی راہ اختیار کی ہے تو وہ (جہل اور سرکشی کی وجہ سے) کہتے ہیں۔ بھلا ایسی مثال بیان کرنے سے اللہ کا کیا ارادہ ہے ؟

اس (قانون حق) کی رو سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ ٹھیراتا ہے اور بہتوں کو ہدایت یافتہ۔ اور (قانون یہی ہے کہ) اللہ ان کے متعلق ہی گمراہ ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ جو بدکار ہیں۔

(فاسق وہ ہیں) جو اللہ کے (احکام کی اطاعت کے) عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن رشتوں کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کے قطع کر دینے میں بے باک ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے سرتا سر نامرادی و نقصان ہے۔

حل لغات

(۱۰۴) لَا یَسْتَحْیٖ: مضارع منفی بہ لا۔ اس کا مادہ حی ہے۔ جس سے حیاۃ بمعنی زندگی بھی ہے اور حیاء کے اصلی معنی ہیں بری باتوں سے رکنا۔ (اور ان کا ترک کرنا اور استحیاء کے معنی بھی یہی ہیں (راغب) اچھی باتوں سے رکنے کا نام حیا نہیں اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (حیاء ایمان سے ہے) اسی لئے کہ باحیا انسان بری باتوں سے رک جاتا ہے۔

(۱۰۵) اَنْ یَّضْرِبَ: اَنْ حروف ناصبہ میں سے ہے۔ یہ تعداد میں چار ہیں (اَنْ ۔ لَنْ ۔ کَیْ ۔ اِذَنْ) یَضْرِبَ کے معنی یہاں بیان کرنے کے ہیں۔ یہاں یہ (یَضْرِبَ) اپنے فاعل اور مفعول اور اس کے

متعلقات سے مل کر اَنْ مصدریہ کی وجہ سے تاویل مصدر میں ہو کر مفعول ہوا۔

(۱۰۶) مَا بَعُوْضَۃ (مَا نکرہ موصوفہ اور بَعُوضَۃ اس کی صفت ہے) اصل میں بُعُوْضٌ بروزن فعول صیغہ صفت ہے۔ بعد کو اسمیت غالب ہوگئی اور تائے وحدت زیادہ کر کے بُعُوْضَۃ کہنے لگے یہ بَعْض (بمعنی قطعہ) سے مشتق ہے اسکو بعوضہ اسلئے کہا کہ کاٹتا ہے یا بعض (بمعنی جزیا حصہ) سے مشتق ہے اور دوسرے حیوانات کے مقابلے میں جسم کے چھوٹا ہونیکی وجہ سے اسے بُعُوْضَۃ کہا جاتا ہے (راغب)

عربی زبان میں غایت درجہ کی کمزور چیز کی مثال مچھر سے دی جاتی ہے اور یوں کہتے ہیں:۔

اَضْعَفُ مِنْ بَعُوْضَۃٍ (یعنی مچھر سے بھی زیادہ کمزور)

—— فَوْق :۔ کمی میں فوق یا زیادتی میں فوق۔

(۱۰۷) اَمَّا :۔ وہ حرف ہے جو کسی امر مجمل کی تفصیل کیلئے آتا ہے اور اس میں شرطیہ کے معنی بھی ہیں۔ اسلئے اس کے جواب میں فاء آتی ہے۔ اور اس کے بعد جو اسم آتا ہے اسکو مبتدا اور جس پر فاء داخل ہوتی ہے اسکو خبر کہتے ہیں پس اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مبتدا اور فَیَعْلَمُوْنَ اس کی خبر اور اسی طرح وَ اَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

—— یَعْلَمُوْن :۔ مضارع جمع غائب (عَلِمَ یَعْلَمُ) مَا ذَا (مَا استفہامیہ ذَا بمعنی اَلَّذِی

(۱۰۸) یُضِلُّ (اَضَلَّ یُضِلُّ) اِضْلَال مصدر اور یہ دو طرح پر ہے ایک(۱) یہ کہ اضلال نتیجہ ہو گمراہ ہو جانے کا۔ مثلاً اگر کسی کا اونٹ گم ہو جائے تو وہ کہے گا اَضْلَلْتُ الْبَعِیْرَ یعنی میرا اونٹ گمراہ ہوگیا (میں نے اونٹ گم کر دیا) دوسرے حکم علے الماخذ کے لئے یعنی کسی پر گمراہ ہونے کا حکم لگایا جائے۔ جیسے اس شعر میں ہے ؎

فَمَا زَالَ شُرْبِی الرَّاحَ حَتّٰی ٭ اَضَلَّنِیْ صَدِیْقِیْ وَسَاءَنِیْ بَعْدَ ذَالِكَ

(میں شراب پیتا رہا یہاں تک کہ میرے دوست نے مجھے گمراہ کر دیا) لفظ اَضَلَّ استعمال کیا ہے مگر مراد یہ نہیں کہ گمراہ کر دیا بلکہ گمراہ کہا۔ (راغب)

تیسرے یا اضلال کا نتیجہ گمراہی ہو یعنی ایک شخص دوسرے کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا

سے یہانتک کہ وہ گمراہ ہو جائے۔ مثلاً باطل کو نہایت اچھے طریق پر پیش کرے اور اپنے زور استدلال سے اسے منوالئے۔

اضلال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف

قرآن عزیز میں جہاں بھی اضلال کا لفظ اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا۔ وہاں اس سے مراد حکم علی الماخذ یا وجدان علی الماخذ ہوگا یعنی یا تو ان کو گمراہی میں پاکر ان کی ہٹ دھرمی اور ضد کے پیش نظر گمراہی کا حکم لگا دیتا ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک چور چوری از خود کرتا ہے لیکن جرم کے ثابت ہو جانیکے بعد جج از روئے قانون اس کے چور ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جج نے چوری کرائی یہاں یہی مطلب ہے بِہٖ کا یعنی از روئے قانونِ قرآن عزیز۔

یا گمراہی کی حالت میں پاکر ان کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ مہلت ہوتی ہے اصلاح حال کیلئے جو خدا کی مہربانی ہے

لغت حدیث میں بھی اَضْلَلْتُہٗ کے معنے اس طرح پر بھی آتے ہیں جیسے اَحْمَدْتُہٗ (میں نے اسے محمود پایا) اَبْخَلْتُہٗ (میں نے اسے بخیل پایا) چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ صلعم اَتٰی قَوْمًا فَاَضَلَّھُمْ (نبی کریم صلعم ایک قوم کے پاس آئے اور ان کو گمراہ پایا) یہ مطلب نہیں کہ گمراہ کر دیا۔ (ابن اثیر)

(۱۰۹) اَلْفٰسِقِیْن: (فَاسِق واحد) فسق کے لفظی معنے ہیں (خَرَجَ۔ نکلنا) جیسے کہا جاتا ہے: فسقت الرطبة عن قشرها (چھوہارا اپنے پوست سے باہر ہو گیا) عُرف شرع میں فسق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج ہونے کو کہتے ہیں اور اس کے تین درجے ہیں:-

(۱) تغابی۔ گناہ کو برا سمجھنا۔ مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس کا مرتکب ہو جانا۔

(۲) انہماک۔ گناہ کرنے کی عادت کر لینا اور کچھ پروا نہ کرنا۔

(۳) جحود۔ گناہ کو اچھا سمجھ کر عمل میں لانا۔

یہ لفظ قرآن عزیز میں تین معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) کافر۔ امثلہ:۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا۔ (السجدۃ ۳۲: ۱۹) کیا مومن کافر کی مانند ہو سکتا ہے۔

(ب) وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ۔ (السجدۃ ۳۲: ۲۰) جو کافر ہیں انکا ٹھکانا جہنم ہے

(۲) بدکار۔ امثلہ:۔ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ (البقرۃ ۲: ۱۹۸) ترجمہ پس بے حیائی کی بات نہ بدکاری اور نہ لڑائی حج میں ہو۔

(ب) وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ (البقرۃ ۲: ۸۳) اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہارے لئے بدکاری ہوگی۔

(۳) خلافت اسلامی کے صالح اور نگرانِ قانون حق ہوتے ہوئے اسکا انکار کرنیوالے باغی۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (النور ۲۴: ۵۶) اور (استحکام خلافت) کے بعد جو اطاعت سے انکار کرینگے وہ فاسق ہوں گے۔

لسان العرب میں ہے اَلْفُسُوْقُ اَلْخُرُوْجُ عَنِ الدِّيْنِ۔ (فسوق دین سے خروج کرنے کا نام ہے)۔ اَلْعِصْيَانُ وَ التَّرْكُ لِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْخُرُوْجُ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ۔ (فسق نافرمانی اور خدا تعالےٰ کے حکم ترک کرنے اور سچے راستے سے خروج کرنے کا نام ہے)

فُوَيْسِقَه چوہے کو کہتے ہیں کہ وہ ضرر پہنچانے کیلئے خروج کرتا ہے۔ (لسان العرب)

—— يَنْقُضُوْنَ:۔ مضارع جمع غائب (نَقَضَ۔ يَنْقُضُ)

—— يَقْطَعُوْنَ:۔ مضارع جمع غائب (قَطَعَ۔ يَقْطَعُ)

—— يُفْسِدُوْنَ: مضارع جمع غائب (فَسَدَ۔ يُفْسِدُ)

(۱۱۰) عَهْدَ اللّٰهِ:۔ عہد لغت میں (۱) وہ اقرار ہے جس کی حفاظت کرنی ضروری ہے یا (۲) وہ چیز جس کی حفاظت و رعایت کی جاتی ہے جیسا کہ (۱) وصیت (ب) قسم عرب (۳) گھر کو بھی عہد کہہ دیتے ہیں کہ انسان ہر جگہ سے لوٹ کر وہیں آجاتا ہے اور اس کا خیال رکھتا ہے (۴) تاریخ کو بھی کہتے کہ اس کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔

عہداللہ کبھی[۱] یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ایک بات ہماری فطرت اور عقل میں ودیعت کردی ہے کبھی[۲] یہ کہ کتاب وسنت میں ایک بات کا حکم موجود ہے۔ اور کبھی[۳] وہ بات بھی مراد ہوتی ہے جو انسان خود اپنے اوپر واجب کرلے جسے عرف عام میں نذر کہا جاتا ہے۔

۱۱۱ مِيْثَاق: بمعنی توثیق جس طرح میعاد بمعنی وعد اور میلاد بمعنی ولادۃ۔ اصل میں مِوْثَاق تھا واؤ ساکن ما قبل مکسور ی ہوگیا) مِيْثَاقِهٖ میں ضمیر عہد کی طرف بھی جاسکتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف بھی اور اللہ کا عہد کو مضبوط کرنا یا تو یہ ہے کہ وہ عہد خود مضبوط ہوتا ہے جیسے عقل وفطرت کی شہادت کہ وہ نہایت مضبوط شہادت ہے اور یا جب رسولوں کی ذریعہ سے کوئی حکم دیا جاتا ہے تو اسکو بذریعہ نشانات و دلائل کے مضبوط کیا جاتا ہے اور میثاق عہد سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک شخص اس عہد کو قبول کرکے پھر اسے توڑتا ہے جیسے منافق ہوگیا۔

(۱۱۲) خَاسِرُوْنَ: (واحد خَاسِرٌ) خُسر اور خُسران راس المال کے گھاٹے کا نام ہے۔ اور اسکا اکثر استعمال مال وجاہ کے نقصان پر ہوتا ہے۔ مگر قرآن عزیز میں عموماً عقل۔ ایمان اور ثواب کے نقصان پر بولا گیا ہے+ (راغب)

تشریح:

اس رکوع کی ابتدا میں اللہ تعالےٰ کی توحید وعظمت کا ذکر ہے اور اس کی تائید میں قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا اثبات تاکہ صداقت رسالت کیلئے دلیل قائم کی جائے۔ اب آخیر میں پھر اسی مضمون کو دوسرے پیرایہ میں دہرایا ہے۔ قرآن عزیز میں معبودان باطل کی مثالیں کہیں مکڑی سے (العنکبوت ۲۹: ۴۱) اور کہیں مکھی (الحج ۲۲: ۷۳) سے دیں۔ کفار چڑ گئے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے یوں نکالے کہ امثلہ کا بیان ہی لغو ہے۔

قرآن عزیز نے اس کا جواب دیا اور یہ بھی بتادیا کہ عام فہم مثالوں سے مومنوں کے ایمان پختہ ہوتے ہیں اور پوشیدہ عداوت والوں کا کینہ ظاہر ہوجاتا ہے وہ لوگ اپنی ایمانی طبعی[۱] اور عقلی[۲] قوتیں بیکار کرچکے ہیں اسلئے ان پر "فسق" کا حکم لگادیا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ پہلے جنت کا بیان ہوا اور وہ بھی ایک مثال تھی ان حقیقی نعمتوں کی جن کا علم صرف خدائے قدوس کو ہے لہذا یہاں امثلہ بیان کرنے کی ضرورت کی توضیح کر دی۔

اضلال بدی کا نتیجہ ہے

امثال کی ضرورت کے بعد یہ بھی بیان کیا کہ بدکاروں کی نیت خراب ہے وہ قانون حق کی اتباع چھوڑ کر بدی کی راہ اختیار کرتے ہیں اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اور جن حقوق کے ادا کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو ادا نہیں کرتے قطع رحمی ان کا شیوہ ہے یہی نہیں بلکہ ان حدود سے تجاوز کر کے وہ عملاً زمین میں فساد بھی پھیلاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا نہ کرنے کا آخری نتیجہ فساد فی الارض ہے اور ان کے ان ہی اعمال قبیحہ کا ثمر اضلال ہے۔

نقض عہد اور اس کا نتیجہ

اللہ کے عہد کو توڑنے کا تعلق انسان کی ذات سے ہے قطع امر اللہ کا تعلق سوسائٹی کے ساتھ اور فساد قطع کے بعد دوسروں کو دکھ دینے کا نام ہے ان تمام افعال کا نتیجہ خسارہ ہے دنیوی رنگ میں جو شخص اپنے عہد کو توڑتا ہے لوگ اس پر اعتبار نہیں کرتے۔ اسلئے وہ نقصان اٹھاتا ہے اسی طرح سوسائٹی سے اگر اسے تعلق ہوگا تو جماعتی فوائد حاصل کرلے گا اور جب جماعت سے الگ رہے گا تو بھی اسے خسارہ ہوگا اور جب قطع تعلق کے بعد لوگوں کو دکھ دے گا تو واجب القتل اور واجب الحبس قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح دینی اور روحانی امور میں ذات۔ جماعت اور فساد فی الارض کے متعلق احکام ہیں اور قرآن عزیز میں اس محرومی کو اضلال کے نام سے ذکر کیا ہے اور اس کا آخری نتیجہ بہر حال خسران ہے

عدم سے ہستی دلیل الوہیت ہے
شرف انسانیت اور کائنات کا سامان انتفاع ہونا

كَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	بِ	اللّٰهِ	وَكُنْتُمْ	اَمْوَاتًا
کیسے	تم کفر کرسکتے ہو	ساتھ	اللہ کے	جبکہ کیفیت یہ ہے کہ تم	معدوم تھے

فَاَحْيَاكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	اِلَيْهِ
تو اسنے تمہیں زندہ کیا	پھر وہ تم پر موت طاری کردیگا	پھر تمہیں زندگی عطا کرے گا	بالآخر	اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ۲۸	هُوَ	اَلَّذِیْ	خَلَقَ	لَكُمْ	مَا	فِی
تم رجوع کروگے	وہی ہے	جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	جو کچھ	میں

الْاَرْضِ	جَمِيْعًا ق	ثُمَّ	اسْتَوٰٓى	اِلَى السَّمَآءِ	فَسَوّٰهُنَّ
زمین	سب کا سب	پھر	متوجہ ہوا	آسمان کی طرف	پس درست کیا ان

سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ ط	وَ	هُوَ	بِكُلِّ	شَیْءٍ	عَلِيْمٌ ۲۹
سات	آسمانوں کو	اور	وہ	سب	چیزوں کا	علم رکھنے والا ہے

ترجمہ تم اللہ کا کیسے انکار کرسکتے ہو۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ تمہارا وجود نہ تھا۔ اسنے زندگی بخشی۔ پھر وہی موت طاری کریگا اور پھر (موت کے بعد) دوبارہ زندگی بخشے گا اور بالآخر تم سب کو اسی کے حضور لوٹنا ہے۔ اسی (پروردگار) نے تمہارے (فائدہ) کے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں (تاکہ تم جس طرح چاہو ان سے کام لو) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان درست کردیئے (ہموار بنا ڈالے) جن سے تم بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو) اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

حل لغات

—— كَيْفَ :۔ کس طرح۔

—— تَكْفُرُوْنَ : کفر بالشیٔ کے دو معنے ہیں (۱) ایک یہ کہ کسی شئے کے وجود سے انکار کردینا (۲) دوم اس کے احکام یا اسکی طاقتوں کا انکار کردینا۔ قرآن عزیز نے وضاحت کی ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کو مان لیتے تھے۔ لیکن اس کی صفات اور اس کے نازل کئے ہوئے کلام کا انکار کردیتے تھے۔

(۱۱۴) اَمْوَاتًا :۔ میت کی جمع (بیجان چیز) انسان پہلے نطفہ کی حالت میں تھا اور اس سے پہلے عناصر کی صورت میں جو بیجان ہیں (اَلْمَوْتُ ضِدُّ الْحَيَاتِ۔ تاج العروس جلد ۱)

—— فَاَحْيَاكُمْ : بمعنی عدم سے وجود میں لایا۔

۱۱۴ اِسْتَوٰى اِلٰى :- اِستویٰ جب دو فاعل رکھتا ہو تو مساوی ہونیکے معنوں میں آتا ہے جیسے لَا يَسْتَوٗنَ - جب ایک ہی فاعل ہو تو ایک چیز کے اپنی ذات میں اعتدلال کی حالت میں ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى - (النجم ۶) (زور آور پھر حالت اعتدال پر) اور جب اس کا صلہ الیٰ ہو جیسے یہاں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف پہنچنا - اپنی ذات سے ہو یا تدبیر سے - (راغب)

استویٰ کے معنے قصد کرنے کے بھی آتے ہیں - جب کوئی شخص کسی چیز کا مصمم ارادہ کرلے اور ادھر ادھر نہ ہٹے تو کہتے ہیں اِسْتَوٰى اِلَيْهِ كَالسَّهْمِ الْمُرْسَلِ (وہ سیدھے تیر کی طرح متوجہ ہوا اور استواء کی اصل طلب مساوات ہے - سیدھی چیز کو مستوی اسلئے کہتے ہیں کہ اس کے اجزاء باہم مساوی یعنی برابر ہوتے ہیں - (حقانی)

۱۱۵ اَلسَّمَآءُ :- کا ہمزہ واؤ سے بدل گیا - اصل میں واؤ تھا اور جو واؤ کہ الف کے بعد زائد ہوتا ہے عرب اسکو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں - لغت میں سَمَآءُ كُلِّ شَيْءٍ اَعْلَاهُ - ہر چیز کے اوپر کا حصہ سماء ہے اور ہر چیز اپنے سے اوپر والی چیز کے لحاظ سے ارض ہے اور اپنے سے نیچے والی چیز کے لحاظ سے سماء ہے - (راغب)

۱۱۶ سَبْعَ (سات) عرب لوگ سات، ستر اور سات سو کے اعداد کو کثرت کے موقع پر استعمال کرتے ہیں (لسان العرب) ابن اثیرؒ نے یہ مثالیں بھی دی ہیں: كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ - گویا سات خوشوں سے مراد بہت سے خوشے ہیں - اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (التوبہ ۹: ۸۰) ستر سے مراد کئی دفعہ ہے - یہاں مراد ہے سات بلندیاں بلندیوں کی تعیین قرآن عزیز نہیں کرتا - اسلئے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی بلندیوں کو مراد لیا جاسکتا ہے

۱۱۷ سَوّٰىهُنَّ :- تَسْوِيَه کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹھیک بنانا - یا حالت اعتدال پر یا حکمت کے بموجب بنانا -

مثال: خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ (... ۷)

عَلِيْمٌ:۔ علم کے معنی ہیں کسی چیز کا اس کی حقیقت کے ساتھ پا لینا (راغب)۔ عَالِم۔ عَلِيْم عَلَّام۔ اللہ تعالےٰ کے صفاتی نام ہیں اللہ تعالےٰ کا علم تمام اشیاء پر حاوی ہے جو پہلے تھیں جو ہیں اور جو ہوں گی اور ہر چیز کی تمام حالتیں ظاہر باطن وغیرہ۔ (تاج العروس)

تشریح:

مسئلہ توحید: صداقت رسالت اور مسئلہ معاد کو سمجھانے کے بعد نئے اسلوب میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلیل بیان فرمائی۔

معاندین حق کو خدا کا منکر قرار دینے کر ان سے یوں خطاب کیا (كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ۔ تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو؟) اسکے بعد بطور جملہ حالیہ ان کے اطمینان قلبی کے لئے یہ دلیل دی کہ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔ تم معدوم تھے) اس مقدمہ میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ ایک جاہل، ایک عالم و فلسفی سب جانتے اور مانتے ہیں کہ ہر شخص اپنی عمر کی ابتدا سے قبل معدوم تھا۔ فَاَحْيَاكُمْ پھر اس نے زندہ کیا، پھر عدم سے وجود میں آیا۔ کوئی ایسی قوت ضرور ہے جس کو ہمارے عدم اور وجود کا اختیار ہے۔ ہر حادث کے لئے کوئی محدث ضروری ہے۔ اگر آریوں کی طرح محض یہ مانا جائے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال ہوتا ہے اور نیستی سے ہستی کوئی نہیں تو الوہیت پر دلیل پیدا نہ ہوتی۔ پھر قادر مطلق ہمارے مشاہدے کے مطابق ہر چیز کو معدوم کر دیتا ہے اور معدوم سے موجود اور پھر موجود سے معدوم کا سلسلہ قائم ہے۔ کیا وہ قادر مطلق اس عدم کے بعد دوبارہ زندگی عطا نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے اور کرے گا اس زندگی کا مقصد کیا ہوگا۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ تاکہ تم اسکی بارگاہ کبریائی میں حاضر کئے جاؤ اور اپنی اس حیات دنیوی کا نیک و بد بدلہ پاؤ اس برہان قاطع میں غور کرنیکے لئے کسی منکر کیلئے جائے انکار باقی نہیں۔

ابتدا میں بیان فرمایا تھا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ انسان کے فائدے کیلئے ہے اس آخری آیت میں ترتیب مضمون کے لحاظ سے بنانے والے کی عظمت اور اس ذات کے مقام بلند کی طرف اشارہ کیا جسکے فائدے کیلئے یہ چیزیں بنائیں۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے اور خاتمہ کمال علم الٰہی پر کیا اسلئے قدرت کاملہ اور علم کامل ہی وہ دو صفات باری تعالےٰ ہیں جن پر ایمان لانے سے انسان ہر گناہ سے بچ سکتا ہے۔ کامل علم رکھنے والی ہستی اور جزا سزا پر قدرت رکھنے والی ذات کا احساس انسان کو ہر حال میں گناہ سے باز رکھتا ہے۔

ترتیب و ربط:۔ آیات ۲۲۔ ۲۳ میں بتایا کہ احکام خدا کے انکار کی سزا سخت ہے اور راہ نفاق بھی خطرناک ہے تو خیر و برکت اسی میں ہے کہ تعلیمات قرآن عزیز پر چلو۔ آیت نمبر ۲۴ میں تعلیم قرآن عزیز کے حق ہونے کی دلیل دی جسطرح خدا کے کام بے نظیر ہیں اسی طرح یہ کلام بھی بے مثل ہے اور تم تمام لوگ اپنی مجموعی قوت اور معبودان باطل کی اعانت کے باوجود اسکی نظیر نہیں لا سکتے۔
آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا کہ جس طرح فرمان شاہی کے منکر سزا کے مستحق ہوتے ہیں اسی طرح احکم الحاکمین کے اس کلام بے نظیر کا انکار کرنے والے بھی سزا سے نہیں بچ سکتے۔
نمبر ۲۶ میں بتایا کہ جسطرح دنیوی سلطنتوں کے فرمانبردار انعام پاتے ہیں اسی طرح اس شہنشاہ ارض وسما کے فرمانبردار بھی انعام پائینگے نمبر ۲ میں ایسے انعامات کی تفصیلات نہ بتانے کی حکمت کو واضح کیا اور پھر بتایا کہ انبیاء پر سختی سے حملہ کرنیوالے اور گستاخی سے پیش آنے والے وہی ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ نمبر ۲۸، ۲۹ میں دو مشہور اعتراضوں کا جواب دیا اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ اور علم کامل کی شہادت کو پیش کرکے رکوع کو ختم کیا +

خدمت مساجد اور اسکا عوضانہ

(از حضرت سید محمود علی صاحب (پروفیسر (ریٹائرڈ) رندھیر کالج کپورتھلہ))

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ۔

حال میں یا شاید کچھ دنوں پہلے ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ میں نے وہ مضمون نہیں دیکھا۔ اس کی خبر ایک صاحب سے سنی جو میرے ایک مہربان کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لائے اور پھر دوبارہ ایک در بزرگوار کے معیت میں انہیں میرے مکان پر تشریف لانے کا اتفاق ہوا۔ وہ صاحب بہت باخبر اور فہمیدہ ہیں۔ شاید ڈاکٹر ہیں اور اب پنشن پاتے ہیں۔ انکا جتنا وقت گرامی میرے پاس صرف ہوا اسے دونوں بار آپ نے اس مضمون کے تعریف اور تائید پر وقف رکھا اور اس کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ مساجد کی خدمت اور جمعہ جماعت کا اہتمام کرنیوالوں کو مسجد کا سب کام بلا اجرت کرنا چاہیئے اور اگر وہ نقد اور جنس کسی قسم کی اجرت وصول کریں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ فقہ حنفیہ کا یہ مسئلہ میں نے پہلے بھی دیکھا اور سنا ہوا تھا اور سرسری طور پر مجھے بھی یہی یقین تھا۔ صرف اتنا اور معلوم ہوا تھا کہ فقہائے بعد نے اسمیں مصلحت وقت دیکھ کر کچھ ترمیم بھی کی ہے۔ میں فقہ حنفیہ کو مانتا ہوں اور دل میں تمنا رکھتا ہوں کہ تمام احکام فقہیہ کا حرف بحرف اتباع کروں۔ میں نے اپنے مہربان سے اپنے پرانے خیال کی تائید سنی اور نیز یہ خیال دوڑایا کہ آج کل مساجد کا اہتمام محض بوجہ اللہ کرنیولے نہیں ملتے ہیں۔ اور اگر اب پرانے خیال پر زور دیا گیا اور تمام مسلمانوں سے منوالیا گیا تو اپنی چیز کو بچانا کسے برا لگتا ہے مسجدوں کی طرف سے سب بے پروا ہو جائینگے اور خادمان مسجد کو کچھ نہ دینگے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام مسجدیں ویران ہو جائینگی اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اپنی بستی میں جس محلہ میں نماز کا چرچا نہیں ہے اور کاروباری یا جنٹلمین آباد ہیں ایسے محلوں کی مسجدیں ملا سے خالی ہیں۔ ایسا سب جگہ ہوا تو مسلمان آبادی میں دیہاتی ہو یا شہری اللہ اکبر کی آواز بھی نہ سنی جائے گی۔ یہانتک تو میرا خیال دوڑا۔ لیکن اصل مسئلہ کی صداقت یا غلطی میں غور کرنے کی طرف میں متوجہ نہ ہو سکا۔ جلدی اور جو کھلاہٹ میں جو جواب میں دے سکا وہ یہ تھا کہ حضرت اگر اس حکم پر عمل کرنا ہے اور مساجد کو آباد بھی

رکھنا ہے تو ذرا ہمت سے کام لیجئے اور پہلے خود کسی مسجد کی خدمت سنبھالئے۔ آپ بفضل خدا ذی استطاعت ہیں مصارف ذاتی سے فارغ البال ہیں اجرت لینے کی آپ کو ضرورت نہیں اور آپ کو مصروفیت بھی کوئی نہیں ایک مسجد میں یہ مثال قائم کیجئے اور پھر اپنے جیسے فارغ البال دوستوں کو اپنی مثال پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیجئے۔ جو پنشنخوار یا خوشحال مسلمان ہیں اگر وہ قرأت قرآن میں یا مسائل نماز میں ماہر نہ ہوں تو اپنا بیکار وقت اس متبرک شغل میں صرف کریں اور ضرورت کے مطابق معلومات حاصل کرنیکے بعد کسی کسی مسجد کو سنبھالتے جائیں اور اپنے حبیبوں کو ترغیب دیتے رہیں۔ شدہ شدہ تمام مساجد کے آباد رہنے کی اور احکام فقہیہ پر عمل پیرا ہونے کی صورت نکل آئے گی۔ میری اس گزارش پر جیسا کہ مجھے گمان تھا آپ نے توجہ نہ دی کیونکہ اوروں کو ایک فریضہ کی طرف راغب کرنا آسان ہے اور جب کہنے والے کو خود اس کے اپنے فرض پر توجہ دلائی جائے تو اس وقت قدر عافیت معلوم ہوتی ہے اور آدمی آسانی سے اپنی عادت کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ میری اس گزارش پر آپ نے غور نہ کیا اور صرف یہ فرمایا کہ ہم جس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اسکے امام کا بیٹا درزی کا کام کرنے لگا ہے۔ ہم اسے آمادہ کرنے میں مصروف ہیں کہ اب تم مسجد کی آمد سے پرہیز کرو اور جو رزق بیٹے کی وساطت سے ملنے لگا ہے اسے کافی سمجھو چنانچہ وہ کچھ کچھ آمادہ بھی ہے۔ امید ہے کچھ دنوں میں ایک مسجد احکام فقہیہ کے مطابق پاک ہو جائے گی۔ ممکن ہے یہی تحریک وہ اور مساجد کی رہائی اور پاکیزگی کا باعث بنے۔ یہ گفتگو ہوتی رہی میرا اور ان کا اتفاق نہ ہو سکا اور ردو بدل مجلس ختم ہو گئی۔ میری عادت ہے کہ تازہ اعتراض کا فی البدیہ جواب نہیں دے سکتا ہوں۔ جو بات دل میں کھٹکتی ہے اس پر غور کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ بعد میں مجھے خیال آیا کہ ہاں ابتدائے اسلام میں یونہی ہوتا رہا ہے کہ جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصائح مقدسہ اہل عرب کے ایسے قلوب مصفا میں جو ایمان لے آئے تھے گھر لیتی تھیں زبان ان کی اپنی تھی اس کا تلاوت کرنا دشوار نہ تھا مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ میں ایک مسجد قبا تھی جس میں ادھر کے رہنے والے جمع ہو جاتے تھے ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھ کر نماز پڑھا دیتا ہوگا۔ کبھی کبھی حضرت معاذ بن جبل وہاں تشریف لاتے تھے۔ آپ کو قرآن بہت یاد تھا آپ امام بن جاتے تھے یہ دیکھ کر کہ اس سب سے مقدس وقت میں خدمت مسجد کیلئے کچھ لینے اور صرف

کرنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ اسوقت کو خود جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ فرمایا ہے یعنی سب سے بہتر مسلمانوں کی نسل میرے زمانے کے مسلمان ہیں اور اس نسل کے بعد جناب رسول علیہ السلام نے اور بھی دو نسلوں کا ذکر فرمایا ہے کہ پہلی نسل سے برکت میں کم ہونگے مگر پھر بھی دین کی برکات ان میں کچھ کچھ نمایاں رہینگی اور ہمارے ائمہ فقہا انہی دو بعد والی نسلوں میں یا انکے کچھ قریب پیدا ہوئے ہیں ان پاکیزہ اور کی للّٰہیت بھی ہمارے وہم وخیال سے برتر ہے اسوقت بھی سب نہیں تو ہر محلہ میں اور ہر گاؤں کئی عاشقان احکام ربانی ایسے موجود ہونگے جو دین کی ہر خدمت کر سکیں بلا طلب اجر اپنے شوق سے کرتے ہونگے غلطی کرنا ہر انسان کا کام ہے انبیاء علیہم السلام کی غلطی کا ہی قرآن میں تذکرہ ہے مگر انکے ساتھ تمام عمر وحی کے نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہتا تھا انکی غلطی کو فوراً وحی سے دور کر دیا جاتا تھا۔ فقہا و محدثین وحی کی نعمت سے محروم تھے انہوں نے آنکھ کھول کر جو زمانہ دیکھا تھا خیال کیا کہ یہی زمانہ ہمیشہ رہیگا اور حکم لگا دیا کہ دینی خدمت کیلئے ہمارے زمانے کی تقلید کی جائے اور اجرت کچھ خیال نہ ہو مگر آہ ان کو ہمارے زمانے کی کیفیت اور اس وقت کی خود غرضی کا جس میں ہم سب لوگ مبتلا ہیں علم نہ تھا زمانہ کی تدریجی تنزل کا قیاس کر سکتے تھے مگر نہ کیا اور ایک طرفہ فیصلہ کر گئے جس کا بعد میں جلدی ہی تجربہ ہو گیا اور علمائے مابعد کو اس میں رد و بدل کرنا پڑا۔ اور اب دیکھو کہ جہاں پہلے مقدس زمانوں کے پاکباز نیت کو کمبل بچھا پھرتا ہے کوئی اجرت پر باغوں کو ڈھینکلی سے پانی پلاتا ہے کوئی عمارت کے کام میں سر پر ٹوکری اٹھاتا ہے مگر سب اپنا زیادہ وقت علم دین کے سیکھنے اور سکھانے میں صرف کرتے ہیں اور اجرت کا کام محض بقدر ضرورت زندگی قائم رکھنے کیلئے بجا لاتے ہیں وہ سب محنتی اور مزدور مکمل عالم دین ہوتے تھے اب دیکھو یہ ہمارے بڑے بڑے ڈاکٹر اور اعلیٰ عہدہ دار پنشن کے بعد توفیق الٰہی یاور ہو تو کوئی کوئی سجدہ دینے کا خیال بھی کر لیتا ہے مگر مصروفیت کے زمانے میں ہر ایک سے پوچھ کر دیکھ لو علم دین کا کوئی حرف بھی پڑھا یا کسی کو مفت پڑھانے کا ثواب بھی کمایا ہے؟ تو ایسے تاریک اور جہالت اور بیدینی کے زمانے میں وہ اپنی کوتاہیوں کو دیکھتے ہوئے کیونکر مجبور کر سکتے ہیں کہ خادمان مسجد خالص نیت سے خدمت دین بجا لائیں اور پیٹ پر پتھر باندھکر ہمیشہ نماز پڑھائیں اور سجدہ میں گر کر نہ اٹھ سکیں تو مقتدی انکا جنازہ اٹھا اور انکی خدمت دین کا عوض اسوقت کفن دفن کی صورت میں ادا کریں کیونکہ انکے پاس دو گز کپڑا بھی کہاں ہوگا۔

غرض اس تھوڑی سی فروگذاشت سے جو رفتار زمانہ کو دیکھنے سے ہوئی فقہائے قدیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے ایک غلطی

مرزد ہوگئی حق تعالےٰ انکے سہو کو معاف فرمائے اور انکی تمام سعی کوشش کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ فقہی مسائل کی بنیاد حقیقت میں قرآن وحدیث کے کسی ارشاد پر ہونی چاہیئے یہ کام اس مسئلہ خاص میں نہیں ہوا انکی زبان اور قلم سے ایسے الفاظ بغیر تلاش کے سند ہوگئے ہیں کہ جو کام انسان کی اپنی ذات پر فرض ہو وہ لوجہ اللہ ہونا چاہیئے ورنہ ثواب نہ ہوگا۔ ہمارے زمانے والوں کی آنکھیں بفضل خدا سبکی بند نہیں ہوگئی ہیں۔ قرآن وحدیث کے اوراق بفضل ربانی سب کے پیش نظر ہیں اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں فرمایا گیا ہے :۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ۔ اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى۔ حرام کاری کے پاس بھی نہ جاؤ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جس شخص کا قتل خدا نے حرام فرمایا اسے کسی وجہ شرعی کے بغیر قتل کرو۔ اسی عبارت مسلسل میں آگے یہ ارشاد ہے کہ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ۔ یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ۔ (بنی اسرائیل پارہ ۱۵ ع ۴)

یہ تمام فرائض اور احکام حتمیہ ہیں ان سبکی تعمیل لوجہ اللہ ہونی چاہیئے۔ مگر باوجود اس کے یتامیٰ کی نسبت اسی حرمت کا ذکر کرنیکے بعد عوض لینے کی اجازت بھی موجود ہے۔ ارشاد ہے :۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْاؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء پارہ ۴ ع ۱)

یتیموں کو آزماتے رہو کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں بس اگر ان میں دانائی دیکھو تو ان کے اموال انکے سپرد کردو اور انکا مال انکے جوان ہونے تک فضول خرچی سے اور بے پروائی سے نہ کھاؤ بلکہ اگر کوئی غنی ہو تو وہ ہمیشہ انکا مال کھانے سے پرہیز کرے ہاں اگر انکا سرپرست محتاج ہو تو احتیاط سے اور اعتدال سے (اپنی محنت کا عوض) لیکر کھا سکتا ہے۔

قرآن کریم کا یہ حکم حسب عادۃ اللہ روشن اور واضح ہے کہ یتامیٰ کی خبرگیری انکے مال اور جائداد کی نگہداشت اور اسے مفید کام پر لگانے کا فرض اس شخص پر عاید ہے جو یتیم کا کفیل ہو اور وہ غنی ہو تو یتیم کا تمام کاروبار اور تجارت اور زمینداری وغیرہ کی نگرانی اسے بلا عوض اور لوجہ اللہ کرنی چاہیئے۔ لیکن کفیل مفلس ہو تو اعتدال کے ساتھ یتیم کے مال اور اسکی آمدنی سے اجرت لینے اور اپنی ضرورت رفع کرنے کا کام حلال اور جائز ہے۔ اس حکم ربانی کو اپنا

رہنما بنانیکے بعد اور ہر گونہ لوجہ اللہ کاروبار میں مفلس شخص کیلئے بشرط اعتدال اجرت وصول کرنیکی حرمت کا کون قائل ہو سکتا ہے اور کون مسلمان ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ ہدایت قرآنیہ سے روشنی لیکر ایک غلط قیاس کی پناہ لے اور جائز کام کرنیوالے کو قرآنی اجازت سے آنکھ بند کر کے اسکے استحقاق کو حرام اور ناجائز قرار دے۔ اگر کسی مجتہد یا امام سے بالفرض سہو ہو گیا ہو تو مسلمان کیلئے پھر بھی رستہ صاف ہے۔ مسلمان کا ایمان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کسی مسلمان کو واجب الاطاعت ماننے کی اجازت نہیں دیتا اور قرآنی ہدایت دیکھنے اور سمجھنے کے بعد کسی امتی کی اطاعت اور فرمان برداری پر مائل نہیں کر سکتا۔

پس مسجد جس محلہ کے اندر بنائی گئی ہے اس کا بانی ایک شخص ہو یا ایک جماعت مسجد کی آبادی صفائی مرمت اصلاح اور جمعہ جماعت کی اقامت کا فریضہ تمام اہل محلہ پر عاید ہے اور کسی شہر میں جامع مسجد ہو اور جمعہ کے دن وہاں سب مسجدوں سے زیادہ اجتماع ہوتا ہو تو اسکی تمام خدمات کا بار تمام شہر کی آبادی پر عاید ہے اور مسجد کی نگرانی اور امامت پر کوئی باہر کا آدمی مقرر کیا جائے یا باہر کا نہ ہو اسی شہر اور محلہ کا باشندہ ہو جب بھی تنہا اسی شخص پر مسجد کی خدمت فرض نہیں ہے وہ اگر مفلس ہے تو اسکی معیشت کا بار ان سب پر ہوگا جنھیں اس نے اس فرض سے سبکدوش کیا ہے اور اسکی معیشت کا بار صرف اسکی ذات واحد کو دیکھ کر بلکہ اگر وہ عیالدار ہے یا اگر وہ جوان ہے تو اس کے تقاضائے فطرت کو دیکھکر اسکے کنبہ کے بسر اوقات کا انتظام اہل محلہ یا اہل شہر کا فرض ہوگا۔

ہاں خادم مسجد کی اجرت وصول کرنے میں حسب فرمان الٰہی بِالْمَعْرُوْف یعنی اعتدال کی شرط ہے اور سب آنکھیں کھول کر دیکھیں اور ایک ایک مسجد کا صرف معلوم کریں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل معاملہ یعنی معمار نجار خیاط اور دیگر اہل حرفہ کی طرح بازار میں ان کی اجرت کا کوئی نرخ مقرر ہے؟ انکی تمام ضرورتوں کو دیکھکر متولیان مساجد کو انکا عوضانہ مقرر کرنا چاہیئے اور ماہوار یا روزانہ پہنچانا چاہیئے مگر کون دیتا ہے؟ صرف کھانا ایک دو نفوس کے لائق اکثر اہل محلہ کی طرف سے آتا ہے جو کبھی کبھی محض سوکھی روٹی کی شکل میں بھی دے دیا جاتا ہے اور بعض مساجد میں یہ بھی دیکھا نہیں گیا اور ایسے خادموں کی نظر صرف خدا کی بھیجی ہوئی خیرات پر ہوتی ہے۔ فاتحہ اور درود کی دعوت پر ہوتی ہے یا اسقاط اور قلوں کے چند پیسوں پر ہوتی ہے جسے وہ زور سے طلب نہیں کر سکتے جس کا دل چاہتا ہے وہ سب کو دکھا کر اور اپنا نام پیدا کر کے ملاجی کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے۔ خدارا انصاف سے کہنا کیا آمدنی

اعتدال کی حد تک بھی پہنچتی ہے یا اس سے کم رہتی ہے۔ ایک نوکری اٹھانے والا مزدور بھی اپنی اجرت کے چار آنے نہ پائے تو دعویٰ کر سکتا ہے عدالت سے ڈگری لے سکتا ہے مگر کیا کسی مُلا سے ایسی جرأت اور گستاخی کا گمان ہو سکتا ہے۔ وہ چون وچرا کرے تو کان پکڑ کر مسجد سے باہر نہ کر دیا جائیگا؟ یہ ذلیل سخاوت اور فیاضی اہل محلہ اس شخص کے لئے کرتے ہیں جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسند یعنی مصلّٰی اور منبر پر کھڑا ہوتا ہے اور اس پر مسلمانوں کو فخر ہے اور چاہتے ہیں کہ مُلا یہ بھی نہ لے ورنہ اسکے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

وہ فقہی مسئلہ غلط تھا ناقابل عمل تھا اور قریباً ہزار سال سے زائد عرصہ تک چھوٹا رہا تھا اور بھول چکا تھا۔ اب ایک مسلمان نے اسے تحریر میں لاکر زندہ کرنے کا ثواب کمایا ہے اور ایک اور دیندار مسلمان نے اسکی تائید اور اشاعت کا جھنڈا بلند کیا ہے مجھ گنہ گار کی تمنا تو یہ ہے کہ حق تعالےٰ ان پر اور ہم سب کے حال پر رحم فرمائے اور اس معاملہ میں انہیں کامیاب نہ ہونے دے۔ ورنہ خدانخواستہ اس کا اثر عالمگیر ہو گیا تو نتیجہ یہ مرتب ہوگا کہ مساجد کو قفل لگ جائینگے۔

مسجدوں میں نمازی پہلے بھی کم ہیں جوانوں اور نوجوانوں اور کاروبار کرنے والے بڈھوں کو اور بالخصوص شریف زادوں اور بزرگوں کی اولاد کو مسجدوں میں آنے سے عار ہے۔ دو چار بڈھے جنہیں اپنی موت قریب نظر آتی ہے اور کچھ خدا کا خوف بھی رکھتے ہیں اور دنیا کا کاروبار بڑھاپے کی وجہ سے چھوڑ چکے ہیں صرف وہی آجاتے ہیں کہ بیکار بیٹھے ہیں چلو اپنی مرادیں خدا سے ہی طلب کریں۔ کوئی یہ استدعا لیکر آتا ہے کہ خدایا میرا بیٹا مجھے بدزبانی نہ کرے اور میری اولاد میری سب ضرورتوں کا وقت پر سرانجام دیا کریں۔ کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ جوانی پھر واپس آجائے اور میں کچھ کمائی کرنے لگوں۔ ایسے ہی لوگوں سے مسجدیں آباد ہیں۔ ورنہ نماز کے وقت بازار میں چل کر دیکھو کوئی دکاندار اذان سنکر مسجد میں آنے کا خیال نہیں کرتا۔ کوئی راہ گیر ایسا ہی خدارسیدہ ہوتا ہے تو اذان کے وقت ٹھہر کر اسے سن لیتا ہے اور آخر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر اپنے کام پر چل پڑتا ہے مجلسوں میں حقہ پینے والے اور تاش شطرنج کھیلنے والے اپنی مصروفیت میں اذان بھی نہیں سنتے۔ مساجد کی بربادی کا کام قریباً مکمل ہے۔ صرف اسقدر اسلامی اثر باقی ہے کہ محلہ کے اندر اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو چند عورتیں اپنی گفتگو کو روک کر چل شانہ کہتی ہیں اور بعد میں کلمہ پڑھتی ہیں مسجدیں بند ہو جائینگی تو کوئی اللہ کا نام کھر میں بھی سن سکیگا ہاں ہم حکام وقت کو دیکھتے ہیں کہ آٹھویں دن ایک بار ضرور گرجا میں آتے ہیں۔ ہم کو ان کی ہر ادا پسند ہے

تو یہ واقع میں بھلا کام ہے ہمارے دلوں کو بھا گیا ہے وہ اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں ہمارے ہاں جمعہ کا دن خاص عبادت کیلئے مقرر ہے اسدن مسجدوں میں خاصی رونق ہو جاتی ہے بڑے بڑے جنٹلمین اور بڑے بڑے کاروباری اپنی دوکانوں اور کارخانوں میں سے نوکر بھیجتے ہیں کہ جاؤ دیکھتے رہو امام جب پہلا خطبہ پڑھکر منبر پر بیٹھے تو ہمیں خبر دو وعظ ختم ہو چکیگی دوسرے خطبہ کے بعد فرض پڑھے جائینگے ہم بھی شریک ہو جائینگے۔ یہ فریضہ بڑے بڑوں نے مانا ہوا ہے ہم بھی ادا کرلیں اور وقت سب سے کم خرچ کریں۔ کام میں ہرج کم ہو ہر روز پانچ وقت کی نماز بھلا کون پڑھ سکتا ہے داناؤں کا طریق اختیار کرو۔ آٹھویں دن خدا کا نام لیکر اسکے بندوں میں شمار ہوتے رہو۔ کیا وہ کبھی کبھی دیکھ کر ہمیں یاد نہ رکھے گا؟

ممالک روس میں سنا ہے کہ حکومت نے مسجدوں اور تمام عبادتخانوں کو حکماً بند کر دیا ہے اور کسی کو اذان دینے اور گھنٹہ بجا کر لوگوں کو بلانے اور باجماعت نماز ادا کرنے یا کسی شکل کی عبادت جمع ہو کر بجا لانیکی اجازت نہیں اس خبر بد سے دنیا کی تمام مسلمان آبادی بالخصوص متاسف ہے۔ مگر آہ ہمارے مرفہ خیر خطہ ہندوستان میں خود کلمہ گو مسلمانوں نے ہدایت قرآنیہ کے خلاف ایک غلط قیاس کی بنا پر مساجد کو بے چراغ کرنے کا اہتمام کیا ہے خدا اس فتنہ سے بچائے اور مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ نکوکاری کی توفیق دے۔ اس عاجز گنہ گار کی تمنا تو یہ ہے کہ اذان سنکر مسجدیں معمور ہوں تمام مسلمان دکانداروں کی دکانیں بند ہو جائیں کھیل اور دل بہلانیکی محفلیں برخاست ہوں اور کسی کو کسی مسلمان سے نماز کے وقت کام پڑے تو اسے یقین ہو کہ اسوقت وہ صرف مسجد میں مل سکیگا۔ ہندو کو مسلمان سے ملنے کی ضرورت ہو تو نماز کے وقت وہ بھی مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں کو امیر اور غریب سبکو ایک پھٹے کپڑوں والے امام کے پیچھے اسکی آواز پر جھکتے اور سجدہ میں گرتے دیکھے۔ اور پھر یہ بھی دل چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے تنگدست امام کی تنگدستی دور کریں اور خادمان مسجد کی حیثیت کم از کم اہل حرفہ کے برابر پہنچائیں اور صرف خیر آئے کے ٹکڑوں پر بسر کرنیکی حاجت خدام مسجد کے اندر باقی نہ رہنے دیں۔ مسجد والے خود کوئی کام اور پیشہ اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوں اور تمام زندگی فکر معاش سے یکسو ہو کر یاد خدا میں صرف کریں۔

البتہ ایک قباحت سب میں نہیں بعض بعض ائمہ مساجد میں پائی جاتی ہے اور ایسے ایسے امام دیکھے گئے ہیں جو حافظ قرآن بھی کہلاتے ہیں مگر کسی ہوشیار استاد سے پڑھا نہیں۔ حروف کی کشش کو کم یا زیادہ کرنیکی تمیز

نہیں رکھتے تلفظ صحیح ادا نہیں کرتے سین صاد اور ث کو ادا کرنا نہیں جانتے اور ایسی ایسی غلطی کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا مطلب الٹ دیتے ہیں اور نماز فاسد کر دیتے ہیں۔ ایسے امام بھی ہماری مسجدوں میں موجود ہیں مگر انکا الزام میرے نزدیک اتنا اماموں پر عاید نہیں ہوتا جسقدر ان نمازیوں اور مساجد کے متولیوں پر عائد ہوتا ہے جو ایسے امام مقرر کر لیتے ہیں اور عام جہالت اور نادانی کی وجہ سے جو مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہے سمجھ نہیں سکتے کہ ہم نے امام میں کیا قابلیت دیکھ کر اسے مقرر کیا ہے اور امام کے پیچھے جماعت جمعہ کے دن تو اکثر زیادہ ہی ہوتی ہے مگر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب سفید پوش اور خستہ حال نمازی کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ امام نے کیا کام کیا ہے کیسا قرآن پڑھا ہے نماز کو کیسا بگاڑا ہے کیسا سنوارا ہے۔ نمازی بیچارے خود نہیں جانتے کہ کیونکر نماز پڑھتے ہیں جماعت میں کھڑے ہونے کا کیا قاعدہ ہے رکوع کرنیکا اور اسکے بعد کھڑے ہونیکا سجدہ کرنیکا اور دو سجدوں کے مابین بیٹھنے کا کیا دستور ہے الحمد پڑھنا بھی اکثر کو نہیں آتا اور تمام نماز کی دعاؤں کا بھی یہی عالم ہے ہمنے اپنے زمانے میں یہی وتیرہ دیکھا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے وہ نماز کا طریق سیکھنے کیلئے کسی دوسرے شخص سے پوچھنا عار سمجھتا ہے جو الٹی سیدھی حرکتیں اوروں کو کرتے دیکھتا ہے وہی کرنے لگتا ہے۔ امیر اور غریب سبکو شرم آتی ہے کہ ہم کسی سے پوچھیں اور اپنے تئیں جاہل ثابت کریں ایسی جماعت کو امام کے فرائض کا کیا علم امام رکعتوں میں کمی زیادتی کرے تو وہ سمجھ لیتے ہیں در پیر نہیں جانتے کہ امام کو اسکی غلطی پر آگاہ کرنے کا کیا قاعدہ ہے جو زبان پر اسوقت جاری ہوتا ہے وہی امام کی غلطی کے بعد بلند آواز سے بول اٹھتے ہیں اور اکثر اوقات امام کو اور الجھن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب کچھ جہالت کے کرشمے ہیں جنکی نسبت گمان ہے کہ آیندہ انہیں ترقی ہوگی اور جہالت دور کرنیکی مسلمانوں کو توفیق نہ مل سکیگی پس وزیرے چنان شہریارے چنان ایسی جماعت کے ہاتھوں امام بھی ایسے ہی دنیا میں بڑھتے جائینگے۔ جو جہالت میں عمر رسیدہ ہوگئے ہیں وہ اپنی جہالت کو دور کر بھی نہیں سکتے۔ انکی یہ مجبوری دیکھکر گمان غالب ہے کہ حق تعالے اپنے فضل و کرم سے انکی ایسی ہی نماز منظور فرمالیگا ہاں جو جانتے ہیں اور نماز کی صواب و خطا کو سمجھ سکتے ہیں وہ کسی مسجد پر غلط پڑھنے والے امام کو قابض دیکھیں تو وہیں اٹھ کھڑے ہوں مکان کریں اور صحیح نماز پڑھانے والے کو تلاش کر لیں مگر وہ اپنے محلہ کی ایسی مسجد کی خدمت ادا کرنے سے پہلوتہی نہ کریں محلہ کی مسجد میں نماز نہ پڑھنے کا الزام اپنے اوپر لیں مگر ستاؤ والوں کو امام کی اس کیفیت سے آگاہ نہ کریں تاکہ وہ مسجد بھی آباد رہے اور محلہ والے خدا کا نام سنتے رہیں یہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے اور میں اسپر کاربند ہوں مجھے معلوم نہیں کہ علمائے کرام اس بارہ خاص کیا فتوے صادر فرما سکتے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا میرے *

* راقم اور دیگر ناواقفان کے سب گناہوں کو معاف کرے اور اگر اس بارہ میں غلطی کرتا ہوں تو وہ بھی عفو فرما دے۔ آمین۔

مُختصرابن ابی جمرة

(۱۳)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَا یَسْاَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِیْثِ۔ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ، یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، مَنْ قَالَ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ +

ترجمہ:-

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہا: مَیںنے کہا: اے خدا کے پیغمبر! کون سب لوگوں میں خوش نصیب ہوگا آپ کی شفاعت سے قیامت کے دن۔ رسول خدا نے (اللہ کا اُن پر درود و سلام ہو) فرمایا: میں بھی گمان کرتا تھا۔ اے ابوہریرہ! کہ مجھ سے سوال نہ کریگا اس بات کے متعلق کوئی تجھ سے پہلے، اس لئے کہ مینے دیکھی تیری حرص حدیث پر،: بڑا خوش نصیب آدمی میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ ہے جس نے کہا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" صاف دل سے +

تشریحات:-

اَبُوْهُرَیْرَةَ: رضی اللہ عنہ کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ انھوں نے کہا: مجھ سے زیادہ رسولِ خدا

کی احادیث کا عالم عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا کوئی نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے، میں نہیں لکھا کرتا تھا۔

سوال: پھر کیا وجہ ہے کہ ابوہریرہ سے روایت مشتہر ہوئی، ان سے نہیں ہوئی۔

جواب: وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو کی سکونت مصر میں رہی اور وہاں جانے والے لوگ کم تھے۔

اَلْاِعْرَاب: یَوْمَ الْقِیَامَةِ میں یَوْمَ مَنْصُوب عَلَی الظَّرفِیَّة ہے۔

لَقَدْ ظَنَنْتُ: میں لَ تمہید قسم کے لئے اَیْ وَ اللّٰہِ لَقَدْ ظَنَنْتُ۔

اَنْ یَسْأَلَنِی: بفتح لام یَسْأَل و ضمِ آن۔ بر حَدِ دو قراءت: وَحَسِبُوْا اَنْ لَا تَکُوْنُ برفع و نصب۔ نصب اس لئے کہ اَنْ مصدریہ جو بعد ظَنَّ واقع ہے فعل مضارع کو منصوب کر رہا ہے۔ اور رفع اسلئے کہ اَنْ، اَنَّ ثقیلہ کو مخفف کرکے بنایا گیا ہے۔

اَحَدٌ: اس لئے مرفوع ہے کہ یَسْأَلُ کا فاعل ہے۔

اَوَّلُ: بالرّفع اس لئے کہ اَحَدٌ کی صفت یا اس کا بدل ہے اور بالنصب اس لئے کہ حال ہے نکرہ سے اسکے نفی کے بعد واقع ہونے کے سبب۔ اَوَّلُ: بمعنی اَسْبَقُ ممنوع الصرف وَصفیّت اور وزنِ فعل کے سبب سے،

لِمَا رَأَیْتُ: مَا موصولِ حرفی ہے اور اس کا مابعد مصدر مجرور بہ لام کی تاویل میں ہے۔
مِنْ: تبعیضیہ ہے: اَیْ لِرؤیَتِی بَعْضَ حِرْصِكَ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مَا موصول اسمی ہو اور اس کے بعد کا جملہ صلہ ہو اور عائد محذوف ہو اور مِنْ بیانیہ ہو:

اَیْ لِاَجْلِ الَّذِیْ رَاَیْتُهٗ مِنْ حِرْصِكَ اَیْ حِفْظِكَ۔

مَنْ قَالَ: محل رفع میں، خبر ہے، مبتدا اسعد کی۔

مَنْ: موصولہ بمعنے اَلَّذِیْ قَالَ + خَالِصًا: حال ہے قَالَ کے فاعل کا۔

مختصر ابن ابی جمرہ

(۱۳)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْ لَّا يَسْاَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ ، لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ ۔ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ ، يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، مَنْ قَالَ: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ +

ترجمہ :-

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہا : مَیں نے کہا : اے خدا کے پیغمبر ! کون سب لوگوں میں خوش نصیب ہوگا آپ کی شفاعت سے قیامت کے دن ۔ رسول خدا نے (اللہ کا اُن پر درود و سلام ہو) فرمایا : میں بھی گمان کرتا تھا ۔ اے ابوہریرہ ! کہ مجھ سے سوال نہ کریگا اس بات کے متعلق کوئی تجھ سے پہلے ، اس لئے کہ مینے دیکھی تیری حرص حدیث پر ، : بڑا خوش نصیب آدمی میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ ہے جس نے کہا ” لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ “ صاف دل سے +

تشریحات :-

اَبُوْهُرَيْرَةَ : رضی اللہ عنہ کا حال پہلے گزر چکا ہے ۔ انھوں نے کہا : مجھ سے زیادہ رسولِ خدا

کی احادیث کا عالم عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا کوئی نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ احادیث
لکھ لیا کرتے تھے، میں نہیں لکھا کرتا تھا۔
سوال: پھر کیا وجہ ہے کہ ابوہریرہ سے روایت مشتہر ہوئی، ان سے نہیں ہوئی۔
جواب: وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو کی سکونت مصر میں رہی اور وہاں جانے والے لوگ
کم تھے۔
الإعراب: يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں يَوْمَ منصوب عَلَى الظَّرفِيَّة ہے۔
لَقَدْ ظَنَنْتُ: میں لَ تمہید قسم کے لئے اَیْ وَ اللهِ لَقَدْ ظَنَنْتُ۔
اَنْ يَسْأَلَنِي: بفتح لام يَسْأَلَ و ضمِّ آن۔ بر حَذْرِ دو قراءت: وَحَسِبُوْا اَنْ لَا
تَكُوْنُ برفع و نصب۔ نصب اس لئے کہ اَنْ مصدریہ جو بعد ظَنّ واقع ہے فعل
مضارع کو منصوب کر رہا ہے۔ اور رفع اسلئے کہ اَنْ، اَنَّ ثقیلہ کو مخفف کرکے بنایا
گیا ہے۔
اَحَدٌ: اس لئے مرفوع ہے کہ يَسْأَلُ کا فاعل ہے۔
اَوَّلُ: بالرّفع اس لئے کہ اَحَدٌ کی صفت یا اس کا بدل ہے اور بالنصب اس لئے کہ حال
ہے نَكِرَہ سے اسکے نفی کے بعد واقع ہونے کے سبب۔ اَوَّلُ: بمعنی اَسْبَقُ ممنوع
الصرف وَصْفِيَّت اور وزنِ فعل کے سبب سے،
لِمَا رَأَيْتُ: مَا موصولِ حرفی ہے اور اس کا مابعد مصدر مجرور بہ لام کی تاویل میں ہے۔
مِنْ: تبعیضیہ ہے: اَیْ لِرُؤيَتِي بَعْضَ حِرْصِكَ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مَا
موصول اسمی ہو اور اس کے بعد کا جملہ صلہ ہو اور عائد محذوف ہو اور مِنْ بیانیہ ہو:
اَیْ لِاَجْلِ الَّذِیْ رَاَيْتُهُ مِنْ حِرْصِكَ اَیْ حِفْظِكَ۔
مَنْ قَالَ: محل رفع میں، خبر ہے، مبتدا اسعد کی۔
مَنْ: موصولہ بمعنے اَلَّذِیْ قَالَ + خَالِصًا: حال ہے قَالَ کے فاعل کا۔

(۱۴)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ العَاصِي قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم يَقُوْلُ : إِنَّ اللهَ لَا يَنْزِعُ العِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ ۔ وَ لٰكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَا حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا +

ترجمہ :-

عبداللہ بن عمرو پسر عاصی سے روایت ہے، کہا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا : بیشک اللہ نہیں کھینچ لیتا علم اس کیفیت سے اکھاڑ کر کہ اس کو بندوں سے برکندہ کرے۔ لیکن وہ علم کو اٹھا لیتا ہے علماء کو اٹھا لینے سے، یہانتک کہ جب نہیں رہنے دیتا کسی عالم کو تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیتے ہیں۔ پھر اُن سے سوال کئے جاتے ہیں تو وہ بغیر کسی علم و دانش کے فتوے دے دے کر آپ بھی گمراہ ہوتے ہیں اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں +

تشریحات :

عَبْدِ اللهِ : زاہد و عابد قرشی صحابی تھے ۔ صحابی کے بیٹے تھے رضی اللہ عنہما ۔

اِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ العِلْمَ : لَا يَرْفَعُهُ وَ لَا يَمْحُوْهُ وَ لَا يُزِيْلُهُ مِنْ صُدُوْرِ النَّاسِ وَ قُلُوْبِهِمْ (یعنی نہیں اُٹھا لیتا، مٹا دیتا اور زائل کر دیتا علم کو لوگوں کے سینوں اور دلوں سے) ۔

يَنْتَزِعُهُ : يَمْحُوْهُ وَ يَرْفَعُهُ وَ يُذْهِبُهُ مِنْ قُلُوْبِ العِبَادِ ۔ یہ جملہ اِنْتِزَاعًا کی صفت ہے، نفی میں داخل ہے ۔

بِقَبْضِ العُلَمَاءِ : بِقَبْضِ اَرْوَاحِ العُلَمَاءِ ۔

حَتّٰی اِذَا : حَتّٰی ابتدائیہ ہے، غائیہ بھی ہو سکتا ہے۔
سوال: حَتّٰی اپنے ماقبل کی غایت کیسے ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد تو جملہ شرطیہ پڑا ہوا ہے؟
جواب: اس طرح کہ تقدیر حدیث یہ ہے: يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ اِلٰی اَنْ يَتَّخِذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا وَقْتَ اِنْقِرَاضِ اَهْلِ العِلْمِ۔
لَمْ يُبْقِ : اِبقاء بروزن اِفعال سے۔ اس میں ضمیر فاعل اَللّٰہ کی طرف راجع ہوتی ہے
عَالِمًا : منصوب علَی المفعولیۃ۔
اتَّخَذَ النَّاسُ : مرفوع علَی الفاعِلیۃ۔
رُءُوْسًا : جمع رَئِیْس۔ جُهَّالًا : رُءُوْسًا کی صفت۔
اَفْتَوا : اَخْبَرُوْا بِجَوَابِ الحَادِثَةِ الَّتِیْ سُئِلُوْا عَنْهَا۔ انھوں نے فتویٰ دیا۔

(۱۵)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهٗ اِلَّا رَاجَعَتْ فِيْهِ حَتّٰی تَعْرِفَهٗ: وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ علیہ وسلم قَالَ: "مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ" قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ: اَوَ لَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا ۝ فَقَالَ: اِنَّمَا ذَالِكَ العَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الحِسَابَ يَهْلِكُ ؎

ترجمہ:-

عائشہ، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی سے روایت ہے، وہ نہیں سنتی تھیں کوئی ایسی شے جسے جانتی نہ ہوں کہ وہ اس کے متعلق مُرَاجَعَتْ (بحث و تکرار بات چیت) نہ کرتی رہتی ہوں تاوقتیکہ اس کو جان لیں۔ اور یوں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "وہ شخص جس کا حساب ہوگا اس کو عذاب ہوگا"۔ عائشہؓ

نے کہا، میں نے کہا: تو کیا اللہ (غالب و بزرگ) یہ نہیں فرماتا: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا ۝ (تو اس کا حساب آسان حساب کے طور پر لیا جائیگا) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو محض اظہار ہوگا (یعنی اللہ بغیر کسی سختی کے بندے کو اس کے اعمال سے مطلع کر دیگا اور یہ معاملہ محض اس کے اور اللہ کے درمیان ہوگا، کسی غیر کو اس پر اطلاع نہ ہوگی) لیکن جس کے حساب کی پوری پوری پڑتال ہوگی وہ تباہ ہو جائیگا +

(۱۶)

عَنْ اَبِی مُوْسٰی قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ! فَاِنَّ اَحَدَنَا یُقَاتِلُ غَضَبًا وَ یُقَاتِلُ حَمِیَّةً فَرَفَعَ اِلَیْہِ رَأْسَہٗ قَالَ وَ مَا رَفَعَ اِلَیْہِ رَأْسَہٗ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ قَائِمًا، فَقَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا، فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ترجمہ:-

ابو موسیٰ رضؓ سے مروی ہے، کہا: آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا: اے رسول خدا! کیا ہے لڑنا اللہ کی راہ میں؟ کہ کوئی تو ہم میں لڑتا ہے غصے کی خاطر اور (کوئی) لڑتا ہے حمیت کے لئے (یعنی اپنے حرم کے بچاؤ کے لئے۔ جوشِ غیرت سے)، پس آنحضرتؐ نے اسکی طرف سر مبارک اُٹھایا، اور آنحضرتؐ نے اسکی جانب اسی لئے سر اٹھایا تھا کہ وہ شخص کھڑا تھا، پھر فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ کا بول ہی بالا ہو تو وہ (لڑنا) اللہ کی راہ میں ہے +

تشریحات:

اَبُو مُوسٰی: راوی کی کنیت۔ عبداللہ بن قیس الاشعری نام۔ انھوں نے تین ہجرتیں کی تھیں

یمن سے مکہ کو۔ مکہ سے حبشہ کو۔ اور حبشہ سے مدینہ کو۔ یہ ابوالحسن الاشعری امام اہل سنت کے دادا تھے۔

الاعراب : جَاءَ : فعل ماضی، آیا + رَجُلٌ : (وَھُوَ لاحق بن حمزہ) فاعل۔
اِلَی النَّبِیِّ : متعلق بجاءَ۔
مَا الْقِتَالُ ؟ : مَا اسم استفہام، مبتدا۔ الْقِتَال خبر۔ اور جملہ مقول القول۔
الغضبُ : حالةٌ تحصل عِنْدَ غلیانِ دَمِ الْقَلْبِ لِاِرَادةِ الانتقامِ۔
حِمْیَةٌ وحَمِیَّةٌ : دونو کا معنی ایک ہے : مُحافظة علی الحرمِ و قیل ھی الانفة و الغیرة و المحاماة عَنِ العَشِیرةِ۔ و العَشِیرةُ الجماعة و الاصحاب۔
العُلْیَا : الاظھر۔

بخاری نے اس حدیث کو باب مَنْ یَسْأَلُ وَھُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا میں ذکر کیا ہے

(۱۷)

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّهٖ : اَنَّهٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وسلم الرَّجُلُ الَّذِیْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهٗ یَجِدُ الشَّیْءَ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ : لَا یَنْتَقِلْ اَوْ لَا یَنْصَرِفْ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا +

ترجمہ :-

عباد پسر تمیم سے مروی ہے، انھوں نے اپنے چچا سے روایت کی، کہ شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس شخص نے جس کو وہم ہوتا تھا کہ وہ محسوس کرتا ہے (الشَّیْءَ = مخصوص چیز، مراد حدث) وضو ٹوٹ جانا نماز میں۔ تو فرمایا (آنحضرتؐ نے) وہ مُنْتَقِل یا مُنْصَرِف نہ ہو (یعنی جگہ نہ چھوڑے یا نماز سے نہ پھرے) تاوقتیکہ سنے آواز (ریح

خارج ہونے کی، یا پائے بو داس کی) +

تشریحات :-

عَبَّاد صحابی ہیں، ان کے چچا بھی صحابی تھے - چچا کا نام عبداللہ بن زید ہے - سو یہ حدیث صحابی کی روایت ہے صحابی سے -

لَا یَنْتَقِلُ - لَا یَنْفَتِل - لَا یَنْصَرِف : اس حدیث میں یہ تینوں، راویوں نے روایت کئے ہیں اور تینوں ہم معنیٰ ہیں - یعنی وہ نماز سے نہ نکلے -

یہ حدیث بخاری نے درباب لَا یتوضّأُ مِنَ الشَّکِّ میں نقل کی ہے +

(۱۸)

عَنْ اَبِی قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ : اِذَا بَالَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَاْخُذَنَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَ لَا یَسْتَنْجِیْ بِیَمِیْنِہٖ وَ لَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ +

ترجمہ :-

ابو قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا : جب پیشاب کرنے لگے تم میں کوئی تو نہ پکڑے برہنگی اپنی اپنے دائیں ہاتھ سے اور نہ استنجا کرے اپنے دائیں ہاتھ سے اور نہ سانس لے برتن میں +

تشریحات :-

اَبُو قَتَادہ : کنیت ہے راوی کی، نام ان کا حرث بن رِبعی الانصاری السَّلَمی ہے، اپنے اجداد میں سے کعب بن سَلَمہ کی طرف منسوب تھے، غزوہ احد اور اس کے مابعد غزوات میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، ان کے غزوہ بدر میں حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے، ستر سال کی عمر میں، مدینہ منورہ میں، ۵۴ھ ہجری میں وفات پائی - ایک سو ستّر حدیثیں آنحضرتؐ کی ان سے مروی ہیں، ان میں سے

گیارہ حدیثوں پر بخاری اور مسلم متفق ہیں، بخاری ایک حدیث میں اور مسلم آٹھ حدیثوں میں منفرد ہیں، اور باقی احادیث اور کتابوں میں ہیں۔ یہ وہ قتادہ نہیں ہیں جن کی آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا، وہ جنکی آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا قتادہ پسر نعمان تھے، قصہ ان کا یہ ہے۔ کہ یوم اُحد میں ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آپڑی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کی کہ یا رسول اللہ! میری عورت ہے جس سے مجھے محبت ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مجھے اس حال میں دیکھیگی تو مجھ سے گھن کریگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھ لے کر اسکی جگہ پر رکھدی اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَکْسُھَا جَمَالاً (پروردگار اسکو حُسن پہنا دے) تو وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بڑھکر حسین اور تیز بین ہوگئی۔ اگر دوسری آنکھ کبھی آبھی جاتی تو یہ درست ہی رہتی۔ ان قتادہ کی نسل میں سے ایک شخص عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس آیا۔ عمرؒ نے پوچھا: مَنْ اَنْتَ ؟ تو کون ہے ؟ اس نے کہا:

اَنَا ابْنُ الَّذِی سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ
فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَیَّمَا رَدٍّ
فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِھَا
فَیَا حُسْنَ مَا عَیْنٍ وَّیَا حُسْنَ مَا رَدٍّ

ترجمہ:- میں اس کا فرزند ہوں جسکی آنکھ رخسار پر بہ پڑی تو وہ مصطفٰےؐ کے ہاتھ سے بحال کر دی گئی، کیا کہنے اس بحالی کے +

تو وہ پھر ایسی ہی ہوگئی جیسی کہ پہلے تھی۔ بس کیا ہی خوب ہے وہ آنکھ، کیا ہی خوب ہے وہ بحالی +

اور بوصیری نے بھی اپنے ہمزیہ میں اسی قصے کی طرف اشارہ کیا ہے:-

وَاَعَادَتْ عَلٰی قَتَادَۃَ عَیْنًا فَھِیَ حَتّٰی مَمَاتِہٖ نَجْلَاءُ

اور (دست مصطفےٰؐ نے) لوٹا کر دیدی قتادہ کو آنکھ تو وہ اسکی مرگ تک کشادہ نگاہ رہی۔

(وَ هٰذَا الحَدِيثُ ذَكَرَهُ البُخَارِيُّ فِي بَابِ (لَا يَمَسّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ)

(۱۹)

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ رَجُلًا رَاٰى كَلْبًا يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ العَطَشِ، فَاَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهٗ حَتّٰى اَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الجَنَّةَ +

ترجمہ :-

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے ایک کتا دیکھا جو مارے پیاس کے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس کو پانی بھر بھر کر پلانے لگا یہانتک کہ اسکو سیراب کر دیا۔ اس پر اللہ نے اس (کے اس عمل کی) قدردانی فرمائی اور اسکو جنت میں داخل فرمایا +

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے :

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي (بِطَرِيقٍ) فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ (الحَرُّ) العَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا، فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَاِذَا بِكَلْبٍ يَلْهَثُ وَ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ العَطَشِ۔ فَقَالَ (الرَّجُلُ) : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا (الكَلْبَ مِنَ العَطَشِ) مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي (فَنَزَلَ البِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ (مَاءً) ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ (مِنَ البِئْرِ) فَسَقَى الكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ، فَغَفَرَ لَهٗ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَ اِنَّ لَنَا فِي البَهَائِمِ اَجْرًا، قَالَ فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ (رَوَاهُ البخاری وغیرہ) +

ترجمہ :-

اس اثنا میں کہ کوئی (کسی راہ میں) چلا جا رہا تھا، اس کو شدت کی پیاس لگی۔ اس کو ایک کنواں ملا، اس میں وہ اترا، اس میں سے پانی پیا، پھر باہر آیا، تو وہ دیکھتا ہے کہ ایک کتا زبان نکالے پیاس کے مارے گیلی مٹی کھا رہا ہے۔ اس نے کہا: اس کتے کی پیاس کے مارے وہی کیفیت ہے جو میری حالت ہو گئی تھی۔ پس اس نے کنوئیں میں اتر کر اپنا موزہ پانی سے پر کیا۔ پھر اسکو اپنے منہ میں پکڑ کر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا، اور اسکے گناہ معاف کر دئے۔ لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسول کیا ہمیں چوپایوں کی خدمت کا اجر بھی ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جگرِ تر (جاندار) میں اجر ہے +

حکایت : کہتے ہیں پہلے پہل کتا حضرت نوحؑ نے پالا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی: اے میرے خداوند تو نے مجھے کشتی بنانے کا حکم دیا ہے اس کے بنانے میں کئی دن مجھے لگینگے، جو کچھ میں دن کو بنایا کرونگا، قوم کے لوگ رات کو خراب کر دیا کرینگے۔ اللہ نے وحی بھیجی کہ اے نوحؑ! کتا رکھ لے وہ رات کو تیری رکھوالی کریگا۔ اس پر حضرت نوحؑ نے کتا رکھ لیا تو دن کو کام اور رات کو آرام فرمانے لگے۔ پھر جب لوگ آپ کے بنائے کو بگاڑنے آتے تو کتا ان پر حملہ آور ہوتا، حضرت نوحؑ بیدار ہو جاتے اور لاٹھی لیکر ان کی خبر لینے کو جاتے تو وہ بھاگ جاتے۔

کہتے ہیں : کتے میں پانچ اچھی خصلتیں ہیں، ایک تو تادُّب، تعظیم، اور تلقین۔ یہانتک کہ اسکے سر پر لیمپ رکھ دو اور اسکے آگے کوئی کھانے کی چیز ڈالو تو جبتک وہ اس حالت پر ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے گا، ہاں جب لیمپ اٹھا لوگے تو طعام پر لپک کر جائے گا۔ اور ایک یہ کہ جب اس کا مالک اس سے کھیل رہا ہوگا اس کو دانتوں سے اس طرح نہیں دبائے گا کہ اسکو اذیت پہنچے اور وہ نیند کی حاجت کے وقت بھی سب حیوانوں سے بڑھکر بیدار چشم رہتا ہے۔ اور وہ سوتا جبھی ہے جب اسے نگہبانی کے کام سے راحت مل جاتی ہے، اور وہ اپنی نیند میں گھوڑے سے زیادہ چوکنا اور زاغ دشتی

سے زیادہ چوکس رہتا ہے۔ اور جب وہ سوتا ہے تو نیند کی سبکی کی وجہ سے آنکھوں کی پلکیں بند نہیں کرتا اور سبکی کی وجہ یہ ہے کہ اس کا دماغ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

حکایت: ایک کتے کو جذام کی بیماری ہو گئی تو شہر والے اس سے گھن کرنے لگے، وہ بیچارہ جس کے دروازے پر جاتا دھتکار دیا جاتا، سیّدی احمد الرفاعی اسے لیکر بیابان کو نکل گئے اس پر ایک سائبان بنا دیا۔ اور اس کی خدمت کیلئے وہیں رہ پڑے، وہیں خود کھانا کھاتے اور اسکو بھی کھلاتے پلاتے اور اس کے بدن پر مالش کرتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اس کتے کو کوڑھ سے چالیس دن کے بعد شفا بخش دی، تب آپ نے پانی گرم کر کے اس کو نہلایا دھلایا اور اسکو ساتھ لیکر شہر میں واپس آگئے، لوگوں نے کہا، آپ نے اس کتے کیلئے اس قدر تکلیف فرمائی، کہا: ہاں، مجھے اندیشہ ہوا کہ خدائے پاک و برتر قیامت کے دن اس کتے کے معاملے میں مجھ سے مواخذہ فرمائینگے کہ کیا تجھکو اس کتے کے حال زار پر رحم نہ آیا؟ کیا تجھ کو خطرہ نہ ہوا کہ اگر میں اس کتے کے مرض میں تجھکو مبتلا کر دیتا؟

اب اسکے بعد سوچیئے کہ انسانوں پر رحم کرنے میں ہمارے واجبات کیا ہونے چاہئیں؟ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللهُ۔ وَمَنْ لَا يَغْفِرُ لَا يُغْفَرُ لَهٗ: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ رحم نہیں کریگا۔ اور جو لوگوں کے قصور معاف نہیں کرتا وہ بھی بخشا نہ جائیگا۔

عبدالوھاب شعرانی: اس حدیث کو درج کرنیکے بعد لکھتے ہیں۔ میری بیوی کو ایسا مرض لاحق ہوا جس نے اسے برلب مرگ کر دیا۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ مکھی کو جو فلانی چھت میں مکڑی کے جالے میں پھنسی ہوئی ہے چھڑا دے ہم تیرے عیال کو اس بیماری سے مخلصی عطا کرینگے۔ کہتے ہیں۔ میں نے اٹھکر چراغ روشن کیا اور اس چھت میں مکھی کو تلاش کیا تو وہ مکڑی کے جالے میں الجھی ہوئی مل گئی، ادھر میں نے اس کو جالے سے رہا کر دیا اور ادھر میری بیوی کو اس مرض سے ایسی شفا ہو گئی کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ ہوئی تھی۔

اس حدیث کو بخاری نے باب اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي اِنَاءِ اَحَدِكُم فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا کے تحت درج کیا ہے۔

اب اس حدیث کے تحت ہمارے فقہائے کرام کے مستنبطات ملاحظہ فرمائیے۔

بعض مالکیہ: کتا پاک ہے۔ دلیل: اس شخص نے کتے کو اپنے موزے میں پانی پلایا اور بن دھوئے نماز میں اس کا پہننا جائز سمجھا کیونکہ حدیث میں موزے کا دھونا مذکور نہیں ہے۔

جواب: ہوسکتا ہے کہ پانی موزے سے کسی اور شئے میں ڈال کر پلایا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ پانی موزے ہی میں پلایا گیا تو بھی پہلے لوگوں کی شریعتیں ہمارے لئے شریعتیں نہیں بن سکتیں۔

سوال: اگر ہماری شریعت بھی وہی قرار دے؟

جواب: مانا کہ قول ضعیف کی بنا پر ایسا مشروع ہے، لیکن یہ تو جب ہے کہ ناسخ موجود نہ ہو، اور یہاں حدیث مسلم، ناسخ موجود ہے کہ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ إِحْدٰهُنَّ بِالتُّرَابِ: جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈالے تو اسکو سات مرتبہ دھوڈالے، ان سات میں سے ایک مرتبہ مٹی مل کر۔

الاجہوری: کتے کے پاک ہونے پر امام مالک کی یہ دلیل ہے کہ کتے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آتے جاتے رہتے تھے اور زمین پر منہ لگانیکی انہیں عادت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی انکے نکالنے کو فرمایا اور نہ مسجد کی زمین کو جسے کتوں نے چھوا دھونے کیلئے کبھی ارشاد کیا۔

جواب: ممکن ہے کہ وہاں تری نہ ہو۔ وَالدَّلِيلُ إِذَا طَرَقَهُ الْاِحْتِمَالُ سَقَطَ بِهِ الْاِسْتِدْلَالُ: جب دلیل میں احتمال داخل ہوا، استدلال باطل ہوا۔

قَالَ: کتے اور اسکے لعاب دہن کی پاکی پر دلیل یہ ارشاد رب جلیل ہے: فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ کہ اس میں اللہ نے کتے جس شکار کو ہمارے لئے پکڑ رکھیں اسکے کھانے کا امر فرمایا ہے اور اسکے دھولینے کو شرط نہیں ٹھہرایا ہے۔ اس سے کتے کے لعاب دہن کا پاک ہونا ثابت ہے۔

جواب: یہ کہا ممکن ہے کہ آیت کسی دوسری دلیل سے مقید ہو جیسے مسلم کی مذکور حدیث (اِذَا وَلَغَ الکلب الخ) اسکے بعد آیت کا مطلب ہوگا: کہ کھاؤ اس شکار کو جو کتے تمہارے لئے تھام رکھیں بعد پاک

کرنیکے اور پاک کرنا ہوتا ہے ایک بار مٹی مل کر سات مرتبہ دھونے سے۔

قَالَ: پاکئ سگ کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اسکے کھانے کو جائز کہنے والا کافر نہیں کہا جاسکتا۔

جواب: اس کا کافر نہ کہا جانا اس حکم کے "غیر مجمع علیہ" ہونیکی وجہ سے ہے نہ کہ سگ کے پاک ہونیکے روسے۔

قَالَ: کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے برتن کا دھونا کتے کے نجس ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ تعبدی ہے۔ جیسے کہ وضو اور واجب غسلوں میں طہارت اعضا کیلئے عضووں کا دھونا انکی نجاست کو ثابت نہیں کرتا۔

جواب: قاعدہ یہ ہے کہ وُجُوبُ الغسل اِمَّا لِحَدَثٍ اَوْخُبْثٍ او تَکْرِمَۃ یعنی غسل کا واجب ہونا یا حدث کیلئے ہوتا ہے یا خبث کیلئے یا تکرمہ کے اور یہاں برتن نہ تو اسکو حدث (بے وضو ہونا) عارض ہوتا ہے اور نہ اس کی تکریم کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے اس کا دھونا اس خبث کی وجہ سے متعین ہوگا جو کتے کے منہ ڈالنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

قَالَ: اگر کتا نجس ہوتا تو اس کا ایک ہی بار دھونا بغیر سات بار کی حد لگانے کے کافی ہوتا۔

جواب، میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بوجہ نجاست کی غلاظت کے ایک بار کے دھونے پر کفایت نہ ہوئی اور سات بار کی حد اسکی نجاست کو تقویت دیتی ہے نہ کہ طہارت کو۔

قَالَ: اگر سات بار کا دھونا عین نجاست کی وجہ سے ہوتا تو سوئر اسکا زیادہ مستحق تھا حالانکہ سوئر کا منہ لگایا ہوا ایک ہی بار دھویا جاتا ہے۔

جواب: ہم اسکو نہیں مانتے کہ سوئر کا ناپاک کیا ہوا ایک ہی بار دھویا جاتا ہے بلکہ وہ سات بار کے واجب ہونے میں کتے ہی کی مانند ہے بلکہ اولیٰ اسلئے کہ اس کا حال کتے سے بھی بدتر ہے۔

قَالَ: کتے کے طاہر ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت پیغمبر خدا سے ان حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جو مکے اور مدینے کے درمیان تھے: فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھَا تَرِدُھَا السِّبَاعُ وَ الکِلَابُ کہا گیا کہ ان سے درندے اور کتے آکر پانی پیتے ہیں اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ:

لَھَا مَا حَمَلَتْ فِی بُطُونِھَا وَ لَنَا مَا بَقِیَ شَرَابًا وَ طُھُوْرًا

جو انہوں نے اپنے پیٹوں میں اٹھا لیا وہ انکا اور جو بچ رہا وہ ہمارے پینے اور نہانے دھونے کے لئے ہے۔

جواب: ممکن ہے کہ آب کثیر ہو۔

ان مسائل و دلائل کی نرمی و گرمی کا اندازہ آپکے ذہن رسا پر متوقف ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الخطبات

ہمیں ارشاد ہوا کہ پیام اسلام میں خطبات کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا جائے، ہم اس ارشادِ افاضت بنیاد کی بجا آوری کو سراسر صواب اور موجب ثواب سمجھ کر بنام خدا آج ہی اس کی تعمیل کا آغاز کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِلسَّدَادِ، مِنْہُ الْمَبْدَءُ وَ اِلَیْہِ الْمَعَادُ۔

خُطْبَۃُ الْعِیْدِ الْاَکْبَرِ

بڑی عید کا خطبہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،	اللہ سب سے بڑا ہے۔ (۹ بار)
اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَا رَأَی الْحُجَّاجُ کَثْرَۃَ مَوَانِعِ الْخَیْرِ فَتَعَجَّلُوْا بِالْحَجِّ قَبْلَ الْفَوَاتِ۔	اللہ اکبر! حاجیوں نے جو نیکی سے روکنے والی چیزوں کی بہتات دیکھی تو موقع نکل جانے سے پہلے حج کے لئے جلدی کی۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَا ھَانَتْ عَلَیْھِمْ نَفَقَاتُہٗ لِعِلْمِھِمْ اَنَّھَا تُخْلَفُ عَلَیْھِمْ اَضْعَافًا مُضَاعَفَاتٍ،	اللہ اکبر کہ یہ جان کر حج کے اخراجات ان کے آگے ناچیز ہو گئے کہ ان کا عوض ان کو کئی کئی گنا ہو کر ملیگا۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ، مَا اشْتَدَّتْ	اللہ اکبر، کہ ان کی رغبت حج پر اس لئے

رَغْبَتُهُمْ فِيْهِ لَمَّا عَلِمُوْا اَنَّهٗ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ

زیادہ ہوئی کہ انھوں نے جانا کہ حج ان سب ہلاکت خیز گناہوں کو جو اس سے پہلے ہوئے ہلاک کر دیتا ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا الْتَهَبَتْ قُلُوْبُهُمْ شَوْقًا اِلَيْهِ حِيْنَمَا فَهِمُوْا اَنَّ لَا جَزَاءَ لِلْمَبْرُوْرِ مِنْهُ اِلَّا الْجِنَانُ ۔

اللہ اکبر! کہ انکے دلوں میں آتش شوق مشتعل ہو گئی جب انھوں نے سمجھ لیا کہ حج مبرور کی جزا بہشت کے ورے کوئی چیز نہیں ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ،

اللہ اکبر (تین بار)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا صَافَحَتِ الْمَلَائِكَةُ رُكْبَانَهُمْ وَعَانَقَتْ مُشَاتَهُمْ سُرُوْرًا بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔

اللہ اکبر کہ فرشتوں نے سوار حاجیوں سے ہاتھ ملائے اور پیادہ حاجیوں سے گلے ملے ان کے اس عمل سے خوش ہو ہو کر ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا كَانُوْا فِيْ ضَمَانِ رَبِّهِمْ وَهُمْ ذَاهِبُوْنَ وَهُمْ اٰئِبُوْنَ ۔

اللہ اکبر، کہ جاتے ہوئے اور آتے ہوئے وہ اپنے رب کی ذمہ داری میں رہے ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا عَلِمَ تَعَالٰى اَنَّهُمْ وَفْدُهٗ فَاَعَاذَهُمْ مِمَّا يَسْتَعِيْذُوْنَ مِنْهُ وَاٰتَاهُمْ مَا يَسْأَلُوْنَ ۔

اللہ اکبر، کہ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ اس کے مہمان ہیں تو اس نے ان کو پناہ دی جس چیز سے وہ پناہ مانگتے رہے، اور ان کو عطا کیا جو وہ طلب کرتے تھے ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا وَعَدَ مَنْ يَمُوْتُ مِنْهُمْ فِيْ طَرِيْقِهٖ اَنْ يَبْعَثَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ اَمَانٍ ۔

اللہ اکبر، کہ اس نے جو حاجی راہ میں مر جائے اس سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اسکو امن کی حالت میں اٹھائیگا ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ!

اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا عَلِمُوْا اَنَّ الْحَجَّ بِالنَّفَقَةِ الْحَرَامِ لَا يُقْبَلُ فَتَحَرَّوْا

اللہ اکبر، کہ انھوں نے جو جانا کہ حج حرام خرچ سے مقبول نہیں ہوتا تو حلال خرچے کا قصد کیا ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا عَرَفُوْا اَنَّ الْمُسْتَطِيْعَ يَسْأَلُ الرَّجْعَةَ اِذَا مَاتَ قَبْلَ الْحَجِّ فَبَادَرُوْا مُبَادَرَةَ الْاَبْطَالِ۔

اللہ اکبر! کہ انہیں جب معلوم ہوا کہ مقدور والا جب حج کرنے سے پہلے مرتا ہے (حج کے لئے) دوبارہ دنیا میں آنے کی التجا کرتا ہے تو انہوں نے جانبازوں کی طرح پیشقدمی کی۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا حَفِظُوْا ثَوَابَهُمْ مِنَ الْاِحْبَاطِ بِحِفْظِ اَنْفُسِهِمْ مِنَ الرَّفَثِ وَ الْفُسُوْقِ وَ الْجِدَالِ۔

اللہ اکبر کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو فحش، بدکاری اور جھگڑے سے بچا کر اپنے ثواب کو اکارت جانے سے محفوظ کر لیا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا زَارُوْا نَبِيَّهُمْ فَسُرُّوْا عَلٰى هٰذِهِ الزِّيَارَةِ بِمَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِيْ حُسْبَانٍ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ٣ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اللہ اکبر کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو ان کو اس زیارت پر وہ کچھ عطا ہوا جو ان کے سان گمان میں بھی نہ تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر و للہ الحمد۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ اَيَّامَ الْاَعْيَادِ ضِيَافَةً لِّعِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ الْجَنَّةَ ضِيَافَةَ الْكُبْرٰى لِاُولٰٓئِكَ الْعَامِلِيْنَ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهُ الدَّاعِىْ اِلٰى تِلْكَ الضِّيَافَةِ جَمِيْعَ الْعَالَمِيْنَ۔

سب ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے عیدوں کے ایام اپنے شائستہ بندوں کے لئے ضیافت ٹھہرائے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی پرستش کے لائق نہیں بجز اس اللہ کے جس نے ان نکوکاروں کے لئے جنت کو ضیافت کبریٰ بنایا۔ اور میں گواہی دیتا دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد ہیں جو اس ضیافت کی طرف تمام جہانوں کو دعوت دینے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَکُلِّ عَبْدٍ اِلٰی طَاعَۃِ اللّٰہِ حَنَّان ۔

(اَمَّا بَعْدُ) فَیَا عِبَادَ اللّٰہِ ! لَقَدْ عَلَّمَنَا الدِّیْنُ اَنَّ الْاَعْیَادَ لَا تَکُوْنُ اِلَّا بَعْدَ الْاِنْتِھَاءِ مِنْ طَاعَاتٍ، وَمَعْرُوْفٌ اَنَّ الْاَعْیَادَ کَرَامَاتٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ، وَ کَذَالِکَ عَلَّمَنَا الدِّیْنُ اَنَّ الْکَوَارِثَ السَّمَاوِیَّۃَ لَا تَنْزِلُ بِالْعَالَمِ اِلَّا بَعْدَ اِرْتِکَابِ مَحْظُوْرَاتٍ، وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ ھٰذِہٖ الْکَوَارِثَ اِھَانَاتٌ یُھَانُ بِھَا ذَوُو الطُّغْیَانِ ـ مِنْ ھٰذَا فَھِمْنَا اَنَّ الْکَرَامَۃَ فِی الدُّنْیَا لَا تَکُوْنُ اِلَّا لِمَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ، وَفَھِمْنَا اَنَّ الْاِھَانَۃَ اِنَّمَا تَنْزِلُ بِمَنْ اَغْمَضَ عَیْنَہٗ عَنْ دِیْنِہٖ وَتَعَدَّاہُ، وَقَدْ اَفْھَمَنَا تَعَالٰی اَنَّ الْاَمْرَ ھٰکَذَا یَکُوْنُ یَوْمَ نَلْقَاہُ، مَنْ اَطَاعَہٗ ھُنَا اَکْرَمَہٗ ھُنَاکَ وَمَنْ عَصَاہُ ھُنَا لَقِیَ ھُنَاکَ الْھَوَان ـ

بارخدایا! ہمارے سرور محمدؐ اور ان کی آل واصحاب پر درود سلامتی اور برکات بھیج اور ہر ایسے بندے پر جو اپنے رب کی طاعت کا ولولہ رکھتا ہے (بعد حمد و ثنا) اے بندگان (وکنیزان) خدا! ہمارے دین نے ہمیں یہ تلقین کی ہے کہ عیدیں طاعتوں کے اختتام پر ہی ہوتی ہیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ عیدیں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ کی بخششیں ہیں اور اسی صورت ہمیں دین نے یہ تعلیم دی ہے کہ آفات آسمانی اس جہان پر ممنوعات کا ارتکاب کرنے کے بعد ہی نازل ہوتی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ یہ آفات اہانتیں ہیں جن سے سرکشوں کی توہین کی جائے۔ اس سے ہم یہ سمجھے کہ اس دنیا میں کرامت اسی کو ملتی ہے جو اللہ کی اطاعت بجا لائے اور اہانت اسی کو نصیب ہوتی ہے جو اس کے دین سے آنکھ چرائے اور اس سے آگے نکل جائے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھا دیا ہے کہ یہی حال اس روز ہوگا جب اس کے حضور حاضر ہوں گے۔ جس نے یہاں اس کی اطاعت کی ہوگی وہ اسکو عزت بخشے گا۔ اور جس نے یہاں اس کی نافرمانی

كُلِّ الشَّرَائِعِ عَلٰى هٰذَا مِنْ اَوَّلِ رَسُوْلٍ اِلٰى حَضْرَةِ نَبِيِّنَا خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ۔

کی ہوگی وہ وہاں خواری سے دوچار ہوگا پہلے پیغمبر سے لے کر ہمارے نبی اکرم تک جو انبیاء کے خاتم ہیں سب شریعتیں اسی پر ہیں۔

كُلُّهَا تَعِدُ الطَّائِعَ بِخَيْرَيِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ وَ تَتَوَعَّدُ الْعَاصِيَ فِيْهِمَا بِسُوْءِ الْجَزَاءِ، وَ اَنْتَ لَا تَجِدُ مِنْ اَوَّلِ الدُّنْيَا لِلْيَوْمِ مَنْ يَعْرِفُ غَيْرَ ذَالِكَ مِنَ الْعُقَلَاءِ۔

سب شریعتیں طاعت گزار سے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا وعدہ کرتی ہیں۔ اور نافرمان کو دونو میں برے بدلے کی وعید سناتی ہیں اور تو دنیا کے آغاز سے لے کر آج تک کسی کو عقلمندوں میں سے ایسا نہ پائے گا جو اس کے سوا کچھ اور جانتا ہو۔

فَالشَّرَائِعُ السَّمَاوِيَّةُ وَالْعُقُوْلُ الْاِنْسَانِيَّةُ مُتَّفِقَانِ عَلٰى اَنَّ الطَّائِعَ يُكْرَمُ وَ الْعَاصِيَ يُهَانُ۔

پس آسمانی شریعتیں اور انسانی عقلیں اس پر متفق ہیں کہ مطیع کی عزت ہوتی ہے اور نافرمان خوار ہوتا ہے۔

اِذَنْ تُوْبُوْا يَآ اَهْلَ الْمَعَاصِي فَاِنَّ لِلْمَعَاصِيَ عَارٌ عَلٰى فَاعِلِهَا وَ نَارٌ۔

سو اے گناہ گارو تم توبہ کرو کہ گناہ اہل گناہ پر عار ہیں۔

اِنْ اَطَعْتُمُوْنِيْ فَيَا بُشْرَاكُمْ ثُمَّ يَا بُشْرَاكُمْ بِمَغْفِرَةِ رَبِّنَا الْكَرِيْمِ الْغَفَّارِ، وَ حِيْنَئِذٍ نَتَقَدَّمُ اِلَيْكُمْ فَرِحِيْنَ مُهَنِّئِيْنَ بِعِيْدَيْنِ عِيْدِ الْاَضْحٰى وَ عِيْدِ مَحْوِ الْاَوْزَارِ، وَ اَكْبَرُ

اگر تم میری فرمانبرداری کرو، اپنے بخشنے والے رب کریم کی مغفرت کی بشارت پر بشارت ہو۔ اور تب ہم تمہاری طرف خوشی خوشی دو عیدوں کی مبارکباد کہتے ہوئے بڑھینگے ایک عید اضحیٰ کی اور دوسری گناہ مٹانے کی عید کی، اور دونو

الْعِیْدَیْنِ لِلْعَاصِی عِیْدَ الْمَتَابِ لِاَنَّ بِہٖ یَرْضٰی عَنْہُ رَبُّ الْاِحْسَانِ۔ — سے بڑی عید گناہ گار کے لئے توبہ کی عید ہے کیونکہ توبہ سے ہی خدائے احسان راضی ہوتا ہے۔

اَمَّا اَنْتُمْ یَا اَھْلَ الْاِسْتِقَامَۃِ! یَا اَحْبَابَ اللہِ تَعَالٰی! یَا بَرَکَۃَ ھٰذَا الْوُجُوْدِ یَا مَنْ مِنْ اَجْلِکُمْ نُکْرَمُ وَ نُمْھَلُ، وَ لَوْ لَا کُمْ لَصُبَّ الْعَذَابُ فِی الْاَرْضِ عَلٰی کُلِّ مَوْجُوْدٍ، — پر تم، اے دین کے پابندو، اے اللہ کے دوستو، اے اس ہستی کی برکتو! اے وہ بزرگو جن کی خاطر ہمارا اکرام ہوتا ہے اور ہمیں ڈھیل مل رہی ہے، اگر تم نہ ہوتے تو اس زمین میں ہر موجود پر عذاب برستا پر تم

اَمَّا اَنْتُمْ فَاِنِّیْ اَبْتَھِلُ اِلَی اللہِ تَعَالٰی اَنْ لَا یَحْرِمَ الْوُجُوْدَ مِنْ وُجُوْھِکُمُ الْمَیْمُوْنَۃِ وَ ھُوَ الْکَرِیْمُ الْوَدُوْدُ۔ — ہو، کہ میں اللہ کے حضور گڑگڑاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مبارک چہروں سے عالم ہستی محروم نہ کرے اور وہی کرم کرنے والا دوستدار ہے۔

بَارَکَ اللہُ فِیْ اَعْمَارِنَا جَمِیْعًا حَتّٰی نَرٰی اَمْثَالَ ھٰذَا الْعِیْدِ بَعِیْدِیْنَ عَنْ کُلِّ کَدَرٍ وَّ عِصْیَانٍ، — اللہ ہم سب کی عمروں میں برکت دے تاکہ ہر کدورت اور نافرمانی سے دور رہ کر ایسی عیدیں دیکھتے رہیں۔

(حدیث ۱) مِنْ سَعَادَۃِ الْمَرْءِ اَنْ یَطُوْلَ عُمُرُہٗ وَ یَرْزُقَہُ اللہُ الْاِنَابَۃَ۔ (رَوَاہُ الحاکم) — حدیث: آدمی کی ایک خوش نصیبی یہ ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اللہ تعالیٰ اسکو رجوع و توبہ عنایت فرمائے۔

(حدیث ۲) مَنْ اَحْسَنَ فِیْمَا بَقِیَ غُفِرَ لَہٗ مَا مَضٰی (رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ) — حدیث: جو کوئی نیکوکار رہے اس (عمر) میں جو رہ گئی اللہ معاف کر دیتا ہے اسکو جو ہو چکا۔

اَشْغَالُ الْمَطْبَخِ | باورچی گری

اِذَا وُضِعَ الْمِلْحُ تَحْتَ صَوَانِی الْخُبْزِ فِی الْفُرْنِ حَالَ ذٰلِکَ دُوْنَ لِعْتِرَاقِ مَا فِیْهَا مِنَ الْاَطْعِمَةِ۔	جب تنور میں روٹیوں کی صینیوں کے نیچے نمک رکھا جائے تو اس سے جوان میں کھانے کی چیزیں ہونگی جلنے نہ پائینگی۔
اِذَا قُطِعَ الْخُبْزُ الْفِیْنُوالطَّازَةُ بِسِکِّیْنٍ حُمِیَ نَصْلُهَا عَلَی النَّارِ لَمْ یَتَنَاثَرْ مِنْهُ الْفُتَاتُ۔	جب تازہ ڈبل روٹی چھری سے جس کی دھار آگ پر تپالی گئی ہو کاٹی جائے تو اس سے ریزے نہیں گرینگے۔
اِذَا اشْتَدَّتْ فِی الْحَسَاءِ رَائِحَةُ الْبَصَلِ فَزِدْ عَلَیْهَا قَلِیْلاً مِنَ الْفُجْلِ وَاغْلِیْهَا بِزِیَادَةٍ۔	جب شوربے میں پیاز کی بو غالب ہو جائے تو اس میں تھوڑی سی مولی ڈال کر خوب جوش دے لو۔
اِذَا اَکْثَرَ الدُّهْنُ فِی الْمَرَقِ اَمْکَنَ تَقْلِیْلُهٗ بِنَقْلِ الْمَرَقِ اِلٰی اِنَاءٍ آخَرَ فِی خِرْقَةٍ نَظِیْفَةٍ بَعْدَ نَقْعِهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ۔	جب شوربے میں روغن زیادہ ہو جائے تو ایک صاف دھجی سے اس کو ٹھنڈے پانی میں بھگو لینے کے بعد شوربے کو دوسرے برتن میں لیجا کر کم کرنا ممکن ہے۔
عِنْدَ تَسْخِیْنِ الْمَاءِ وَ قَلْیِ الْاَطْعِمَةِ اِذَا کَانَ الْاِنَاءُ مُغَطًّی وَ الْبُخَارُ مَحْفُوْظًا دَاخِلَهٗ تَمَّتِ الْعَمَلِیَّةُ بِنِصْفِ الْوَقْتِ الْمُعَیَّنِ لَهَا۔	پانی گرم کرنے اور کھانا پکانے کے وقت جب برتن ڈھکا ہوا ہو اور بھاپ اس کے اندر محفوظ رہے تو کام مقرر وقت سے نصف میں پورا ہو جائے گا۔
عِنْدَ قَلْیِ اَیِّ شَیْءٍ کَانَ ضَعْ کِسْرَةً مِنَ الْخُبْزِ فِی الْمِقْلَاةِ وَاقْلِیْهَا	کوئی شے ہو، اس کے بھوننے کے وقت روٹی کا ایک ٹکڑا کڑاہی میں ڈال دو

مَعَهُ فَيَمْنَعُ قَذْفَ الرَّشَاشِ فِي الوَجْهِ۔

اور اس کو ساتھ ہی بھونو تو یہ چھینٹے اڑکر منہ پڑنے سے روکیگا۔

لِمَنْعِ اِلْتِصَاقِ الدُّخَانِ الاَسْوَدِ بِالاَوَانِي البَيْضَاءِ اللَّامِعَةِ عَلَى النَّارِ تُمْسَحُ بِالدُّهْنِ وَ بَعْدَ الطَّبْخِ يُزَالُ الدُّهْنُ عَنْهَا بِالمَاءِ الفَاتِرِ۔

سفید چمکیلے برتنوں کو آگ کا کالا دھواں لگنا روکنے کے لئے ان پر تیل مل دیا جائے اور پکانے کے بعد تیل گرم پانی سے زائل کر دیا جائے۔

لِحِفْظِ اِبْرِيْقِ القَهْوَةِ نَظِيْفًا يُمْلَأُ ثُلُثَيْهِ مَاءً مَعْ مِلْعَقَةٍ صُوْدَا وَ يُغْلَى قَدْرَ سَاعَةٍ ثُمَّ يُرَجُّ بِشِدَّةٍ وَ ذَالِكَ مَرَّةً فِي الأُسْبُوعِ۔

چائے پوچی کو صاف رکھنے کیلئے اس کا دو تہائی یک چمچہ سوڈا ملے ہوئے پانی سے بھر کر ایک گھنٹہ تک جوش دیا جائے۔ پھر زور زور سے ہلایا جائے اور اس طرح ہفتے میں تین بار کیا جائے۔

اِذَا احْتَرَقَ قَعْرُ المِقْلَاةِ اَثْنَاءَ الاِسْتِعْمَالِ فَلَا تُرْمَى بَلْ تُذَرَّى الرَّمَادُ المُبَلَّلُ بِالمَاءِ وَ تُفْرَكُ فَيَزُولُ الاِحْتِرَاقُ وَ تَبْقَى المِقْلَاةُ سَلِيْمَةً۔

جب اثنائے استعمال میں کڑاہی د کڑاہی کی تہ جل جائے تو اسے پھینک نہ دیا جائے بلکہ پانی سے ترکی ہوئی راکھ سے ملا جائے تو جلن کا داغ صاف ہو جائے گا اور کڑاہی سلامت رہے گی۔

دروس العربیة

مبتدیوں کے لئے



(۱)

(۱) مَا هٰذَا ؟ (۲) هٰذَا وَرْدٌ۔

(۳) هٰذَا وَرْدٌ ذُو شَوْكٍ۔

(۴) عِنْدَ سَعْدٍ وَرْدٌ ذُو شَوْكٍ۔

(۵) هَلْ شَمَّ لَعْلٌ وَرْدَ سَعْدٍ ؟

(۶) لَوْ كَانَ وَرْدُ سَعْدٍ دُوْنَ شَوْكٍ كَانَ لَعْلٌ شَمَّ وَرْدَ سَعْدٍ۔

ترجمہ :۔ (۱)

(۱) یہ کیا ہے ؟ (۲) یہ گلاب کا پودا ہے۔ (۳) یہ کانٹوں والا گلاب کا پودا ہے۔ (۴) سعد کے پاس کانٹوں والا گلاب ہے۔ (۵) کیا لعل نے سعد کا گلاب سونگھا (شَمَّ = اس نے سونگھا)۔ (۶) اگر (لَوْ) سعد کا گلاب بِن کانٹوں (شَوْك : کانٹے) کا ہوتا تو لعل سعد کا گلاب سونگھتا +

(۲)

(۱) هَلْ عِنْدَ لَعْلٍ وَرْدٌ ؟ (۲) لَا ، لَيْسَ عِنْدَ لَعْلٍ وَرْدٌ. بَلْ عِنْدَ لَعْلٍ طَبْلٌ. (۳) هَلْ لَعْلٌ دَقَّ طَبْلًا ؟ (۴) لَوْ كَانَ طَبْلُ لَعْلٍ مَا ضَاعَ كَانَ لَعْلٌ دَقَّ طَبْلًا۔

ترجمہ: کیا لعل کے پاس (عِنْدَ) گلاب ہے؟ (۲) نہیں۔ لعل کے پاس گلاب نہیں ہے۔ (لَیْسَ) بلکہ لعل کے پاس ڈھول (طَبْل) ہے۔ (۳) کیا لعل نے ڈھول بجایا (۴) اگر لعل کا ڈھول گم نہ ہوا ہوتا تو لعل نے ڈھول بجایا ہوتا۔

(۳)

(۱) فِیْ یَدِ مَنْ کَانَ وَرْد ؟ (۲) کَانَ فِی یَدِ سَعْد وَرْد ۔ (۳) مَنْ یَأْخُذُ وَرْد ؟ (۴) کُلُّ مَنْ رَاحَ مَعَ سَعْد یَأْخُذُ وَرْد ۔

ترجمہ: کس کے ہاتھ میں (وَرْد) گل تھا؟ (۲) سعد کے ہاتھ میں گل تھا۔ (۳) گلاب کا پھول کون لیتا ہے؟ (۴) جو کوئی سعد کے ساتھ جاتا ہے گلاب کے پھول لیتا ہے۔

(۴)

(۱) هَلْ سَعْد بَاتَ فِی دَارِ لَعْل ؟ (۲) لَا۔ سَعْد مَا بَاتَ فِی دَارِ لَعْل (۳) هُوَ رَاحَ ۔ (۴) مَا قَالَ حِیْنَ رَاحَ، اَیْنَ بَاتَ ؛

ترجمہ: کیا سعد نے رات کاٹی لعل کے گھر میں؟ (۲) نہیں سعد نے رات نہیں کاٹی لعل کے گھر میں۔ (۳) وہ چلا گیا۔ (۴) اس نے نہیں کہا، جب وہ گیا، کہاں اس نے رات گزاری۔

(۵)

(۱) قُمْ یَا لَعْل ۔ خُذْ وَرْد ۔ مِنْ بَیْتِ سَعْد ۔ (۲) کُلُّ شَیْءٍ، فِی بَیْتِ سَعْد، عال ۔ (۳) قُلْ لِی ، هَلْ اَخ سَعْد کَانَ فِی دَارِ لَعْل ؟ (۴) سَعْد دَقَّ طَبْل فِی دَارِ لَعْل ۔

(٥) مَعَ اَيِّ شَخْصٍ كَانَ سَعْد ، حِيْنَ دَقَّ طَبْل -

ترجمہ : اٹھ اے لعل - اے گلاب کے پھول - سعد کے گھر سے - (۲) ہر چیز سعد کے گھر میں، شاندار ہے - (۳) مجھے بتا، کیا سعد کا بھائی، لعل کے گھر (میں) تھا؟ (۴) سعد نے لعل کے گھر میں ڈھول بجایا (۵) کس شخص کے ساتھ تھا سعد، جب اس نے ڈھول بجایا؟

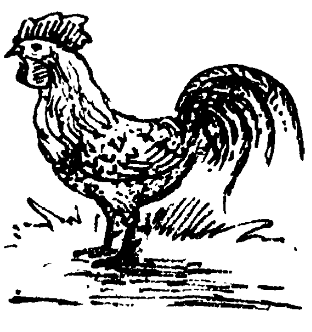
(٦)

(١) كَانَ سَعْد ، فِي بَيْتِ لَعْل ، مَعَ بَدْر (٢) هَلْ كَانَ عَمّ بَدْر ، فِي دَارِ لَعْل ؟ (٣) عَمّ بَدْر ، مَا كَانَ فِي دَارِ لَعْل - (٤) رَاحَ عَمُّ بَدْر ، مَا شَمَّ وَرْد (٥) شَوْك وَرْدِ سَعْد ، عَاقَ عَمَّ بَدْر ، عَنْ شَمّ ٭

ترجمہ : سعد تھا، لعل کے گھر میں، بدر کے ساتھ - (۲) کیا بدر کا چچا تھا، لعل کے گھر (۳) بدر کا چچا، نہیں تھا، لعل کے گھر میں - (۴) بدر کا چچا، چلا گیا - اس نے گل نہیں سونگھا (۵) سعد کے گلاب کے کانٹوں نے، بدر کے چچا کو روکا (عَاقَ)، سونگھنے سے -

دِيْكُ نُوْر

(١)



(١) صَاحَ دِيْكٌ (٢) صَاحَ دِيْكُ نُوْرٍ (٣) طَارَ دِيْكُ عِيْد (٤) هَلْ صَاحَ دِيْكُ نُوْر حِيْنَ طَارَ ؟ (٥) لَا - دِيْكُ نُوْر مَا صَاحَ حِيْنَ طَارَ -

(۲)

(۱) دِيْكُ عِيْدٍ فِي دَارِ نُوْرٍ (۲) كَمْ دِيْكٍ لَكَ ؟ (۳) كَمْ دِيْكٍ لَكَ يَا عِيْدُ فِي دَارِ نُوْرٍ (٤) عِيْدٌ قَالَ . مَا لِي فِي دَارِ نُوْرٍ دِيْكٌ +

(۳)

(۱) هَلْ دِيْكُ نُوْرٍ بَاتَ فِي دَارِ عِيْدٍ ؟ (۲) لَا - دِيْكُ نُوْرٍ مَا بَاتَ فِي دَارِ عِيْدٍ +

(۴)

دِيْكُ نُوْرٍ مَا طَارَ مِنْ دَارِ عِيْد
ذَاتَ سُوْرٍ عَالٍ
دَارُ عِيْدٍ دَارٌ ذَاتُ سُوْرٍ عَالٍ

(۵)

قُمْ خُذْ رِيْش مِنْ دِيْك نُوْرٍ
كَانَ رِيْشُ دِيْكِ نُوْرٍ رِيْشٌ عَال

(۶)

كَانَ دِيْكُ عِيْدٍ مِثْلَ دِيْكِ نُوْرٍ
هُوَ رَاحَ مَا صَاحَ حِيْنَ طَارَ

(۷)

لَوْ كَانَ لِيْ دِيْكٌ مِثْلَ عِيْدٍ
كَانَ كُلُّ شَيْءٍ لِي عَال

ترجمہ :-

نور کا مرغا

(۱)

(۱) مرغے نے بانگ دی۔ (۲) نور کے مرغے نے بانگ دی۔

(۳) عید کا مرغا اڑا۔ (۴) کیا نور کے مرغے نے بانگ دی جب وہ اڑا؟

(۵) نہیں۔ نور کے مرغے نے بانگ نہیں دی جب وہ اڑا۔

(۲)

(۱) عید کا مرغا نور کے گھر میں ہے۔ (۲) تیرے کتنے مرغے ہیں؟

(۳) اے عید! تیرے کتنے مرغے نور کے گھر میں ہیں؟

(۴) عید نے کہا۔ نور کے گھر میرا کوئی مرغا نہیں۔

(۳)

(۱) کیا نور کے مرغے نے عید کے گھر میں رات گزاری!

(۲) نہیں۔ نور کے مرغے نے رات نہیں گزاری عید کے گھر میں۔

(۴)

(۱) نور کا مرغا نہیں اڑا عید کے گھر سے۔ (۲) اونچی چاردیواری والا۔

(۳) عید کا گھر اونچی چاردیواری والا ہے۔

(۵)

(۱) اٹھ لے پَر نور کے مرغے کا۔

(۲) نور کے مرغے کا پَر شاندار پَر ہے۔

(۶)

(۱) عید کا مرغا نور کے مرغے کی مانند تھا۔

(۲) وہ چلا گیا اس نے بانگ نہیں دی جب وہ اڑا

(۷)

(۱) اگر عید کی طرح میرے پاس بھی مرغا ہوتا۔

(۲) تو میری ہر چیز خوب ہوتی۔

(۸)

(۱) دِیْكُ عِيْدٍ طَارَ مَعَ دِيْكِ نُوْرٍ

(۲) قُلْ لِي اَيُّ دِيْكٍ كَانَ فِي دَارِ نُوْرٍ

(۹)

(۱) هَلْ بَاتَ دِيْكُ نُوْرٍ فِي دَارِ عِيْدٍ

(۲) كَمْ دِيْكٍ كَانَ لَكَ يَا عِيْدُ

ترجمہ

(۸)

(۱) عید کا مرغا نور کے مرغے کے ساتھ اڑا۔

(۲) مجھے بتا کونسا مرغا نور کے گھر میں تھا۔

(۹)

(۱) کیا نور کے مرغے نے عید کے گھر میں رات گزاری۔

(۲) اے عید! تیرے کتنے مرغے تھے؟ (۳) میرا ایک مرغا تھا دیک کے مرغے کے ساتھ۔

(۱۰)

(۱) قِفْ قُلْ لِي هَلْ اَخُ عِيْدٍ كَانَ فِي دَارِ نُوْرٍ۔

(۲) مِنْ يَدِ مَنْ طَارَ دِيْكُ عِيْدٍ۔

(۳) مَعْ كَمْ دِيْكٍ طَارَ ؟

(۴) رُحْ يَا دِيْكُ كل حَبٍّ مِنْ دَارِ نُوْرٍ۔

(۵) اَيْنَ كَانَ دِيْكُ نُوْرٍ حِيْنَ طَارَ۔

(۱۰)

(۱) مطہر جا مجھے بتا کیا عید کا بھائی نور کے گھر میں رہا؟ (۲) کس کے ہاتھ سے عید کا مرغا اڑا؟ (۳) کتنے مرغوں کے ساتھ اڑا؟ (۴) جا اسے مرغے کھا دانے نور کے گھر سے۔ (۵) کہاں تھا نور کا مرغا جب وہ اڑا۔

(۱۱)

(۱) مَعَ اَيِّ دِيْكٍ كَانَ (۲) كَانَ مَعْ دِيْكِ نُوْرٍ (۳) هَلْ كَانَ خَالُ نُوْرٍ فِي دَارِ عِيْدٍ (٤) خَالُ نُوْرٍ مَا كَانَ عِنْدَ عِيْدٍ (٥) حِيْنَ رَاحَ خَالُ نُوْرٍ مَا عَادَ طَارَ مِنْ دَارِ نُوْرٍ شَيْءٌ ۔

ترجمہ: کس مرغے کے ساتھ تھا (۲) نور کے مرغے کے ساتھ تھا۔ (۳) کیا نور کا ماموں عید کے گھر میں تھا؟ (۴) نور کا ماموں عید کے پاس نہیں تھا۔ (۵) جب نور کا ماموں چلا گیا پھر نور کے گھر سے کوئی چیز نہیں اڑی۔

المحطة



هِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْبِنَاءِ، الْقَائِمِ بِمُوَازَاةِ قُضْبَانِ السِّكَّةِ الْحَدِيْدِيَّةِ، الْمُشْتَمِلِ عَلَى جُمْلَةِ أَرْصِفَةٍ: بَعْضُهَا مُعَدٌّ لِوُقُوْفِ